قیامت

اور اس کی علامت

مؤلف

مولانا امان احمد قاسمی

سنہرا (ابراہم پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی

مدرس دار العلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ رائے گڈھ نیو ممبئی

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا

(سورۃ محمد:۱۸)

قیامت اور اس کی علامت

مؤلف

مولانا امان احمد قاسمی

سنہرا (بلرام پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی

مدرس دارالعلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ، رائے گڈھ، نیو ممبئی

تفصیلات

اسمِ کتاب: قیامت اور اس کی علامت

مؤلِف: مولانا امان احمد قاسمی، سنہرا (بلرام پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی

کمپوزنگ: مفتی اظہر پٹیل صاحب

معاون: سہیل عبد القادر خان، اسامہ نور متولی، یوسف ظہور سیّد،
عرفات ایّوب پٹیل، انس عبد العزیز پٹیل،

تعدادِ صفحات: ۲۹۶

سنِ طباعت: ۱۴۴۲ھ / ۲۰۲۱ء

فون نمبر: 9651363125

فہرست

تقریظ

نمونۂ سلف حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم دیوبند

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. ....

Date: ....

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

قیامت اور اس کی علامت

پیش نظر کتاب جناب مولانا امان احمد قاسمی صاحب کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے قیام قیامت سے متعلق اسلامی عقائد اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے بیان کی ہوئی علامات اور پیش آنے والے واقعات کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔ ان میں وہ علامات بھی شامل ہیں جن کا تعلق معاشرہ میں پیدا ہونے والی عملی اور اخلاقی خرابیوں کی کثرت اور عموم سے ہے۔ اور قیامت کے قریب وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات کا بھی تفصیلی تعارف ہے، جن میں خروج دابۃ الارض، مغرب سے طلوع آفتاب، خروج دجال، ظہور مہدی اور نزول مسیح وغیرہ جیسے اہم واقعات شامل ہیں۔ کتاب معلومات افزا اور مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور امت کے لیے نافع بنائے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۳/۵/۱۴۴۵ھ [illegible]۲۰۲۳ء

(۳)

جب تک دنیا میں ایک بھی ہوگا جو اللہ اللہ کا ورد جاری رکھے گا انتظام عالم قائم و مستمر رہے گا
دنیا قائم رہے گی جس دن یہ ختم ہو جائے گا اسی دن دنیا بھی ختم ہو جائے گی سارا نظام درہم برہم
ہو جائے گا۔ اسی کا نام قیامت ہے۔ یہ کب ہوگا اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ [illegible]
[illegible] ہاں البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آنے کی علامات بیان فرمائی ہیں۔
ان کو آنے سے پہلے [illegible] تمام پائی جائیں گی۔ قیامت سے پہلے [illegible]
ہوں گی۔ انہیں امور کو بیان کرنے کے لئے [illegible]
حضرت مولانا امان اللہ صاحب [illegible] استاذ حدیث مدرسہ دار السلام [illegible]
نے اپنے [illegible] قلم کو استعمال کر کے بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ قرآن و حدیث اور کتب
معتبرہ متداولہ کے حوالوں کو ذکر فرما کر بحث ہی مدلل اور مبرہن کتاب تصنیف فرمائی ہے۔
جس کی وجہ سے پوری کتاب [illegible] سے پر ہے۔ بندہ کمترین نے کتاب ہذا کو از اول
تا آخر دیکھا ہے جس کو مولانا موصوف نے [illegible] مطالعہ، [illegible] اور ان کے جد و جہد کا اندازہ ہوا
کتاب [illegible] سے [illegible] مولانا موصوف کے [illegible] گرانقدر
مجموعے: مسیح ہدایت عیسیٰ ابن مریم، مہدی موعود، دجال اکبر بندہ کی نظر سے گذر کر منظر عام
پر آ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ تصنیفات کو شرف قبول عطا فرمائے اور امت کو استفادہ
کی توفیق عطا ہو اور حضرت مولانا کے لئے ذخیرہ آخرت بنے اور مزید علمی دینی خدمات کا
اضافہ کے ساتھ موقع نصیب ہو۔

فقط۔

بندہ عبد الرشید [illegible]

الخادم بالجامعة الاسلامية العربية بيت العلوم [illegible]

۲۷ شوال ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰ جون ۲۰۲۰ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد اسحاق بن عبد الرزاق صاحب مد ظلہ العالی شیخ الحدیث
دار العلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ، رائے گڈھ، نیو ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یومِ آخرت (قیامت) کا عقیدہ ارکانِ ایمان میں سے ایک اہم رکن ہے، جس کی اہمیت اس بات سے عیاں ہوتی ہے کہ قیامت کا تعلق غیب سے ہے، عقل کے ذریعے جس کا تصور کرنا اور اس کی حقیقت کا ادراک کرنا ممکن نہیں، جس کے واقع ہونے کی خبر شریعت کے قطعی دلائل یعنی قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اور صحیح احادیث میں آئی ہے، دوسری چیز جس سے اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ قیامت پر ایمان لانے کا درجہ اللہ تعالی پر ایمان لانے کے بعد ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ (البقرہ/۱۷۷)

تیسری چیز یہ ہے کہ قیامت کا تصور بندہ کو اللہ تعالی کی طرف سے ملی ہوئی امانت کا حق ادا کرنے پر ابھارتا ہے نیز اس روز کے بارے میں غور و فکر کرنے پر کہ بندہ سے صادر ہونے والے ہر عمل کا محاسبہ ہوگا اور اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوٓءٍ (سورۂ آل عمران/۳۰)

قیامت پر ایمان لانے کے بعد یہ بات بھی کسی بندۂ مومن سے مخفی نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم اللہ رب العزت نے کسی مقرب فرشتہ یا کسی رسول وپیغمبر کو بھی نہیں دیا، البتہ قرآن و احادیث میں قُربِ قیامت کی علامات کو ذکر کیا گیا

ہے جنہیں پڑھ کر خوفِ خدا، تقوی اور فکرِ آخرت جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں، انھیں مقاصدِ عُظمیٰ کو سامنے رکھتے ہوئے محترم ومکرم مولانا امان احمد صاحب قاسمی زید مجدہ وتَقَبَّلَ اللہُ سَعْیَہ نے اپنی کتاب " قیامت اور اس کی علامت " کو دلائل کی روشنی میں بڑی ترتیب سے جمع فرما دیا ہے، کتاب کے عناوین و مضامین نیز ان کے قیمتی مآخذ اور مجموعے کے عمدہ مواد کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی تالیف اور ترتیب میں مرتب نے خونِ جگر سے کام لیا ہے اور دسیوں کُتُب کی چھان پھٹک کی ہے، نیز قیامت اور اس کی علامات کے سلسلے میں اسلامی ذخیرے سے خوشہ خوشہ چُن کر ایک خرِمَن تیار کر دیا ہے جس سے ملت، ان شاء اللہ صبحِ قیامت تک مستفید ہوتی رہے گی، یہ کتاب ہر خاص وعام کے دیکھنے کے لائق ہے، مؤلف مدظلہ کی جدوجہد اس سلسلے میں لائقِ ستائش ہے، آخر میں اللہ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت سے نواز کر ہر خاص وعام کے لئے مفید سے مفید تر بنائیں، اور مؤلف مدظلہ سے اپنے دین کے دیگر کام اپنی مرضیات پر چلا کر لیں، آمین!

بندہ محمد اسحاق عبد الرزاق پٹیل

خادم تدریس دار العلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ، رائے گڑھ

۲۵ / جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدُ:
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُوْرِ (سورۂ حج: ۷)
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ» (بخاري ۰)

قیامت کا عقیدہ مذہبِ اسلام کا ایسا اہم و بنیادی عقیدہ ہے کہ جس پر اسلام کے بہت سے دوسرے عقیدوں کی بنیاد قائم ہے، جس کے وقوع اور جس کی کیفیت و ہولناکیوں کے ذکر و بیان سے آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ پُر ہیں، جس کا آنا برحق ہے، جس میں ذرّہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں، جس پر ایمان و یقین کے بغیر کوئی شخص مؤمن و مسلمان ہو ہی نہیں سکتا، جس کے برپا ہوتے ہی یہ دنیائے دَنِی و فانی معدوم اور ختم ہو جائے گی اور ایک باقی لافانی، سَرمدی و جاودانی آخرت کا دور شروع ہو جائے گا، جس کے وقوع کے بعد تمام اوّلین و آخرین زندہ کرکے اپنے خالق و مالک مولیٰ کی بارگاہ اور اس کی عدالتِ عُظمیٰ و عالیہ میں پیش کیے جائیں گے جہاں وہ ہر جن و بشر کے اچھے اور بُرے عمل کی پوری پوری جزا و سزا جنت و دوزخ کی شکل میں عطا کرے گا، لیکن یہ قیامت کب برپا ہوگی اس کا بالتَّعیِین اور یقینی علم حکمتِ الٰہی کے تحت تمام بندوں سے مخفی و پوشیدہ رکھا گیا ہے. جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (سورۂ طہٰ:۱۵) یقین رکھو کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، میں اس کے وقت کو خُفیہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ ملے۔

اس لئے اس کا قطعی اور متعین وقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں حتّٰی کہ اسرافیل علیہ السلام جو صور پھونکنے پر مامور ہیں وہ بھی نہیں جانتے بلکہ خاتمُ الانبیاء سیّدُ المرسَلین صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کو علمِ اوّلین و آخرِین عطا کیا گیا ہے وہ بھی نہیں جانتے تھے جیسا کہ قرآن کریم کا بیان ہے: قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (سورۂ اعراف: ۱۸۷) اے رسول! وہ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی کہہ دو کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے وہی اسے اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا، کوئی اور نہیں، وہ آسمانوں اور زمین میں بڑی بھاری چیز ہے، جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آجائے گی۔

اور جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سوال فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ (کہ مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے!) کے جواب میں آپ صلی علیہ وسلم نے فرمایا تھا مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ (کہ جس سے قیامت کے متعلق پوچھا جارہا ہے وہ اس کے متعلق پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔) (مسلم / ۸)

یعنی قیامت کے عدمِ علم کے بابت سائل اور مسؤل عنہ دونوں برابر ہیں کہ دونوں کو اس کے وقتِ وقوع کا بالتعیین علم نہیں۔

ہاں! البتہ قیامت کی چھوٹی، بڑی، قریبہ، بعیدہ اور متوسطہ بہت سی علامتیں بیان کر دی گئی ہیں جس سے اس کے وقوع کے قُرب و نزدیک ہونے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کچھ بڑی علامتوں کا ذکر تو خود قرآن کریم میں موجود ہے جیسے کہ دُخَان یعنی دھواں اور دَابَّۃُ الاَرْض یعنی زمین سے نکلنے والا جانور اور احادیثِ رَسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی علامات بالتفصیل بیان کی گئی ہیں، کتابِ ہذا اُنھیں سب علامتوں سے امتِ مُسلِمہ کو واقف کرانے کے لئے لکھی گئی ہے، چونکہ یہ کتاب دو

بابوں پر مشتمل ہے بابِ اوّل قیامت کے بیان میں، بابِ دوم علاماتِ قیامت کے بیان میں اس لئے اس کا نام قیامت اور اس کی علامت تجویز کیا گیا ہے، بابِ دوم میں دو فصلیں ہیں، فصلِ اَوّل، علاماتِ صُغریٰ میں اور فصلِ ثانی، علاماتِ کُبریٰ میں، اس کتاب کے اکثر مَضامین اَشْرَاطُ السَّاعَة (مُصَنَّفَہ یوسف بنِ عبداللہ یوسف الوابل) اور اَلاِشَاعَةُ لِاِشْرَاطِ السَّاعَة (مُصَنّفَہ محمد بن رسول اَلْبرْزَنْجِی) نامی کتابوں سے ماخوذ ہیں، دعا ہے کہ اللہ رب العزت کتابِ ہذا کو شرفِ قبُولیت سے نوازیں اور اس کے نفع کو عام وتام فرمائیں، اٰمِیْن! یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن!

بندہ امان احمد قاسمی صدیقی

خادم مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ، رائے گڈھ، نیو ممبئی،

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ

بابِ اوّل قیامت کے بیان میں

لفظِ قیامت کی لُغوِی و شرعی تحقیق

قیامت مصدر ہے جس کے معنیٰ ہیں قائم ہونا اور اصطلاحِ شرع میں قیامت نام ہے اس شدید و بھیانک زلزلے اور اس جاں کاہ وجاں گداز ہنگامے کا جو اللہ رب العزت کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے پر برپا ہو گا، جس کے سبب یہ فانی دنیا زیروزبر اور موجودہ نظامِ کائنات درہم وبرہم ہو کر ختم ہو جائے گا۔ اور ایک دوسری دائمی و باقی دنیا یعنی آخرت کا آغاز اور ایک نئے لافانی وجاودانی نظام کی شروعات ہوگی، تمام اولین و آخرین زندہ کر کے حساب و کتاب کے لیے اپنے خالق و مالک مولیٰ کی بارگاہِ عالی میں پیش کیے جائیں گے تاکہ وہ ان کا حساب لے کر ہر ایک کے اچھے برے دنیوی اعمال کا بدلہ جنت اور دوزخ کی شکل میں عطا کر دے۔

قیامت کی وَجہِ تَسمِیَہ

قیامت کے معنی ہیں قائم ہونا اور کھڑا ہونا چونکہ اس دن تمام مردے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اس لیے اس کو قیامت کہتے ہیں۔

قیامت کے متعدد نام

قیامت چوں کہ ایک عظیمُ الشان و انتہائی مہتم بالشان چیز ہے اور باعتبارِ ظہور مختلف و گوناگوں احوال و کیفیات کی حامل ہے اور اپنے اندر بے شمار تغیُّر و انقلابات کو لئے ہوئے ہے اس لئے قرآنِ کریم میں اس کو متعدد اور مختلف ناموں کے ساتھ ذکر

کیا گیا ہے مثلاً اَلسَّاعَۃ ، یومُ البَعث (دوبارہ زندہ ہونے کا دن)، یومُ الدِین (بدلے کا دن)، یومُ الحَشر (جمع ہونے کا دن)، یومُ الآخِرۃ (آخرت کا دن)، یومِ التَّناد (پکار کا دن)، یومٌ عَظِیم (بہت بڑا دن)، یومٌ عَسِیر (سخت مشکل دن)، یومُ الحَسرَۃ (حسرت وافسوس کا دن)، دارُ القَرَار (ٹھرنے کا گھر)، یومُ الفَصل (فیصلے کا دن)، یومُ الجَمع (اکٹھا ہونے کا دن)، یومُ الحِساب (حساب کتاب کا دن)، یومُ الوَعید (وعید کا دن)، یومُ الخُلود (ہمیشگی کا دن)، یومُ الخُروج (نکلنے کا دن)، الوَاقِعَۃ (واقع ہونے والی)، الحَاقَّۃ (ایک بڑی حقیقت والی)، الطَّامَّۃُ الکُبری (بڑا ہنگامہ)، الصَاخَّۃ (بہرا کر دینے والی)، الآزِفَۃ (قریب آنے والی)، القَارِعَۃ (کھڑ کھڑانے والی) وغیرہ۔

لیکن قیامت دیگر تمام ناموں کے مقابلے میں "اَلسّاعَۃُ" کے نام سے قرآن کریم میں زیادہ مذکور ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معنی اور قیامت کو "اَلسَّاعَۃ" کہنے کی وجہ بھی بیان کر دی جائے۔

الساعۃ: لغت میں "سَاعَۃٌ" کے معنیٰ لمحہ اور گھڑی کے ہیں خواہ وہ دن کی گھڑی ہو یا رات کی۔

اور اصطلاحِ شرع میں سَاعَۃٌ سے مراد وہ گھڑی ہے جس میں قیامت برپا ہو گی۔

وَجہِ تَسمِیَۃ (ا) قیامت کو ساعَۃٌ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کا وقت چونکہ مُبہم و پوشیدہ ہے کسی بھی لمحہ و گھڑی اس کا وُقُوع ہو سکتا ہے جس میں ساری مخلوقات ایک ہی چیخ پر ایک ہی گھڑی میں مر جائے گی اور پھر دوبارہ ایک ہی چیخ اور ایک ہی پھونک پر حساب کتاب کے لئے زندہ ہو کر کھڑی ہو جائے گی اسلئے اس کو سَاعَۃ کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ (سورۃ النازعات ۱۴-۱۳) " حقیقت تو یہ ہے کہ وہ بس ایک زور کی آواز ہو گی جس کے بعد وہ اچانک ایک کھلے میدان میں ہوں گے " ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ ینظرون (سورہ

زمر ۶۸)"پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

(۲) قیامت کو سَاعَة کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت چونکہ آناً فاناً، لمحہ و گھڑی میں برپا ہو گی جیسا کہ قرآن کا بیان ہے "وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَب (النحل ۷۷)"اور قیامت کا معاملہ آنکھ جھپکنے سے زیادہ نہیں ہو گا بلکہ اس سے بھی جلدی"، اور حدیث پاک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ اَحَدُكُمْ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلا يَطْعَمُهَا" (بخاری:۶۵۰۶) کہ قیامت اتنے سے وقت میں قائم ہو جائے گی کہ آدمی اپنے منہ کی طرف لقمہ اٹھایا ہو گا مگر اس کو کھا نہ سکے گا۔

(۳) قیامت کو "سَاعَةٌ" کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس دن ایک ہی ساتھ اور ایک ہی گھڑی میں سب لوگوں کا حساب لے لیا جائے گا۔

قیامت کی قسمیں

قیامت کی تین قسمیں ہیں: (۱) قیامتِ صُغریٰ (۲) قیامتِ وُسطیٰ (۳) قیامتِ کُبریٰ

قیامتِ صغریٰ: یہ ہر انسان کی اپنی موت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ" (حلیۃ الاولیاء) کہ جو مر گیا گویا اس کی قیامت قائم ہو گئی کیونکہ آدمی مرتے ہی عالَمِ آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔

قیامتِ وُسطیٰ: ایک قرن اور ایک زمانہ کے لوگوں کی موت کو قیامتِ وُسطیٰ کہتے ہیں۔

قیامتِ کُبریٰ: وہ بھیانک وخوفناک ہنگامہ ہے جو حضرت اسرافیل علیہ السلام کے

صور پھونکنے پر برپا ہوگا اور وہ عظیمُ الشان دن ہے جس میں تمام لوگ حساب و کتاب کے واسطے اپنی اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اٹھیں گے۔

قرآنِ کریم میں جہاں کہیں "قیامت" اور "اَلسَّاعَۃ" کا ذکر آیا ہے اس سے یہی قیامتِ کبریٰ مراد ہے۔

قیامت کا علم کسی کو نہیں

قیامت کب آئے گی متعین طور پر اس کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں، علمِ قیامت سِرٌّ مِنْ اَسْرَارِ اللہ یعنی اللہ تعالی کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور ان عُلُومِ غَیب میں سے ہے جن کو اللہ رب العزت نے اپنے لیے خاص کر رکھا ہے، جس پر نہ تو کوئی مَلَکِ مُقَرَّب مُطّلع ہے اور نہ ہی کوئی نبیِ مُرسَل حتیٰ کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو صور پھونکنے پر مامور اور متعین ہیں وہ بھی نہیں جانتے، بلکہ سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پتہ نہیں تھا۔

چنانچہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت قیامت اور اس کی ہولناکیوں کو بیان فرماتے تھے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے وقت کے متعلق سوال کرتے کہ وہ کب آئے گی تو آپ ان کو جواب دیتے کہ قیامت کا وقت ایک غَیب کی بات ہے جس کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا جیسا کہ مسلم شریف میں ہے

عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِشَهْرٍ: «تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ؟، وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ (مسلم / ۲۵۳۸) کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کے (وقت کے) متعلق پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

اور آیاتِ قرآنیہ بھی لوگوں کے سامنے یہ واضح کرنے کے لئے اترتی تھیں کہ قیامت کا علم، ایسا علم ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنے لئے مُختَصّ وخاص کر رکھا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

(۱) یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (اعراف:۱۸۷)

اے رسول! تم سے لوگ قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہو گی کہہ دو کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے وہی اسے اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا کوئی اور نہیں وہ آسمان و زمین میں بڑی بھاری چیز ہے، جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آجائے گی، یہ لوگ تم سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے کہ تم نے اس کی پوری تحقیق کر رکھی ہے، کہہ دو کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

۲) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (سورۂ لقمان ۳۴) یقیناً قیامت کی گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

۳) یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا (سورۂ احزاب ۶۳) تجھ سے لوگ قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دیجئے اس کا علم اللہ کے پاس ہے اور تجھے کیا پتہ ہو سکتا ہے کہ وہ قریب ہی ہو۔

۴) یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (سورۂ نازعات ۴۲)

یہ لوگ تم سے قیامت کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہو گی تمہارا یہ بات یہاں کرنے سے کیا کام؟ اس کا علم تو تمہارے پروردگار پر ختم ہے۔

اور حدیثِ جبرئیل میں ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا "أَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ" کہ مجھے قیامت کے متعلق بتائے کہ وہ کب آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" کہ قیامت کے متعلق جس سے پوچھا جارہا ہے وہ اس کے بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا یعنی وقوعِ قیامت سے عدمِ واقفیت میں سائل اور مسئول عنہ دونوں برابر ہیں۔

واضح رہے جس طرح بالتعیین وقوعِ قیامت کا کسی کو علم نہیں اسی طرح اس کی علامتیں کب ظاہر ہوں گی یہ بھی متعین طور پر کسی کو معلوم نہیں ہے

پس کسی شخص کا وقوعِ قیامت کا کوئی سَن اور ماہ بیان کرنا یا اس کی علامت کے ظہور کا دن و تاریخ متعین کرنا صحیح نہیں ہے، یا یہ گمان کرنا کہ حضور اقدس صلی وسلم کو وقتِ قیامت کا علم تھا یہ بھی سراسر نادانی اور جہالت کی بات ہے اور قرآن و حدیث کے بیان کے خلاف ہے۔

سوال: حدیثِ پاک میں تو مذکور ہے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی تو کیا یہ تعیین نہیں ہے؟ جیسا کہ سننِ ابی داود میں ہے خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُهْبِطَ، وَفِيهِ تِيبَ عَلَيْهِ، وَفِيهِ مَاتَ، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ، وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ مُسِيخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، مِنْ حِينَ تُصْبِحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ، إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ (سنن ابی داود:۱۰۴۶)

سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہو جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن (زمین پر) اتارے گئے اور اسی دن ان کی توبہ قبول کی گئی اور اسی دن ان کی وفات ہوئی اور اسی دن میں قیامت قائم ہو گی اور جمعہ کے دن صبح ہوتی ہے تو تمام جانور قیامت کے ڈر سے کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو

جائے، سوائے جِنّاتوں اور انسانوں کے۔

جواب: اِس کو تعیین بالکل نہیں کہتے، حدیثِ مذکور میں صرف جمعہ کے دن کا ذکر ہے لیکن وہ کونسا جمعہ ہوگا یہ مذکور نہیں، دن کے ساتھ نہ توسَنِ وسال کا ذکر ہے اور نہ ہی مہینے اور ہفتے کا اور کسی چیز کے وقت کی تعیین صرف دن کے ذکر سے ہرگز نہیں ہوتی۔

قیامت اور وقتِ موت کو مخفی رکھنے کی حکمت

سوال: قیامتِ کبریٰ اور قیامتِ صغریٰ یعنی موت کے وقت و تاریخ کو مخفی و پوشیدہ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اس کی اصل حکمت تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ہاں! البتہ اہلِ علم نے اس کی ایک حکمت یہ بیان فرمائی ہے تاکہ لوگ اپنے اپنے عمل و سعی میں لگے رہیں، اپنی شخصی قیامت یعنی موت اور پورے عالَم کی قیامت یعنی حشر کے دن کو دور سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھے غافل نہ بیٹھے رہیں۔ (روح المعانی)

اور اگر لوگوں کو موت یا قیامت کا متعین وقت معلوم ہو جاتا تو معصیت اور گناہ میں مبتلا رہتے پھر وقت سے کچھ پہلے توبہ و استغفار کر لیتے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت اور وقت موت کو مخفی رکھ دیا ہے تاکہ بندے ہمہ وقت ڈرتے رہیں گناہوں سے بچتے رہیں اور ہر وقت موت کی تیاری میں مشغول رہیں۔

قیامت کی ہولناکی قرآن کی زبانی

آیت (۱) قال اللہ تعالیٰ: وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ کہ قیامت بڑی سخت اور بڑی ناگوار چیز ہے۔

۲)یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَی النَّاسَ سُكٰرٰی وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰی وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ۝ (سورۂ حج)

اے لوگو! اپنے پروردگار کے غضب سے ڈرو یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے جس دن وہ تمہیں نظر آجائے گا اس دن ہر دودھ پلانے والی اس بچے تک کو بھول بیٹھے گی جس کو اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا بیٹھے گی اور لوگ تمہیں یوں نظر آئیں گے کہ وہ نشے میں بدحواس ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہو گا۔

۳)اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۝ یَوْمَىٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (سورۂ زلزلہ)

جب زمین اپنے بھونچال سے جھنجوڑ دی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے اس دن زمین اپنی ساری خبریں بتا دے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اسے یہی حکم دیا ہو گا اس روز لوگ مختلف ٹولیوں میں واپس ہوں گے تاکہ ان کے اعمال انہیں دکھا دیے جائیں چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہو گی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھے گا۔

۴)اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۝ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ۝ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ۝ نَارٌ حَامِیَةٌ ۝ (سورۂ قارعہ)

یاد کر وہ واقعہ جو دل دہلا کر رکھ دے گا کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ ؟ اور تمھیں کیا معلوم وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے ؟ جس دن سارے لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے اب جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے تو وہ من پسند زندگی میں ہو گا اور جس کے پلڑے ہلکے ہونگے تو اس کا ٹھکانہ ایک گہرا گڑھا ہو گا۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ ھاویہ کیا ہے وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

۵) وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ (سورۂ طہ)

اور لوگ تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا بنے گا ؟) جواب میں کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار ان کو دھول کی طرح اڑا دے گا۔ اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ کہ اس میں تمھیں نہ کوئی بَل نظر آئے گا، نہ کوئی ابھار۔ اس دن سب کے سب منادی کے پیچھے اس طرح چلے آئیں گے کہ اس کے سامنے کوئی ٹیڑھ نہیں دکھا سکیں گے۔ اور خدائے رحمن کے آگے تمام آوازیں دب کر رہ جائیں گی، چنانچہ تمھیں پاؤں کی سَرسَراہٹ کے سوا کچھ سنائی نہیں دے گا۔ اس دن کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی، سوائے اس شخص (کی سفارش) کے جسے خدائے رحمن نے اجازت دے دی ہو، اور جس کے بولنے پر وہ راضی ہو۔

۶) فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ

الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾ (سورۂ نازعات)

پھر جب وہ سب سے بڑا ہنگامہ برپا ہو گا۔ جس دن انسان اپنا سارا کیا دھرا یاد کرے گا۔ اور دوزخ ہر دیکھنے والے کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی۔ تو وہ جس نے سر کشی کی تھی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی۔ تو دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہو گی۔ لیکن وہ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا تھا اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکتا تھا۔ تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہو گی۔ یہ لوگ تم سے قیامت کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہو گی؟ تمہارا یہ بات بیان کرنے میں کیا کام؟ اس کا علم تو تمہارے پروردگار پر ختم ہے۔ جو شخص اس سے ڈرتا ہو، تم تو صرف اس کو خبر دار کرنے والے ہو۔ جس دن یہ اس کو دیکھ لیں گے، اس دن انہیں ایسا معلوم ہو گا جیسے وہ (دنیا میں یا قبر میں) ایک شام یا ایک صبح سے زیادہ نہیں رہے۔

(۷) فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ (سورۂ عبس)

آخر جب وہ کان پھاڑنے والی آواز آ ہی جائے گی۔ (اس وقت اس ناشکری کی حقیقت پتہ چل جائے گی) یہ اس دن ہو گا جب انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا۔ اور اپنے ماں باپ سے بھی۔ اور اپنے بیوی بچوں سے بھی۔ (کیونکہ) ان میں سے ہر ایک کو اس دن اپنی ایسی فکر پڑی ہو گی کہ اسے دوسروں کا ہوش نہیں ہو گا۔ اس روز کتنے

چہرے تو چمکتے دمکتے ہوں گے۔ ہنستے، خوشی مناتے ہوئے۔ اور کتنے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر خاک پڑی ہو گی۔

(۸) اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶ (سورۃ واقعہ)

جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا۔ تو اس کے پیش آنے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہو گا۔ وہ ایک تہ وبالا کرنے والی چیز ہو گی۔ جب زمین ایک بھونچال سے جھنجوڑ دی جائے گی۔ اور پہاڑوں کو پیس کر چورا کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ بکھرا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے۔

(۹) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝۵ (انفطار)

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔ اور جب سمندروں کو اُبال دیا جائے گا / جب سمندر بہ پڑیں گے، اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔ اس وقت ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔

۱۰) اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝۱۴ (تکویر)

جب سورج بے نور کر دیا جائے گا۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے۔ اور جب پہاڑوں کو چلا دیا جائے گا۔ اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیوں کو بھی بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔ اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ اور جب سمندروں

کو بھڑکایا جائے گا۔ اور جب لوگوں کے جوڑے جوڑے بنا دئے جائیں گے۔ اور جس بچی کو زندہ قبر میں گاڑ دیا گیا تھا، اس سے پوچھا جائے گا۔ کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا؟ اور جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے۔ اور جب آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا۔ اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب کر دی جائے گی۔ تو اس وقت ہر شخص کو اپنا سارا کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔

۱۱)كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝۲۱ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝۲۲ وَ جِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝۲۳ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۝۲۴ فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۝۲۵ وَّ لَا یُوْثِقُ وَ ثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ۝۲۶ (سورۂ فجر)

ہر گز ایسا نہیں چاہیے۔ جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ اور تمہارا پروردگار اور قطاریں باندھے ہوئے فرشتے (میدان حشر میں) آئیں گے۔ اور اس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا، تو اس دن انسان کو سمجھ آئے گی اور اس وقت سمجھ آنے کا موقع کہاں ہو گا؟ وہ کہے گا کہ: کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ آگے بھیج دیا ہوتا۔ پھر اس دن اللہ کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہیں ہو گا۔ اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑنے والا ہو گا۔

۱۲۔اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۲ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳ وَ اَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَ تَخَلَّتْ ۝۴ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۵ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۝۶

جب آسمان پھٹ پڑے گا اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گا اور اس پر لازم ہے کہ یہی کرے اور جب زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور اس کے اندر جو کچھ ہے وہ اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گی اور اس پر لازم ہے کہ یہی کرے اس وقت انسان کو اپنا انجام معلوم ہو جائے گا،

اے انسان! تو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مسلسل کسی محنت میں لگا رہے گا یہاں تک کہ اس سے جا ملے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ؛فَلْيَقْرَأْ: {إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ} وَ {إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ} وَ {إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ}۔أخرجه الترمذي (۳۳۳۳)

جو یہ چاہتا ہو کہ قیامت کا آنکھوں سے دیکھنے جیسا حال دیکھے تو چاہیے کہ وہ اذا الشمس کورت، اذا السماء انفطرت اور اذا السماء انشقت پڑھ لے،

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ و {عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ} و {إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ}''۔کہ مجھ کو ھود، واقعہ، مرسلات عم یتسائلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔(ترمذی:۳۲۹۷)

اور حدیث پاک میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا تذکرہ فرماتے تو: احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ كَأَنَّهُ نَذِيرُ جَيْشٍ يَقُولُ: صَبَّحَكُمْ مَسَّاكُمْ (سنن نسائی:۱۵۷۸) آپ کا چہرۂ انور سرخ ہو جاتا اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا گویا کہ آپ کسی بڑے لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح یا شام کے وقت حملہ آور ہونے والا ہو۔

قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر کچھ قرآنی دلائل

کفار و مشرکین قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب کتاب

وغیرہ کے منکر تھے اور ان سب باتوں کو وہ عقل و قیاس سے بعید تر سمجھتے تھے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: أَإِذامِتْناوَكُنَّا تُراباً وَعِظاماً أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ کہ بھلا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی کی صورت اختیار کر لیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟

اور إِنْ هِيَ إِلاَّ حَياتُنَا الدُّنْيا نَمُوتُ وَنَحْيا وَما نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ زندگی تو اس دنیوی زندگی کے سوا کوئی اور نہیں ہے، (یہیں) ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جاسکتا۔

اس لیے قرآن کریم میں قیامت، یومِ آخرت، بعث بعدَ الموت، حساب کتاب اور جزا و ثواب کے اثبات اور اس پر ایمان لانے پر بڑی تاکید و اہتمام کے ساتھ زور دیا گیا ہے اور اس کے منکرین پر سخت نکیر کی گئی ہے۔ اور دردناک عذاب و سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

۱: وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (سورۂ حج :۷) اور یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، جس میں کوئی شک نہیں، اور بیشک اللہ ان سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔

۲: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ (سورۃ ق:۲۰) اور صور پھونکا جانے والا ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جس سے ڈرایا جاتا تھا۔

۳: هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (سورۃ الصافات:۲۱) (جی ہاں) یہی وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

۴: عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ (سورۃ النبأ)

یہ (کافر) لوگ کس چیز کے بارے میں سوالات کر رہے ہیں؟ اس زبردست

واقعے کے بارے میں جس میں خود ان کی باتیں مختلف ہیں۔ خبر دار! انہیں بہت جلد پتہ لگ جائے گا۔ دوبارہ خبر دار! انہیں بہت جلد پتہ لگ جائے گا۔

۵: قُلۡ بَلٰی وَ رَبِّیۡ لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیۡرٌ (سورۃ التغابن:۷) کہہ دو: کیوں نہیں؟ میرے پروردگار کی قسم! تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا، پھر تمہیں بتایا جائے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا تھا، اور یہ اللہ کے لیے معمولی سی بات ہے۔

(۶) وَلَقَدۡ جِئۡتُمُونَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقۡنَاكُمۡ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكۡتُمۡ مَا خَوَّلۡنَاكُمۡ وَرَاءَ ظُهُورِكُمۡ (سورۂ انعام:۹۴) (پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ) تم ہمارے پاس اسی طرح تنِ تنہا آگئے ہو جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اور جو کچھ ہم نے تمہیں بخشا تھا وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

(۷) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمۡ (سورۃ الحج:۵) اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں کچھ شک ہے تو (ذرا سوچو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر ایک گوشت کے لوتھڑے سے جو (کبھی) پورا بن جاتا ہے، اور (کبھی) پورا نہیں بنتا تاکہ ہم تمہارے لیے (تمہاری) حقیقت کھول کر بتا دیں،

۸) وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیۡمٌ قُلۡ یُحۡیِیۡهَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمٌ (سورۃ یس ۷۸) ہمارے بارے میں تو وہ باتیں بناتا ہے، اور خود اپنی پیدائش کو بھلا بیٹھا ہے، کہتا ہے کہ: ان ہڈیوں کو کون زندگی دے گا جبکہ وہ گل چکی ہوں گی؟ کہہ دو کہ ان کو وہی زندگی دے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ پیدا کرنے کا ہر کام جانتا ہے۔

فائدہ: بھلا جو ذات انسانوں کو مختلف مراحل و مدارج سے گذار کر پیدا کر سکتی ہے کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ عقلاً تو دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

۹) وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَأَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورۃ الحج:٦)

اور تم دیکھتے ہو کہ زمین مرجھائی ہوئی پڑی ہے، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ حرکت میں آتی ہے، اس میں بڑھوتری ہوتی ہے، اور وہ ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگاتی ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی کا وجود برحق ہے، اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے، اور وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

فائدہ: پس کیا اللہ رب العزت کا بارش کے ذریعے مردہ زمینوں کو زندہ کر دینا اور اس میں نباتات کا ظاہر کر دینا اس کے مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینے اور قیامت کے برپا کر دینے پر قادر ہونے کی دلیل نہیں ہے؟ ضرور ہے۔

۱۰) اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورۃ یٰس:۸۱،۸۲)

بھلا جس ذات نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو (دوبارہ) پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں؟ جبکہ وہ سب کچھ پیدا کرنے کی پوری مہارت رکھتا ہے۔ اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ: ہو جا۔ بس وہ ہو جاتی ہے۔

فائدہ: تو بھلا کیا اتنے بڑے آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اس سے بہت چھوٹے

انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ حالانکہ انسان کی تخلیق اور اس کے اعادہ کے مقابلہ میں آسمان و زمین کی تخلیق اور پیدائش زیادہ بھاری کام ہے جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

(۱۱) لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورۂ غافر:۵۷)

یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے، لیکن اکثر لوگ (اتنی سی بات) نہیں سمجھتے۔

تنبیہ: خیال رہے کہ آسمان وزمین کی تخلیق و پیدائش کو جو انسانوں کی تخلیق اور پیدائش سے بھاری اور بڑا کہا گیا ہے وہ مخاطبین اور انسانوں کے اعتبار سے کہا گیا ہے ورنہ قادر مطلق خدا تعالی کے نزدیک تو ہر چیز کی تخلیق آسان سے آسان تر ہونے میں مساوی و برابر ہے۔

فائدہ: اللہ رب العزت حکیم ہیں اور حکیم ذات لوگوں کو نہ بیکار پیدا کرتی ہے اور نہ بیکار چھوڑتی ہے، کیا اللہ رب العزت نے انسانوں کو پیدا کرکے شُتر بے مہار چھوڑ دیا ہے کہ وہ نہ کسی امر و نہی کے پابند ہیں اور نہ انہیں اپنے عملوں کی کچھ جزا و سزا ملے گی؟ ایسا ہر گز نہیں جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (۱۱۵) فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ (یوروالمؤمنون:۱۱۶)

بھلا کیا تم یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے مقصد پیدا کر دیا، ، اور تمہیں واپس ہمارے پاس نہیں لایا جائے گا؟

غرض بہت اونچی شان ہے اللہ کی جو صحیح معنی میں بادشاہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزت والے عرش کا مالک ہے۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ (سورۃ الدخان:۳۸)
اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں بے فائدہ کھیل کرنے کے لیے پیدا نہیں کر دی ہیں۔

فائدہ: بلکہ قیامت ضرور آئے گی، لوگ ضرور بالضرور اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، ہر ایک کو اس کے عملِ دنیوی کا بدلہ مل کر رہے گا، مومنین انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے، منکرین و معاندین پابزنجیر منہ کے بل گھسیٹ کر آتشِ سوزاں و بریاں میں پھینک دیئے جائیں گے۔

قیامت کی ضرورت

اگر قیامت برپا نہ ہوتی اور دنیا کا یہ موجودہ نظام توڑ پھوڑ کر دوسرے نظام میں تبدیل نہ کیا جاتا تو منکرین خدا، دہریوں وغیرہ کے اس قولِ باطل کی تائید ہوتی کہ مادّہ ایک دائمی اور غیر فانی شی ہے جس کو کسی اور شے میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا اور دنیا قدیم غَیْرُ مَسْبُوق بِالعَدَم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔
اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ خدا اس دنیا کو بنا تو سکتا ہے لیکن بنانے کے بعد اب اسے توڑ اور ختم نہیں کر سکتا، پس وقوعِ قیامت سے یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ خدا حَیّ و قَیُّوم کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے وہ مادّہ کو قُوّت میں اور قوت کو مادہ میں تبدیل کر سکتا ہے، جب تک وہ اس مادی دنیا کو قائم رکھے ہوئے ہے اسی وقت تک قائم ہے اور جو نہی وہ اسے قوت میں تبدیل کرنا چاہے ایک اشارے سے تبدیل کر سکتا ہے، اور اس کا صرف ایک اشارہ ہی اس کے لئے کافی ہے کہ یہ دنیا دوبارہ ایک دوسری شکل میں پیدا ہوجائے گی جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:
یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورۃ

ابراہیم) اس دن جب یہ زمین ایک دوسری زمین سے بدل دی جائے گی، اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے) اور سب کے سب خدائے واحد وقہّار کے سامنے پیش ہوں گے۔

وَ مَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ (سورۂ قمر:۵۰)

اور ہمارا حکم بس ایک ہی مرتبہ آنکھ جھپکنے کی طرح (پورا) ہو جاتا ہے۔

قیامت کا قیام عقلاً بھی ضروری ہے

دنیا میں بہت ظالم و بدکار اور مجرم ہیں جو ہر طرح راحت و آرام سے ہیں اور بہت سے نیکوکار، صالح و پرہیزگار ہیں جو ظالموں کے ظلم کا شکار ہیں، بہت سے چرب زبان ہیں جو اپنی چرب زبانی سے دوسروں کا حق مار لیتے ہیں اور بہت سے شہزور و طاقتور ایسے ہیں جو اپنی شہ زوری و طاقت کے بل بوتے دوسروں کا مال و زر ہڑپ لیتے ہیں پس عقلاً ضروری ہے کہ اس عالمِ دنیا کے علاوہ کوئی اور عالم ہو کہ جس میں صالح اور طالح، شقی، وسعید، ظالم و مظلوم، مجرم و شاہ کا فرق واضح ہو، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ ہو، ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا ملے اور مظلوموں کو ان کا حق دلایا جائے، اور سارے انسانوں کو ان کے اچھے برے عملوں کی جزا و سزا دی جائے اور خالقِ کائنات و ربُّ العالمین کی شانِ عدل و شانِ انصاف ظاہر ہو انھیں سب مقاصد کیلئے قیامت قائم ہوگی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (سورۂ فاتحہ:۳) وہ حساب کے دن کا مالک ہے۔

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (سورۂ انبیاء:۴۷)

اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازویں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی،

چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہو گا۔ اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا، تو ہم اسے سامنے لے آئیں گے، اور حساب لینے کے لیے ہم کافی ہیں۔

اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (غافر۱۷) آج کے دن ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا آج کوئی ظلم نہیں ہو گا۔ یقیناً اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

قیامت قریب ہے

قیامت کب آئے گی اگرچہ یہ کسی کو معلوم نہیں لیکن آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ اس کے قریب و نزدیک ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دنیا کی عمر کا زیادہ حصہ تو گزر چکا ہے صرف اس کا تھوڑا سا ہی حصہ بچا ہے، دنیا اپنے آخری دور سے گزر رہی ہے اور ہم اس کے آخری دور میں جی رہے ہیں، اور بکثرت اسکی علامتوں کا ظہور اور دن بدن اس میں اضافہ لوگوں کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ دارُ العمل ختم اور دارُ الجزاء شروع ہونے ہی کو ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (سورۂ انبیاء:۱) لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آپہنچا ہے، اور وہ ہیں کہ غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا (سورۂ اَحزاب :۶۳) لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ اور تمھیں کیا پتہ شاید قیامت قریب ہی آگئی ہو۔

فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا

جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ (سورۂ محمد ۱۸) اب کیا یہ (کافر) لوگ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ یکایک ان پر آن پڑے؟ (اگر ایسا ہے) تو اس کی علامتیں تو آچکی ہیں۔ پھر جب وہ آہی جائے گی تو اس وقت ان کے لیے نصیحت ماننے کا موقع کہاں سے آئے گا؟

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورۂ قمر:۱) قیامت قریب آلگی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ هَكَذَا وَيُشِيرُ بِإِصْبَعَيْهِ فَيَمُدُّ بِهِمَا (بخاری:۶۵۰۳) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح آگے پیچھے بھیجے گئے ہیں اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کی طرف اشارہ کیا پھر اسے دراز کیا۔

و قال علیه الصلاة و السلام: إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الأُمَمِ، مَا بَيْنَ صَلَاةِ العَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ (بخاري:۳۴۵۹) کہ تمہاری مدت امم سابقہ کی مدت کے مقابلہ میں اتنی ہے جتنا کہ عصر و مغرب کے درمیان (کا وقت ہوتا ہے)

و قال: بُعِثْتُ فِي نَفَسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هَذِهِ هَذِهِ» لِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالوُسْطَى (ترمذي:۲۲۱۳) وفي رواية: في نسم الساعة کہ میں قیامت کی ابتدا اور بالکل اس کے اوائل و شروعات میں بھیجا گیا ہوں پس میں قیامت سے صرف اس قدر آگے ہوں جتنا کہ یہ بیچ والی انگلی اس شہادت والی انگلی سے آگے ہے۔

اور عبد اللہ بن عمر رضی الله عنه فرماتے ہیں: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ عَلَى قُعَيْقِعَانِ، فَقَالَ: " مَا أَعْمَارُكُمْ فِي أَعْمَارِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ إِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ هَذَا النَّهَارِ فِيمَا مَضَى مِنْهُ ". هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، (أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ:۱۸۶) کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور سورج عصر کے بعد قُعیقعان پہاڑی پر تھا، پس آپ نے فرمایا تمہاری عمریں

تو گذشتہ امتوں کی عمروں کے مقابلے میں بس ایسی ہے ہیں جیسے کہ دن کا یہ بچا ہوا حصہ اس کے گذرے ہوئے کے مقابلہ میں۔

سوال: اوپر ذکر کی ہوئی آیات واحادیث کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اب تک قیامت آچکی ہوتی حالاں کہ چودہ سو سال سے بھی زیادہ کا عرصہ بیت گیا لیکن ابھی تک قیامت نہیں آئی؟

جواب(۱) **كُلُّ ما اٰتٍ فَهُوَ قَرِيبٌ** ہر آنے والی چیز خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو قریب ہی کہلاتی ہے.

جواب(۲) قُرب و بُعد ایک اضافی و نسبتی شئ ہے ایک چیز اپنے سے دور شئ کے اعتبار سے قریب اور قریبی شئ کے اعتبار سے دور ہوتی ہے بس اسی طرح سمجھے کہ قیامت کو جو قریب کہا گیا ہے وہ اس لحاظ سے کہ دنیا کا بچا ہوا وقت دنیا کے گزرے ہوئے وقت کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے اس اعتبار سے قیامت قریب ہے۔

ہاں یہ اور بات ہے کہ جس طرح دنیا کا وہ تھوڑا سا بچا ہوا وقت کتنا ہے کسی کو معلوم نہیں اسی طرح دنیا کا گزرا ہوا وقت بھی اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

قیامت جمعہ کے دن قائم ہو گی

قیامت جمعہ کے دن قائم ہو گی لیکن یہ کونسا جمعہ ہو گا کسی کو پتہ نہیں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ،(سنن ابی داوٗد: ۱۰۴۷) کہ تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اسی میں ان کا انتقال ہوا اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن میں لوگوں پر قیامت قائم ہو گی اور حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا وَمَامِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ مُصِيخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِينِ تُصْبِحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ،شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ، إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ،(مسند احمد ۱۰۳۰۳) کہ ہر جانور جمعہ کے دن جب صبح ہوتی ہے تو سورج طلوع ہونے تک قیامت قائم ہونے کے ڈر سے چیختے ہیں سوائے جنات اور انسان کے (کیونکہ ان کے سامنے تو دنیاوی قساوت اور غیب کے پردے پڑے ہیں جسکی وجہ سے انہیں احساس نہیں ہوتا)۔ اور حضرت ابولُبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَامِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ، وَلَا سَمَاءٍ، وَلَا أَرْضٍ، وَلَا رِيَاحٍ، وَلَا جِبَالٍ، وَلَا بَحْرٍ، إِلَّا وَهُنَّ يُشْفِقْنَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ (ابن ماجہ ۱۰۸۴) کہ کوئی مقرب فرشتہ، کوئی آسمان ،کوئی زمین، کوئی ہوا، کوئی پہاڑ اور کوئی سمندر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن سے نہ ڈرتا ہو۔

قیامت معمولی سے وقت میں قائم ہوگی

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ (النحل ۷۷) "اور قیامت کا معاملہ آنکھ جھپکنے سے زیادہ نہیں ہوگا بلکہ اس سے بھی جلدی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ، وَلَا يَطْوِيَانِهِ" کہ ضرور بالضرور قیامت اتنے سے وقت میں قائم ہو جائے گی کہ دو شخص اپنا کپڑا اپنے درمیان پھیلا رہے ہوں گے ابھی اس کا سودا بھی نہ کر پائیں گے اور نہ اس کو لپیٹ پائیں گے کہ اتنے سے وقت میں قیامت قائم ہو جائے گی اور ارشاد فرمایا "وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أَحَدُكُمْ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا" (بخاری:۶۵۰۶) کہ ضرور بالضرور قیامت قائم ہو جائے گی اس حال میں کہ ایک آدمی اپنا لقمہ اپنے منہ تک کھانے کے لئے اٹھایا ہو گا اور اسے

کھا بھی نہ سکے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

قیامت کیسے آئے گی؟

قیامت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے قائم ہو گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پر (جو سینگ یا نرسنگھا کے مثل ایک چیز ہے) منہ رکھ کر حکمِ الٰہی کے منتظر کھڑے ہیں۔ حکم ملتے ہی وہ اس میں پھونکیں گے ان کی پھونک سے اس میں ایسی سخت اور شدید آواز پیدا ہو گی جو لمبی اور دراز ہو گی کمافی القرآن: مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (سورۂ ص ۱۵) کہ جسکے لیے توقف اور ٹھراؤ بالکل نہ ہو گا اور وہ رفتہ رفتہ تیز سے تیز تر ہوتی جائے گی، جس کی ہیبت اور خوف سے تمام حیوان و جاندار خواہ وہ عرشی ہوں یا فرشی آسمان پر رہنے والے ہوں یا زمین پر مر جائیں گے، سوائے چند اشخاص کے جن کو اللہ تعالی مُستَثنٰی فرمائیں گے۔ مثلاً حضرت جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام اور ملک الموت اور بعض حضرات کے نزدیک جنت و دوزخ کے نگراں فرشتے یعنی رضوان و مالک اور عرش اٹھانے والے فرشتے اور حور و غلمان بھی جو اس وقت تو صور پھونکنے کے اثر سے محفوظ رہیں گے لیکن اس کے بعد انہیں بھی موت دے دی جائے گی، زمین میں سخت بھونچال آجائے گا، سمندر ابل پڑیں گے، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مانند ریت اور دھنی ہوئی روئی کے اڑنے لگیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، چاند سورج اور سیّارے سب ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں گے، غرض یہ کہ یہ پورا موجودہ نظام درہم برہم ہو کر نیست و نابود ہو جائے گا اور تمام مخلوقات فنا کے گھاٹ اتر جائے گی، صرف ایک حَيّ و قَيُّوم وَحْدَہٗ لَاشَرِيْکَ لَہٗ کی ذات زندہ باقی رہے گی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ (سورہ زمر ٦٨) کہ صور میں پھونک ماری جائے گی جس سے تمام آسمان و زمین

والوں کے ہوش اڑ جائیں گے (مر جائیں گے) مگر جس کو خدا چاہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ (الحاقۃ)

اور پھر جب صور پھونکا جائے گا اور زمین اور پہاڑ اٹھالئے جائیں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔

اس پہلے صور کے بعد سے چالیس سال تک لوگ مردہ پڑے رہیں گے، پھر اللہ تعالی سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائیں گے اور انہیں دوبارہ صور پھونکنے کا حکم ہوگا تو وہ دوبارہ صور پھونکیں گے، پس ان کی اس دوسری پھونک پر ساری مخلوقات زندہ ہو کر کھڑی ہو جائیں گی جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ (سورۃ الزمر /۶۸) پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ پل بھر میں (زندہ) کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

صور

سینگ کے مانند ایک چیز ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ذریعے پھونک مروائی جائے گی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "الصُّورُ قَرْنٌ يُنفَخُ فيه." (سنن ابی داود ۴۷۴۲) کہ صور ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔ صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا پہلی پھونک سے ساری مخلوقات بے ہوش ہو کر مر جائیں گی اور دوسری پر زندہ ہو کر کھڑی ہو جائیں گی، پہلے نفخہ کو نفخۂ اِماتت (مارنے والا) اور دوسرے کو نفخۂ اِحیاء (زندہ کرنے والا) کہتے ہیں، دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔

ابنُ العربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نفخات کل تین ہیں پہلا نفخہ، نفخۂ فزع ہے

یعنی گھبرا دینے والا نفخہ، جس سے ساری دنیا کے لوگ گھبرا اٹھیں گے جس کو فزعِ اکبر کہا گیا ہے جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ (الانبیاء:۱۰۴) دوسرا نفخہ، نفخۂ صَعق ہے جس سے سب بے ہوش ہو کر مر جائیں گے، تیسرا نفخۂ بَعث ہے جس سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے۔

اور بعض حضرات نے نَفَخات کی کل تعداد چار بیان فرئی ہے جس کی ترتیب یہ ہے:

(۱) نفخۃُ الفناء (۲) نفخۃُ البعْث (۳) نفخۃُ الصَعْق (۴) نفخۃُ قیامِ لِرَبِّ العالمین

صور پھونکنے کے وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دائیں اور بائیں جانب حضرت جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کھڑے ہوں گے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور پھونکنے والے فرشتے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "عن یمینہ جبرئیل و عن یسارہ میکائیل" (سنن ابی داود: ۳۹۹۹) کہ انکے دائیں جانب حضرت جبرائیل اور بائیں جانب حضرت میکائیل علیہما السلام ہوں گے۔

صور پھونکنے کی حکمت

اگرچہ باری تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ صور پھونکے بغیر ہی مُردوں کو زندہ کر دے لیکن یہ صور پھونکنا حشر و نشر کے منظر کو پر ہیبت اور خوفناک بنانے کے واسطے ہو گا۔

قیامت برے لوگوں ہی پر آئے گی

قیامت سے پہلے ایک خوشگوار ہوا چلے گی جو ہر صاحبِ ایمان, و صاحبِ خیر تک پہنچ کر ان کی روح کو قبض کر لے گی جس سے تمام اہلِ ایمان اور نیک لوگ دنیا سے ختم

ہو جائیں گے، صرف کُفّار و بد کردار ہی بچیں گے جو شر اور برائی کے سوا کچھ نہ جانیں گے، کتوں اور گدھوں کی طرح باہم اِختلاط و حرام کاری کریں گے ایسی ہی بد ترین خلائق پر قیامت قائم ہو گی جیسا کہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے "لَا تقومُ الساعۃُ الاَّ علیٰ شِرَارِ الناسِ (مسلم:۷۴۰۲) کہ قیامت قائم نہ ہو گی مگر شریر و بد ترین لوگوں ہی پر۔

قیامت سے پہلے ایک سیاہ بدلی

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ قَبْلَ السَّاعَةِ سَحَابَةٌ سَوْدَاءُ مِنَ الْمَغْرِبِ مِثْلَ التُّرْسِ فَمَا تَزَالُ تَرْتَفِعُ فِي السَّمَاءِ وَتَنْتَشِرُ حَتَّى تَمْلَأَ السَّمَاءَ" (مستدرک للحاکم: ۸۶۲۲) کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے مغرب کی جانب سے ڈھال کے برابر سیاہ بدلی نمودار ہو گی، جو آسمان کی طرف چڑھتی چلی جائے گی یہاں تک کہ تمام آسمان پر چھا جائے گی ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ پھر ایک منادی ندا لگائے گا کہ اے لوگو! اللہ کا فیصلہ یعنی قیامت آ پہنچی اب تم جلدی نہ کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے " إِنَّ الرَّجُلَانِ يَنْشُرَانِ الثَّوْبَ فَمَا يَطْوِيَانِهِ , وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُمَرِّرُ حَوْضَهُ فَمَا يُسْقَى مِنْهُ شَيْئًا أَبَدًا , وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِبُ النَّاقَةَ فَمَا يَشْرَبُهُ أَبَدًا " (طبرانی) کہ یقیناً دو شخص خرید و فروخت کے لئے کپڑا کھولیں گے تو اس کو لپیٹ بھی نہ پائیں گے اور آدمی اپنے حوض کو لیپ رہا ہو گا وہ اس سے ابھی پانی بھی نہ پی سکے گا اور آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ نکالے گا اور اسے پی نہ سکے گا کہ اتنے میں قیامت واقع ہو جائے گی۔

قیامت کے دن کیا ہو گا؟

(۱) آسمان پھٹ کر سرخ نری اور تیل کی تلچھٹ کے مانند ہو جائے گا (فَإِذَا انشَقَّتُ السَّمَاءُ فَكَانَتُ وَرُدَةً كَالدِّهَانِ) الرحمن۔

يَوُمَ تَكُونُ السَّمَاء كَالْمُهُلِ (المعارج:۸)۔

(۲) سورج بے نور ہو جائے گا اور ستارے ٹوٹ پھوٹ کر جھڑ جائیں گے "إِذَا الشَّمُسُ كُوِّرَتُ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتُ" (التکویر:۱،۲)۔

(۳) زمین میں سخت بھونچال آجائے گا اور وہ اپنے بوجھ کو نکال باہر پھینک دے گی اور اسے توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے إِذَا زُلُزِلَتِ الْأَرُضُ زِلُزَالَهَا (۱) وَأَخُرَجَتِ الْأَرُضُ أَثُقَالَهَا (۲)۔ (سورۃ الزلزال)

إِذَا دُكَّتِ الْأَرُضُ دَكًّا دَكًّا (۲۱) (الفجر)

(۴) زمین سمٹ کر اللہ کی مٹھی میں ہو گی اور اللہ آسمان کو لکھے ہوئے کاغذ کے ورق اور پنّا کی طرح لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا يَوُمَ نَطُوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلُكُتُبِ (الانبیاء:۱۰۴) وَالْأَرُضُ جَمِيعًا قَبُضَتُهُ يَوُمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطُوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ (الزمر:۶۷)۔

(۵) یہ فانی آسمان و زمین ختم کر کے باقی اور دائمی آسمان و زمین میں تبدیل کر دیے جائیں گے يَوُمَ تُبَدَّلُ الْأَرُضُ غَيُرَ الْأَرُضِ وَالسَّمَاوَاتُ (الابراھیم:۴۸)۔

(۶) پہاڑ جو اپنی قوت وصلابت میں ضَرُبُ الْمَثَلُ ہیں وہ ریگِ رواں، پراگندہ غُبار، دھنی ہوئی روئی اور بادلوں کے مانند اڑتے پھریں گیں، وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتُ هَبَاءً مُّنبَثًّا (الواقعہ :۵،۶) وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا (المزمل : ۱۴) وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهُنِ الْمَنفُوشِ (القارعہ:۵)۔

(۷) سمندر آگ میں تبدیل کر کے بھڑ کا دیے جائیں گے وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (التکویر:۷)۔

(۸) وہ دن بچّوں کو بوڑھا بنا دے گا یعنی انتہائی دراز ولمبا ہو گا یَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا (المزمل:۱۷)

(۹) مائیں اپنے دودھ پلاتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حمل والیاں اپنے حملوں کو باہر گرا دیں گی یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا (الحج:۲)۔

(۱۰) سارے لوگ حواس باختہ منتشر پروانوں کی طرح ہو جائیں گے یَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ (القارعہ:۴)

مال و دولت کی کوئی حیثیت نہ رہ جائے گی دس ماہ کی گابھن اونٹیاں کھلی پھریں گی کوئی پوچھنے والا تک نہ ہو گا۔

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر:۴)

(۱۱) تمام عرشی و فرشی ، آسمانی اور زمینی مخلوقات فنا کے گھاٹ اتر جائیں گی صرف ایک اللہ کی ذات باقی رہے گی وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ (الزمر:۶۸) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمٰن)۔

(۱۲) ہر قسم کی ملکیت و بادشاہت کو ختم کر کے ایک اللہ کی ملکیت و بادشاہت کا اعلان ہو گا لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (الغافر:۱۶)

(۱۳) پھر دوبارہ تمام اوّلین و آخرین ننگے پیر ننگے بدن اور غیر مختُون یعنی بغیر ختنہ کئے ہوئے زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کر دیئے جائیں گے ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ (الزمر:۶۸) فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ (النازعات:۱۳)۔

(۱۴) نفسی نفسی کا یہ عالم ہو گا کہ کوئی کسی کا پُرسان حال نہ ہو گا ہر ایک دوسرے سے نظر چھپا کر بھاگے گا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴿۳۷﴾

(۱۵) تمام لوگ بارگاہ خداوندی میں صف بستہ اس حالت میں پیش کیے جائیں گے کہ اچھے برے اعمال کے سوا انکے ہاتھ دنیا کے مال وزر سے خالی ہوں گے اور (کافروں کے لیے) کوئی حمایتی سفارشی نہ ہو گا وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (الکھف:۴۸) وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ (الانعام:۹۴)۔

(۱۶) قلوب لرزہ براندام وسراسیمہ ہوں گے، زبانیں خاموش اور نگاہیں جھکی ہوں گی۔

قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ (النازعات:۹)

وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا (طٰہٰ:۱۰۸)

(۱۷) دوزخ نافرمان اور سرکشوں کے روبرو کر دی جائے گی اور جنت متقیوں کے قریب ہو گی۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ (الشعراء:۹۱)

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ (ق:۳۱)۔

(۱۸) کفار و مشرکین حسرت و افسوس اور شدّتِ غم کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو چبائیں گے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ (الفرقان:۲۷)۔

(۱۹) وہ دن کافروں کے حق میں آسان نہ ہو گا بلکہ ان کے حق میں انتہائی کڑواو سخت اور بڑا کٹھن اور مشکل ہو گا۔

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ (۹) عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ (۱۰) المدثر۔ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ (القمر:۴۷)۔

(۲۰) میزانِ عدل قائم کی جائے گی ہر ایک کے اچھے برے اعمال تولے جائیں گے اور سب لوگوں کو اپنے اپنے کرتوتوں کا بدلہ دے دیا جائے گا۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا (الانبیاء:۴۷)

(۲۱) نیکوکاروں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیش ہر طرح کے راحت و سکون میں ہوں گے اور طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز و بہرہ ور ہونگے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (۷۳ / الزمر) إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ، فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ (سورۂ طور:۱۸،۱۷)

(۲۲) اور بدکاروں کو طوق و سلاسل میں جکڑ کر اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیش تکلیف دہ اور ذلت آمیز عذاب سے دوچار ہوتے رہیں گے۔

وَسِيقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ (زمر / ۷۱)

يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ (سورۂ قمر:۴۸)۔

بابِ دوم علاماتِ قیامت کے بیان میں

علاماتِ قیامت کی تعریف

قیامت کی علامات وہ نشانیاں کہلاتی ہیں جو قرآن و احادیث میں قیامت کے قریب ہونے یا قیامت کے واقع ہونے پر دلالت کرنے کے واسطے بیان کی گئی ہیں جن کا قیامت سے پہلے وجود میں آنا ضروری ہے، بعض تو پوری ہو چکی ہیں اور بعض پوری ہو رہی ہیں اور بعض آئندہ پوری ہوں گی۔

علاماتِ قیامت کا حکم

علاماتِ قیامت پر ایمان رکھنا، ایمان بِالْغَیب پر ایمان رکھنے کے مثل ہے کہ جس پر ایمان رکھے بغیر کسی شخص کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

قیامت کی علامتوں پر ایمان رکھنا یومِ آخرت پر ایمان رکھنے میں داخل ہے۔

جو احادیث و اَخبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علاماتِ قیامت کے متعلق ثابت ہیں خواہ وہ خبرِ متواتر ہوں یا خبرِ اَحاد اس پر ایمان لانا اور اس کو قبول کرنا ضروری ہے، اس کا ردو انکار جائز نہیں۔

علاماتِ قیامت کی حکمت

حکمت (۱) چونکہ یومِ آخرت حساب و کتاب جزاء و سزا پر ایمان و یقین لانا ضروری تھا اور وقتِ قیامت کا علم پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے اس بات کا قوی امکان تھا کہ کہیں انسان کی نظر دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف منتقل نہ ہو اور وہ دنیا اور نعمتِ دنیا ہی کو

سب کچھ سمجھ کر آخرت اور اس کی دائمی نعمت کو بھلا نہ بیٹھے پس اللہ تعالی نے وقوعِ قیامت پر علامات و نشانیاں مقرر فرمادیں تاکہ ان کا ظہور قیامت کے واقع ہونے پر دلالت کرے اور انسان قیامت و آخرت کے تعلق سے کسی شک و شبہ کا شکار نہ ہو بلکہ ان علامات کو دیکھ کر قیامت اور یومِ آخرت پر کامل و مکمل یقین رکھے اور اس کے لئے فکر مند ہو، دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی تیاری میں لگ جائے۔

حکمت (۲) خاتم الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سب سے آخری نبی تھے اور آپ کی امت سب سے آخری امت تھی اور آپ کو قیامت کے بالکل قریب بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا تھا اور علاماتِ قیامت کا ظہور اور قیامت کا وقوع اسی امت میں ہونا تھا اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے علاماتِ قیامت کو بالتفصیل کامل و مکمل طریقے پر بیان کرایا گیا۔

چنانچہ آپ نے ہر خیر وخوبی کو بیان فرمایا اور قیامت تک واقع ہونے والے شرور و فِتَن سے امت کو آگاہ کیا، قیامت کی چھوٹی، بڑی، قریب وبعید تمام نشانیاں بیان فرمائیں فجزی اللہ عنا محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) احسن الجزاء۔

آنحضور کا علاماتِ قیامت بیان کرنے کا اہتمام

آنحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علاماتِ قیامت اور پیش آنے والے واقعات و فتنوں سے امت کو آگاہ کرنے کا کس قدر اہتمام تھا اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے، حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صَلّی بنا رَسُولُ اللهِ ﷺ الفَجرَ، وَصَعِدَ المِنبَرَ فَخَطَبَنا حتّی حَضَرَتِ الظُّهرُ، فَنَزَلَ فَصَلّی، ثُمّ صَعِدَ المِنبَرَ، فَخَطَبَنا حتّی حَضَرَتِ العَصرُ، ثُمّ نَزَلَ فَصَلّی، ثُمّ صَعِدَ المِنبَرَ، فَخَطَبنا حتّی غَرَبَتِ الشّمسُ، فأخبَرَنا بما كانَ وَبِما هو كائِنٌ فأعلَمُنا أحفَظُنا. (مسلم / ۲۸۹۲) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور ممبر پر چڑھ کر ہمارے سامنے خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، پس آپ نے اتر کر نماز پڑھی پھر ممبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا پھر آپ نے اتر کر نماز پڑھی اور پھر ممبر پر تشریف لے گئے او خطبہ جاری رکھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا پس آپ نے ہمیں ان (اہم) واقعات کی خبر دی جو ہو چکے اور جو آئندہ ہونے والے تھے، پس ہم میں سے جس کا حافظہ زیادہ قوی تھا وہ (ان واقعات) کو زیادہ جاننے والا ہے۔

علاماتِ قیامت کا فائدہ

جب لوگ علاماتِ قیامت کو دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ اس دارِ فانی کے ختم ہونے کا بِگُل بج چکا ہے، اب دارُ العمل ختم ہو کر دارُ الجزاء شروع ہونے کو ہے، ان کا ایمان ویقین قیامت و آخرت پر بڑھ جائے گا، اپنے نبی کی بیان کردہ نشانیاں و پیشین گوئیاں پورے ہوتے دیکھ کر صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور دینِ حنیف کی حقانیت پر ایمان ویقین مزید پختہ ہو جائے گا، دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی سمجھ کر آخرت کی تیاری میں لوگ مشغول ہو جائیں گے، موت سے پہلے یومِ حساب ویومِ آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ توشہ جمع کرنے کی کوشش کریں گے۔

علاماتِ قیامت، علاماتِ موت کی طرح ہیں

قیامت کی اکثر علامتوں کا ظہور اس دنیا کے ویران اور ختم ہونے کی دلیل ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ اب دنیا کا فنا اور اسکا اختتام قریب آچکا ہے، پس علاماتِ قیامت فناءِ دنیا کے حق میں ایسی ہیں جیسے کہ علاماتِ موت مرنے والے کے حق میں جو قریبُ المرگ شخص پر اس کی موت سے پہلے ظاہر ہوتی ہیں۔

علاماتِ قیامت کی قسمیں

علامات قیامت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)علاماتِ بعیدہ(۲)علاماتِ متوسطہ(۳)علاماتِ قریبہ۔

علاماتِ بعیدہ: وہ علامتیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے زمانے کے بعد آج سے کافی پہلے ظاہر ہوئیں اور گزر بھی گئیں اَلّتِیْ ظَھَرَتْ وَ اِنْقَرَضَتْ جن کے اور قیامت کے درمیان نسبتاً زیادہ فاصلہ تھا اور جن کا تعلق کائنات میں واقع ہونے والے واقعات سے تھا۔

علاماتِ متوسطہ: الَّتِيْ ظَهَرَتْ وَلَمْ تَنْقَضِ وَ لَا تَزَالُ تُتَابِعُ وَ تَكْثُرُ وہ علامتیں ہیں جو علاماتِ قریبہ و بعیدہ کے درمیان پائی جائیں، جن کا تعلق انسانوں کے خود اپنے اعمال و کردار سے ہے، جن کا ظہور قسمِ اول کے بعد ہو چکا ہے اور ابھی ظہور بدستور جاری ہے اور روز افزوں و ترقی پذیر ہے، یہ علامتیں ابھی اپنی انتہا کو نہیں پہنچیں، جب یہ علامتیں اپنے عروج و انتہا کو پہنچیں گی تو تیسری قسم کی علامات کی شروعات ہو جائے گی۔

علامتِ قریبہ:- اَلَّتِيْ تَعْقَبُهَا السَّاعَةُ وَلَمْ تَظْهَرْ اِلیٰ الْاٰن ۔وہ بڑی بڑی علامتیں ہیں جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئیں بلکہ وقوعِ قیامت کے بالکل قریب سب سے آخر میں یکے بعد دیگرے پے درپے ظاہر ہوں گی، جو غیر معتاد ہیں، جن کا تعلق کائنات میں واقع ہونے والے عجیب و غریب واقعات سے ہے، جن کے بعد قیامت آ ہی جائے گی۔

اور بعض علمائے کرام نے تمام علامات قیامت کو دو ہی قسم پر تقسیم کیا ہے، (۱)علاماتِ صغریٰ(۲) علاماتِ کبریٰ، اس تقسیم کے اعتبار سے پہلی دونوں قسمیں یعنی

بعیدہ و متوسطہ، علامات صغریٰ میں داخل ہیں اور تیسری قسم یعنی قریبہ، صغریٰ و کبری کے درمیان مشترک ہے، یعنی قریبہ میں کبری کے ساتھ بعض صغری بھی شامل ہیں۔

علاماتِ صُغریٰ و کُبریٰ

علامات صغریٰ: یعنی وہ چھوٹی علامتیں جو وقوعِ قیامت سے بہت پہلے ظاہر ہوں اور وہ از قبیلِ معتاد ہوں یعنی عام طور سے ایسی چیزیں پیش آتی ہوں جیسے عِلم کا اٹھ جانا اور جَہل کا ظاہر ہونا اور فحّاشی و بے حیائی کا عام ہونا وغیرہ۔

علامات کبری: یعنی وہ بڑے بڑے امور جو بالکل قیامت کے قریب ظاہر ہوں اور از قبیلِ غیر معتاد ہوں یعنی عام طور سے ایسی چیزیں پیش نہ آتی ہوں جیسے کہ خروجِ دجال، خروجِ دابۃُ الأرض اور نزولِ عیسی ابن مریم علیہ السلام وغیرہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور وفات حسرت آیات سے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی آمد تک کی علامات، علاماتِ صغریٰ ہیں اور حضرت مہدی کی آمد سے لے کر نَفخ صور تک کی علامتیں علاماتِ کبریٰ ہیں۔

قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے اکثر و بیشتر علامتیں تو ظاہر ہو چکی ہیں صرف تھوڑی سی علامتوں کا ظہور باقی ہے البتہ علاماتِ کبری میں سے کوئی علامت ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی اور جب علامات کبری میں سے ایک علامت ظاہر ہو گی تو پے در پے یکے بعد دیگرے دوسری تمام علامتیں ظاہر ہو جائیں گی۔

علامات صغریٰ و کبریٰ کی تفصیل

فصلِ اول: علاماتِ صغریٰ میں

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قیامت کی چھوٹی علامتوں میں سب سے پہلی علامت سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہے، آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا بلکہ قیامت ہی آئے گی، آپ کے اور قیامت کے درمیان اس طرح اتصال اور ملاپ ہے جیسا کہ شہادت اور اس کے بعد والی دونوں انگلیوں کے درمیان جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ هٰكَذَا وَيُشِيرُ بِإِصْبَعَيْهِ فَيَمُدُّ بِهِمَا کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح بھیجے گئے ہیں جیسے یہ دونوں انگلیاں اور آپ نے انگشتِ شہادت اور بیچ والی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا اور اُن کو دراز کیا۔ (رواہ البخاري / ۶۵۰۳) اور مسلم شریف میں ہے "بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ : وَضَمَّ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى (مسلم-۷۳۰۸) کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح بھیجے گئے ہیں۔(یعنی ان دو انگلیوں کے فرق کی طرح) راویٔ حدیث کہتے ہیں: اور آپ نے انگشتِ شہادت اور بیچ والی انگلی کو ملایا۔ اور ایک روایت میں ہے " بُعِثْتُ فِي نَسَمِ السَّاعَةِ " السلسة الصحیحة(۳/۸۰۸) اور ترمذی میں ہے "بُعِثْتُ فِي نَفَسِ السَّاعَةِ"(ترمذی:۲۲۱۳)

نَسَمُ مشتق ہے نسیم سے اور نسیم کے معنی ہیں ہلکی ہوا کا ابتدائی جھونکا۔ پس اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں قیامت کی ابتدا میں بھیجا گیا ہوں مجھی سے علاماتِ قیامت کی ابتدا و شروعات ہو رہی ہے۔

وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس طرح خاتم الانبیاء وسید الرسل حضرت محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کی آمد و بِعثت قیامت کی علامت ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اندوہناک و جاں گداز عظیم سانحہ بھی علامت قیامت ہے جیسا کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِي۔۔(بخاری/۳۱۷۶) کہ قیامت سے پہلے چھ چیزیں شمار کرو جن میں سے ایک آپ نے اپنی وفات کو شمار کرایا۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ وہ عظیم سانحہ ہے کہ جس سے بڑا اور کوئی سانحہ امت کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کو اپنی امت کے لئے سب سے بڑا سانحہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد گرامی ہے إذا أُصِيبَ أحدُكم بِمُصيبةٍ فَلْيَذْكُرْ مُصِيبَتَهُ بِيْ فَإِنَّها أَعْظَمُ المَصَائِبِ (رواہ الدارمي في سننه)، والطبراني في الكبير وغيرهما کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو چاہیے کہ وہ اپنی اس مصیبت کو یاد کرے جو میری وفات کے ذریعے اسے پہنچی ہے، کیونکہ میری وفات سب سے بڑی مصیبت ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَيُّمَا أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، أَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أُصِيبَ بِمُصِيبَةٍ فَلْيَتَعَزَّ بِمُصِيبَتِهِ بِي عَنِ الْمُصِيبَةِ الَّتِي تُصِيبُهُ بِغَيْرِي، فَإِنَّ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِي لَنْ يُصَابَ بِمُصِيبَةٍ بَعْدِي أَشَدَّ عَلَيْهِ مِنْ مُصِيبَتِي (سنن ابن ماجہ/۱۵۹۹) کہ اے لوگو! لوگوں میں سے جس کو یا مومنین میں سے جس کو میرے بعد کوئی مصیبت لاحق ہو تو چاہیے کہ وہ اپنی اس مصیبت کی طرف سے میری وفات کے ذریعے پہنچنے والی مصیبت سے تسلی حاصل کرے کیونکہ میری وفات کے بعد اب میری

امت کو میری وفات سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے وفات پاتے ہی ہم لوگ اپنی قلبی و روحانی کیفیت میں نمایاں تغیر و بدلاؤ محسوس کرنے لگے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وَمَا نَفَضْنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِي وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا (سنن الترمذي /۳۶۱۸) کہ ابھی ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی سے اپنے ہاتھوں کو بھی نہ جھاڑا تھا اور آپ کی تدفین سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کی کیفیت کو متغیر پایا۔

آپ کی وفات سے لوگ برکاتِ وحی سے محروم ہوگئے کہ سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا، اسلام میں نقص و کمی کی شروعات ہوئی کہ آپ کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی فتنۂ ارتداد شروع ہو گیا اور بہت سارے قبائل اسلام سے پھر گئے اور ادائے زکوۃ کا انکار کر بیٹھے اور امت میں اختلاف کا دروازہ کھلا کہ ابتداءً خلافت کے سلسلے میں "مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ" کا نعرہ بلند ہوا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم میں سے۔

بیتُ المقدس کی فتح

علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت بیتُ المقدس کی فتح ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "أُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ" (فذكر منها فَتْح بَيْتِ الْمَقْدِسِ) (بخاری:۳۱۷۶) کہ قیامت سے پہلے چھ چیزیں شمار کرو ان میں سے ایک بیت المقدس کی فتح کو آپ نے شمار فرمایا، چنانچہ آپ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ بیت المقدس دو مرتبہ فتح ہوا ہوا ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ خلافت مطابق ۱۶ھ میں اور ایک مرتبہ سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب

الملک الناصر کے زمانے میں۔

کسریٰ کا خزانہ اور مدائن کے سفید محل کی فتح

مدائن یہ بغداد سے تھوڑی دور جانبِ جنوب دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے، چونکہ یہاں یکے بعد دیگرے متعدد شہر آباد ہوئے اس لیے اس کو مدائن کہا جانے لگا اور اسی مدائن میں ایرانیوں کا دارُ السلطنت اور شاہی محل واقع تھا جس کو قصرِ اَبْیَض کہتے تھے یعنی سفید محل اور وائٹ ہاؤس، حدیث پاک میں اس کے فتح کی پیشین گوئی وارد ہوئی ہے اور اس کے فتح کو علامتِ قیامت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّهُ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حتّٰى يُفْتَحَ القَصْرُ الأَبْيَضُ اَلذِي فِيْ المَدَائِنِ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حتّٰى تَسِيرَ الظَّعِيْنَةُ مِنَ الحِجَازِ إلى الْعِرَاقِ آمنَةً لَا تَخَافُ شَيْئاً فَقَدْ رَأَيْتُهُمَا جَمِيْعاً(کنز العمال:٣٩٦٣٥) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم مدائن میں واقع قصرِ اَبیض کو فتح نہ کرلو اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اونٹ پر سوار ہودج نشین عورت حِجاز سے عراق تک امن کیساتھ سفر کرے گی جسے کسی چیز کا بھی خطرہ لاحق نہ ہوگا، حدیث کے راوی حضرت عدی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان دونوں باتوں کو دیکھ لیا یعنی آپ کی یہ دونوں پیشین گوئیاں پوری ہوگئیں۔

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا: یا عدی وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى»، قُلْتُ: كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ؟ قَالَ: " كِسْرَى بْنِ هُرْمُز اگر تمہاری عمر دراز ہو تو (تم دیکھو گے کہ) ضرور بالضرور کسری کے خزانے فتح کیے جائیں گے عدی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کسری ابن ہرمز؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! کسریٰ بن ہرمز۔

حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے وَكُنْتُ فِيمَنِ افْتَتَحَ كُنُوزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ (بخاري/) کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسری بن ہرمز کے خزانے فتح کے۔

نیز بخاری شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلاَ كِسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلاَ قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ" (بخاری:٣١٢٠) کہ جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کسریٰ نہ ہو گا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد پھر قیصر نہ ہو گا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ضرور بالضرور ان دونوں کے خزانے راہِ خدا میں خرچ کے جائیں گے۔

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ كَنْزَ آلِ كِسْرَى الَّذِي فِي الْأَبْيَضِ (مسلم:٢٩١٩) کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کسری کے خزانوں کو ضرور حاصل کرے گی جو مقام ابیض میں ہے، یہ پیشین گوئی اور قیامت کی یہ علامت پوری ہو چکی ہے کہ دورِ فاروقی میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدائنِ کسری کو فتح کیا اور فتح کے بعد قصرِ ابیض میں نمازِ جمعہ ادا کی اور اس کا خزانہ مدینہ طیبہ روانہ کیا، آج اس قصرِ ابیض کی جگہ مسجد موجود ہے۔

موت کی کثرت (جو طاعون عمواس وغیرہ کی شکل میں پوری ہوئی)

طاعونِ عمواس

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ ، فَقَالَ: اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ: مَوْتِي، ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ المَقْدِسِ" کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا قیامت سے پہلے چھ چیزوں کو شمار کرو میری وفات، فتحِ بیت المقدس،" ثم مُوتَانٌ يَأْخُذُ فِيكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ... " (بخاری:۳۱۷۶) پھر ایسی موتیں جو تم میں بکریوں کی وبا کی طرح پھیلیں گی، چنانچہ یہ علامت ۱۸ھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ خلافت میں فتحِ بیتُ المقدس کے بعد بشکلِ طاعون، مقامِ عمواس میں پوری ہوئی، جس میں بشمولِ صحابہ کرام امتِ مسلمہ کی ایک کثیر تعداد جاں بحق ہوئی، وفات پانے والوں میں چند مشہور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام یہ ہیں "أمينُ هذهِ الأمّةِ" ابوعبیدہ عامر بن الجراح، معاذ بن جبل، شرحبیل بن حسنہ، یزید بن ابی سفیان، فضل ابن عباس، ابومالک اشعری، حارث بن ہشام، ابو جندل رضی اللہ عنہم۔

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائلُ النبوۃ میں عوف بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی یہی حدیث ذکر فرمائی ہے جس میں اتنی زیادتی اور ہے "ثُمَّ مُوتَانٌ يَظْهَرُ فِيكُمْ يَسْتَشْهِدُ اللهُ بِهِ ذَرَارِيَّكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ , وَيُزَكِّي بِهِ أَمْوَالَكُمْ ثم استفاضة المال بينكم " کہ پھر تمہارے درمیان بکثرت موتیں ظاہر ہوں گی جس کے ذریعے اللہ رب العزت تمہاری اولاد کو اور خود تمہاری ذاتوں کو مرتبۂ شہادت سے نوازے گا اور اس کے ذریعے تمہارے مالوں کو پاک صاف کر دے گا پھر تمہارے

درمیان بکثرت مال کی فراوانی ہوگی۔

جب یہ طاعون عمواس ظاہر ہوا تو حدیثِ مذکور کے راوی عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس طاعون کے سلسلے میں فرمایا" فقد وَقَعَ منهن ثلاثٌ يعني موته صلى الله عليه وسلم ، وفتحُ بيتِ المقدسِ وَالطاعونُ ، قال ، وَبَقِيَ ثلاثٌ" (أخرجه الحاكم) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ چھ چیزوں میں سے تین چیزیں تو ظاہر ہوچکی ہیں آپ ﷺ کی وفات، بیت المقدس کی فتح اور طاعون (یعنی طاعونِ عمواس)، اور تین کا ظاہر ہونا باقی ہے۔

عَمواس: فلسطین کا ایک شہر ہے، رملہ سے تقریباً ۶ میل کی دوری پر۔

قُعاص: جانور کی ایک بیماری ہے جس سے وہ یک بارگی ہلاک ہو جاتے ہیں، اس وقت مسلمانوں کا لشکر گاہ اور فوجی چھاؤنی مقام عمواس تھا، جہاں یہ وبائی مرض پھیلا تھا جس کی زد میں پہلی مرتبہ امت مسلمہ مرحومہ کی ایک بڑی تعداد جاں بحق ہو کر شہادتِ اخروی سے سرفراز ہوئی اس لیے اس مقام کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس طاعون کو طاعونِ عمواس کہا جاتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ طاعون عمواس کے علاوہ مختلف زمانوں میں مختلف شہروں و علاقوں میں طاعون کی وبا پھیلی جس میں امتِ مسلمہ مرحومہ کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی، جن میں سے چند مشہور طاعون یہ ہیں:

(۱) طاعون الجارف: جو سن ۶۴ یا ۶۹ ہجری میں بصرہ کے اندر ظاہر ہوا جس میں صرف حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کے ۸۳ بچے فوت ہوئے اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ۴۰ بچوں نے وفات پائی، یہ طاعون تین دن رہا پہلے دن ستر ہزار/ ۷۰۰۰۰ دوسرے دن اکہتر ہزار/ ۷۱۰۰۰ اور تیسرے دن تہتر ہزار/ ۷۳۰۰۰ لوگ فوت ہوئے اور چوتھے دن تھوڑے بہت لوگ۔

(۲) طاعونِ اَشراف: جو سلیمان بن عبد الملک کے زمانے میں ظاہر ہوا۔

(۳) طاعونِ فتیات: جو سن ۸۳ ہجری میں ظاہر ہوا۔

طاعون کیا ہے؟

طاعون ایک وبائی مرض اور ایک تباہ کُن بیماری ہے اسی کو پلیگ بھی کہتے ہیں اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بغل میں یا ران میں پھوڑا و گلٹی نکل آتی ہے جس کے ارد گرد سیاہی یا سرخی پھیل جاتی ہے اور شدید قسم کا ورم آجاتا ہے جس میں سوزش و جلن ہوتی ہے، سخت بخار چڑھتا ہے اور قَے ہوتی ہے، اس مرض میں انسان تین چار روز سے زیادہ زندہ نہیں رہتا۔

طاعون امت محمدیہ کے لیے رحمت ہے

خیال رہے کہ اُممِ سابقہ کے لیے طاعون کی بیماری عذاب تھی لیکن امتِ محمدیہ مرحومہ کے حق میں عذاب کے بجائے نعمت و رحمت ہے ۔ چنانچہ حدیث پاک کے مطابق مرضِ طاعون میں فوت ہونے والا شہادت اخروی سے سرفراز کیا جاتا ہے جیساکہ حدیثِ رسول میں ہے وَمَن مَاتَ فِي الطَّاعُونِ فَهُوَ شَهِيدٌ (مسلم:۱۹۱۵) کہ جو طاعون کی بیماری میں مرا وہ شہید ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے مجھے بتایا أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللَّهُ علی مَن يَشاءُ، وأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، کہ طاعون ایک عذاب ہے جسے اللہ رب العزت جس پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے اور بے شک اللہ تعالی نے اس کو میری امت کے لیے رحمت بنا دیا ہے اور فرمایا لیسَ مِن أَحَدٍ يَقَعُ

الطّاعُونُ، فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صابِرًا مُحْتَسِبًا، يَعْلَمُ أَنَّه لا يُصِيبُهُ إلّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ، إلّا كانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ [صحيح البخاري]

کہ جس شخص کی بستی میں طاعون پھیل جائے اور وہ شخص اپنی اس بستی میں صبر کر کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے ٹھہرا رہے (وہاں سے بھاگے نا) اور یقین کرے کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے تو اسے شہید کے برابر ثواب ملے گا۔

حدیث پاک میں شہید کا ثواب ملنے کی بات مطلق مذکور ہے اس لیے اِن شاء اللہ اگر طاعون سے محفوظ رہ کر زندہ رہا یا طاعون کا شکار ہو کر وفات پا گیا دونوں صورتوں میں شہادت کا ثواب پائے گا۔

طاعون کا حکم

طاعون یا اس جیسا وبائی مرض جو متعدی ہو اور ایک دوسرے کو لگ سکتا ہو (جیسا کہ آجکل کرونا وائرس کی وبا پھیلی ہے) اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ جہاں وہ وبائی مرض پھیلا ہو وہاں کے لوگ وہاں سے ڈر کر بھاگیں نا اور دوسری جگہ کے لوگ وہاں آئیں نا، جیسا کہ صحیح مسلم کہ روایت ہے الطّاعُونُ آيَةُ الرِّجْزِ، ابْتَلى اللّٰهُ عزَّ وجلَّ به ناسًا مِن عِبادِهِ، فإذا سَمِعْتُمْ به، فلا تَدْخُلُوا عليه، وإذا وقَعَ بأَرْضٍ وأَنْتُمْ بها، فلا تَفِرُّوا منه (مسلم شریف ٢٢١٨) کہ طاعون عذاب کی نشانی ہے، اللہ رب العزت اپنے کچھ بندوں کو اس میں مبتلا کرتے ہیں پس جب تم اس کے متعلق سنو کہ (فلاں جگہ پھیلا ہے) تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی علاقے میں پھیل جائے اور وہاں تم پہلے سے موجود ہو تو پھر وہاں سے نہ بھاگو۔

مال کی کثرت اور صدقات سے بے نیازی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ ، حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ ، وَحَتَّى يَعْرِضَهُ، فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي "(بخاری:١٤١٢) کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ تم میں مال کی کثرت و بہتات نہ ہو جائے یہاں تک کہ مال والے کو یہ فکر دامن گیر ہو گا کہ اس کا صدقہ کون لے گا اور صدقہ لینے کے لیے آدمی کو بلایا جائے گا وہ جواب دے گا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور مسلم شریف میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ليأتيَنَّ على النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ، ثم لا يَجِدُ أحدًا يأْخُذُهَا مِنْهُ. "(مسلم:١٠١٢)

کہ لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ آدمی صدقہ کا سونا لے کر گھومے گا کہ کوئی اسے قبول کرلے لیکن اسے قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

نیز حدیث میں یہ بھی ہے کہ عنقریب اللہ تعالی اس امت کو نوازے گا اور اس پر زمین کے خزانے کھول دے گا میری امت کی حکومت و سلطنت مشرق و مغرب تک دراز ہو گی۔ جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، کہ بے شک اللہ رب العزت نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا پس میں نے زمین کے مشرق اور مغرب کو دیکھا اور یقیناً عنقریب میری امت کی حکومت و بادشاہت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی۔

اور فرمایا وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الأَحْمَرَ وَالأَبْيَضَ (مسلم ۲۸۸۹)
کہ مجھے احمر وابیض یعنی روم و فارس کے خزانے عطا کیے گئے، اور ایک موقع پر عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اے عدی! وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى»، قُلْتُ: كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ؟ قَالَ: " كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ، کہ اگر تمہاری زندگی دراز ہو تو تم ضرور بالضرور کسریٰ کے خزانوں کو فتح کروگے میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ بن ہرمز، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ، لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلاَ يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْهُ (مسلم:۳۵۹۵) کہ اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم آدمی کو دیکھوگے کہ وہ اپنی ہتھیلی بھر سونا یا چاندی نکال کر کسی ایسے شخص کو دینے کے لئے تلاش کرے گا جو اسے قبول کرلے لیکن اسے کوئی ایسا شخص نہ ملے گا جو اسے قبول کرے،

اور نیز فرمایا إِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ (بخاری ۱۳۴۴)
کہ مجھے تو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔

چنانچہ عہدِ صحابہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مذکورہ پیشین گوئیاں حرف بحرف صادق آئیں کہ قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج اور ان کے خزانے صحابہ کے قدموں میں آئے اور کثرتِ فتوحات و غنائم کے سبب مال و دولت کی وہ بہتات اور فراوانی ہوئی کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت میں صدقہ دینے کے لئے مستحق تلاش کیا جاتا لیکن کوئی لینے والا نہ ملتا تھا، پھر ان شاء اللہ امت کے آخری دور میں یعنی حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ظہورِ خیرات و برکات کے سبب یہی صورتِ حال پیدا ہو جائے گی کہ کوئی صدقہ و خیرات لینے والا نہ رہے گا۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں ایک ایسا مسلمان بادشاہ ہو گا (یعنی حضرت مہدی) جو لپ بھر بھر کر مال تقسیم کرے گا، یعنی اس وقت مال اس قدر زیادہ ہو گا کہ تقسیم کرتے وقت بانٹنے والا کم و زیادہ کا خیال نہ کرے گا اور مال اس قدر کثیر ہو گا کہ اسکا شمار کرنا دشوار ہو گا (مسلم)

جھوٹے مدعیانِ نبوت کی کثرت

قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت یہ ہے جو ظاہر ہو چکی ہے کہ بکثرت جھوٹے مدعیانِ نبوت ظاہر ہوں گے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَلاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، قَرِيبًا مِنْ ثَلاَثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ (بخاری ۳۶۰۹)
کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ تیس کے قریب جھوٹے دجال کھڑے نہ ہوں جن میں سے ہر ایک کا دعوی اور خیال یہ ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔
اور ترمذی شریف میں ہے: لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتَّى يَعْبُدُوا الأَوْثَانَ، وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلاَثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي۔ (ترمذی ۲۲۱۹)
کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ گروہ مشرکین سے جا ملیں گے، اور یہاں تک کہ میری امت کے کچھ گروہ بتوں کی پوجا کریں گے اور عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک کا خیال یہ ہو گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتمُ النبیین ہوں میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں آئے گا۔
چنانچہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا یہ سلسلہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ

کرام ہی کے زمانے سے شروع ہو گیا کہ مسیلمہ کذّاب، اسود عنسی جیسے بدبخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں نبوت کا جھوٹا دعوی کر بیٹھے اور بالآخر جہنم رسید کیے گئے، اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا کہ یکے بعد دیگرے جھوٹے مدعیانِ نبوت کھڑے ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا سب سے بڑا گرو گھنٹال اور اعور الکذاب دجالِ اکبر ظاہر ہو گا جیسا کہ مسند احمد میں ہے :وَاللّٰہِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا اٰخِرُهُم الأَعْوَرُ الكَذَّابُ (مسند أحمد / ۲۰۱۹۰، السلسلة الصحيحة:۷/ ۱٦۷)

کہ قسم بخدا قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ تیس کذاب ظاہر ہوں گے جن میں سے سب سے آخری جھوٹا کانا دجال ہو گا۔

تنبیہ : حدیث پاک میں جو تیس جھوٹے مدعیانِ نبوت کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ایسے ۳۰ جھوٹے بڑے مدعیانِ نبوت ہیں جو شان وشوکت والے ہوں گے، جن کی لوگوں میں شہرت ہو گی، جن کے متبعین وپیروکاروں کی کثرت ہو گی، ورنہ تو مطلق نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے بکثرت ہوں گے، ان کی کوئی محدود اور متعین تعداد نہیں ہے کما فی فتح الباری (ج/٦۔ص/ ٦١٧)

چند بڑے اور مشہور مدعیانِ نبوت کا تذکرہ

۱) مُسَیلَمَہ بن حبیب کذّاب

یہ یَمَامَہ کا رہنے والا ایک مشہور وچالاک اور فتنہ پرداز شخص تھا جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کذّاب کا لقب دیا، سن نو/ ۹ ہجری فتحِ مکہ کے بعد جو وفود اور جماعتیں مختلف قبائل کی طرف سے مدینہ طیبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہو کر مسلمان ہوئی تھیں ان میں مسیلمہ کذاب بھی وفدِ بنی حنیفہ میں شامل تھا مگر مسیلمہ غرور و تکبر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہوا، جب وہ اپنے وطن یمامہ کی طرف واپس ہوا اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عَلالت و بیماری کی خبر پہنچی تو اس بدبخت نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا اور اس شقی اور بد بخت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط روانہ کیا کہ نبوت میں، میں اور آپ دونوں شریک ہیں لہذا نصف ملک قریش کا اور نصف میرا رہے گا لیکن قریش انصاف نہیں کریں گے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواباً تحریر فرمایا بسمِ اللہِ الرحمنِ الرحیمِ من محمدٍ إلی مسیلِمةَ الکذابِ سلامٌ علی من اتبعَ الهدی أما بعد فإن الأرضَ للہِ یورثُها من یشاءُ من عبادِہ والعاقبةُ للمتقینَ (البدایة و النهایة)

کہ یہ خط اللہ کے رسول محمد کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے، سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، حمد و صلاۃ کے بعد: تو بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کرے اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے راہِ راست پر لانے کے لئے اپنے ایک صحابی کو اس کے پاس بھیجا، لیکن یہ ازلی بدبخت اپنے باطل دعوے سے باز نہ آیا اور اپنی جھوٹی نبوت کا پرچار کرتا رہا، بہت سارے لوگ اس کے دامِ تزویر و فریب (جھوٹے جال) میں پھنس کر اس کی جھوٹی نبوت کے قائل بھی ہو گئے اور امتِ مسلمہ کے لئے ایک بڑا فتنہ بنے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے سن ۱۱/ ہجری میں اس فتنے کی طرف توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار کا ایک لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی سپہ سالاری میں

یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا چنانچہ مسیلمہ کذاب اور اس کے چالیس ہزار پیروکاروں کے ساتھ مقامِ یمامہ پر سخت گھمسان کی جنگ ہوئی جو تاریخ میں جنگِ یمامہ کے نام سے مشہور ہے، مسیلمہ کذاب حضرت وحشی رضی اللہ تعالی عنہ کے نیزے سے جہنم رسید ہوا اور اس کے لشکر کے سترہ ہزار لوگ تہِ تیغ ہوئے، تقریباً ایک ہزار مسلمانوں نے بھی اس جنگ میں جامِ شہادت نوش فرمایا، شہید ہونے والوں میں حُفّاظِ کرام کی تعداد بہت زیادہ تھی اور یہی جنگِ یمامہ، حفاظ کرام کی کثرت شہادت کی بنا پر سبب بنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے قرآن کریم کو ایک مُصْحَفْ میں جمع کرنے کی۔

۲)اَسْوَدْ عَنَسِی

جس نے صنعاءِ یمن میں نبوت کا دعوی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو چند سواروں کے ہمراہ اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا، یہ حضرات رات کی تاریکی میں اس کے محل سرائے میں نقب زنی کرکے داخل ہوئے اور اس کا سر قلم کیا، اس کے قتل کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرضُ الوفات میں پہنچی، عروہ کہتے ہیں کہ اسود عنسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن اور ایک رات پہلے مارا گیا اور اسی وقت بذریعۂ وحی اس کی خبر دی گئی آپ ﷺ نے صحابہ کو اس سے مطلع کیا اس کے بعد جب ابو بکر صدیق خلیفہ ہوگئے تب قاصد خبر لے کر آیا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دفن کے روز قاصد خبر لے کر آیا، فتح الباری (ج/۷ص/۷۴۷)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوارَيْنِ مِن ذَهَبٍ، فأَهَمَّنِي شَأْنُهُما، فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي المَنامِ: أَنِ انْفُخْهُما، فَنَفَخْتُهُما فطارا، فأَوَّلْتُهُما كَذّابَيْنِ، يَخْرُجانِ بَعْدِي فكانَ أَحَدُهُما العَنْسِيَّ، والآخَرُ مُسَيْلِمَةَ الكَذّابَ، صاحِبَ اليَمامَةِ.

(بخاری:۳۶۲۱) کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں جس سے میں گھبرایا، خواب ہی میں مجھ سے کہا گیا کہ ان میں پھونک مارو میں نے پھونک ماردی تو وہ فوراً اڑ گئے، جس کی تعبیر یہ ہے کہ دو کذاب ظاہر ہوں گے، چنانچہ ان دو میں سے ایک کذاب مسیلمہ بن حبیب ہوا اور دوسرا اسود عنسی۔

۳) طُلَیحہ بن خُوَیلِد اسدی

یہ ایک کاہن شخص تھا اسلام میں داخل ہوا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں مرتد ہو کر خود مدعیٔ نبوت ہوگیا، اس کی سرکوبی کے لئے حضرت ضُرار بن اَلازْوَر رضی اللہ تعالی عنہ روانہ ہوئے تھے لیکن ابھی وہ اپنا کام ختم نہ کرپائے تھے کہ وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مشہور ہوگئی اور وہ اس مہم کو ناتمام چھوڑ کر مع اپنے تمام رفقاء واپس چلے آئے، طلیحہ اسدی کو اس فرصت میں اپنی حالت درست کرنے اور جمعیت بڑھانے کا اچھا موقع مل گیا، مرتدّین ومانعینِ زکوۃ کی ایک بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہوگئی، خلیفۃُ المسلمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی سرکوبی کے واسطے سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے بزاخہ کے میدان میں طلیحہ اسدی کے لشکر

پر حملہ کیا، مرتدین کے پاؤں جم نہ سکے بہت سے مقتول، بہت سے مفرور اور بہت سے گرفتار ہوئے اور بہت سارے اسی وقت مسلمان ہوئے، اور طلیحہ مع اپنی بیوی ملک شام بھاگ کر وہاں مقیم ہو گیا،

جب رفتہ رفتہ تمام قبائل مُشَرَّفْ باسلام ہو گئے اور خود اس کا قبیلہ بھی اسلام میں داخل ہو گیا تو طلیحہ بھی مسلمان ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہدِ خلافت میں مدینہ آکر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوا۔

۴) سَجَّاح بنتُ الحارث

یہ قبیلۂ تغلب کی ایک عورت تھی، وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس نے نبوت کا دعوی کیا، اپنے پیروکاروں کے لئے پانچ وقت کی نمازیں تو لازم رکھی تھیں لیکن سوّر کا گوشت، شراب اور زنا حلال کر رکھا تھا، بنو تغلب، بنو تمیم، بنو شَیبان کے سرداروں نے اس کے دعوئ نبوت کی تصدیق کی، بہت سارے عیسائی بھی اپنا مذہب چھوڑ کر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے، تقریباً چار ہزار کا لشکر اس کے گرد جمع ہو گیا اور یہ عورت اس لشکر کو مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے لے کر روانہ ہوئی، راستہ میں اسے مسیلمہ کذاب کا خط موصول ہوا کہ تیرا کیا ارادہ ہے؟ سجاح نے جواباً تحریر کیا کہ میں مدینہ (منورہ) پر حملہ کرنا چاہتی ہوں، میں نبی ہوں اور سنا ہے کہ تم بھی نبی ہو لہذا مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں مل کر مدینہ پر حملہ کریں، مسیلمہ نے فوراً پیغام بھیجا کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے اس وقت تو میں نے آدھا ملک ان کے لئے چھوڑ دیا تھا اور آدھے ملک کو اپنا علاقہ سمجھتا تھا اب ان کے بعد تمام ملک پر میرا حق ہے لیکن چونکہ تم بھی نبوت کی مدعیہ ہو لہذا میں آدھی پیغمبری تم کو دے دوں گا، بہتر ہے کہ اپنے لشکر کو وہیں چھوڑ کر تنہا میرے پاس چلی آؤ تاکہ تقسیمِ پیغمبری اور

مدینہ پر حملہ آوری کے متعلق تم سے تمام گفتگو اور مشورہ ہو جائے، سجاح نے یہ پیغام پاتے ہی لشکر کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دے دیا اور مسیلمہ کذاب کی طرف تنہا روانہ ہو گئی، مسیلمہ کذاب نے سجاح کا شاندار استقبال کیا، اپنے قلعہ کے سامنے خیمہ نصب کرایا، سجاح کو اس میں اتارا، تنہائی میں دونوں کی بات چیت ہوئی، سجاح نے مسیلمہ کذاب کی پیغمبری کو تسلیم کیا، اس پر ایمان لائی، پھر دونوں کا نکاح ہوا، نکاح کے بعد تین دن شبِ زفاف گزار کر مسیلمہ کذاب کے پاس سے رخصت ہوئی اور اپنے لشکر پہنچی، لشکر والوں نے لفافہ دیکھ کر مضمون بھانپ لیا اور دریافت کیا کہ نکاح کا مہر کہاں ہے؟ یہ بے مہر تو نے کیسا نکاح کیا؟ سجاح مہر کے مطالبہ کے لیے دوبارہ مسیلمہ کذاب کے پاس گئی، مسیلمہ کذاب نے کہا: میں نے تیرے مہر میں تیری جماعت کے لیے دو نمازیں یعنی عشاء اور فجر معاف کر دی ہے، سجاح جس وقت نماز کی معافی والا اپنا یہ مہر لے کر اپنے لشکر میں واپس پہنچی، سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ اس کی سرکوبی کے واسطے لشکر لے کر پہنچ چکے تھے، سجاح کا لشکر حضرت خالد رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور سجاح بھی بھاگ کر روپوش ہو گئی، لیکن پھر بعد میں مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانۂ خلافت میں تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئی۔

۵) مختار بن ابی عُبَید ثقفی

جس نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبد الملک بن مروان کے زمانے میں نبوت کا دعوی کیا یہ بدبخت اپنے خطوط میں اپنے نام کے ساتھ "رسول اللہ" لکھا کرتا تھا، یہ ایک بڑا عیّار و چالاک شخص تھا، حکومت و اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے اس نے واقعۂ کربلا کے بعد اہلِ بیت کی محبت کا لبادہ اوڑھا اور قاتلینِ حضرت حسین رضی

اللہ عنہ سے بدلہ لینے کے نام پر لوگوں سے اپنی حمایت و نصرت کی اپیل کی ، اپنے مکر وفریب کے جال میں پھنسانے اور اپنی غیر معمولی روحانی طاقتوں کا لوگوں کو معتقد بنانے کے لئے اس نے مختلف حربے اور ہتھکنڈے اپنائے، اس طرح ایک اچھی خاصی بھیڑ اس کے ارد گرد جمع ہو گئی اور اس نے کوفہ شہر جو اس وقت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی زیرِ خلافت تھا اس پر قبضہ کر لیا، حکومتِ کوفہ حاصل کرنے کے بعد اس کی چالاکی و ہوشیاری کے مواقع مزید روشن ہو گئے، بالآخر رفتہ رفتہ اس نے نبوت کا جھوٹا دعوی ٹھونک دیا اور یہ دعوی کرنے لگا کہ مجھ پر تو وحی اترتی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لاتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے حکم سے مصعب بن زبیر رضي الله عنه نے کوفہ پر لشکر کشی کی، مختار ثقفی کے ساتھ ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی مختار کو شکست فاش ہوئی اور وہ بدبخت اور جھوٹا مدعیٔ نبوت ۱۴ رمضان سن ۶۷ ہجری میں مقتول ہوا۔

مسلم شریف میں ہے انَّ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابًا وَمُبِيرًا (مسلم: ۲۵۴۵) کہ قبیلۂ ثقیف سے ایک کذاب اور ایک مبیر ظاہر ہو گا، علماء فرماتے ہیں کہ کذاب تو یہی مختار بن ابی عبید ہے اور مبیر حجاج بن یوسف ہے۔

۶) حارث بن سعید کذّاب

اس بدبخت اور کذّاب نے ملک شام کے اندر عبد الملک بن مروان اُمَوی کے دورِ خلافت میں نبوت کا جھوٹا دعوی کیا اور اپنے استدراج اور شعبدہ بازیوں کے ذریعے بھولے بھالے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو گمراہ کیا، ابتداءً یہ انتہائی عابد و زاہد اور بڑا صاحبِ ریاضت و مجاہدہ شخص تھا لیکن بلعم بن باعوراء کی طرح اغواءِ شیطانی کا شکار ہو کر گمراہ اور عند اللہ مردود ہوا اور عبد الملک بن مروان کے حکم سے قتل کیا گیا۔

اَجِنّہ و شیاطین کی مدد سے اس کی شعبدہ بازی اور اس کا چمتکار اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ یہ لوگوں کو بے موسم کے پھل کھلاتا تھا، لوگوں سے کہتا آؤ میں تمہیں دمشق سے فرشتوں کو جاتے دکھاؤں، چنانچہ حاضرین آسمان کی طرف محسوس کرتے کہ نہایت حسین و جمیل فرشتے بصورتِ انسان گھوڑوں پر سوار جارہے ہیں، اگرچہ حقیقت میں وہ فرشتے نہیں بلکہ شیاطین واَجِنّہ ہوا کرتے تھے، جب اسے گرفتار کرکے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس لایا جارہا تھا تو ایک سے زائد مرتبہ راستہ میں مخفی شیاطینی قوتوں کے ذریعے بندھی زنجیروں سے وہ آزاد ہوگیا اور جس وقت عبدالملک بن مروان کے دربار میں قتل کے واسطے اس پر نیزہ چلایا گیا تو وہ نیزہ پہلی مرتبہ بے اثر ثابت ہوا لیکن جب دوبارہ خلیفہ کے حکم سے بسم اللہ کہہ کر نیزہ مارا گیا تب جاکر ڈھیر ہوا۔ (البدایہ والنہایہ ج/۹ص/۱۶۹)

خلافتِ بنو عباسیہ کے زمانے میں بھی اس کے مختلف خلفاء کے دور میں متعدد لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا مثلاً خلیفہ مکتفی باللہ عباسی کے زمانہ میں یحیی ابن زکریا القرمطی نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا اس کے بعد اس کے بھائی حسین نے دعوی کیا اور خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانے میں ابو طاہر القرمطی نے دعوی کیا جس نے بیت اللہ شریف سے حجر اسود کو بھی اکھاڑا اور اپنے ساتھ لے گیا پھر کئی سال بعد وہاں سے واپس لایا گیا اور خلیفہ راضی باللہ کے زمانے میں محمد بن علی الشلمغانی نے نبوت کا دعوی کیا جو ابو العراق کے نام سے مشہور ہے، اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بد بخت مدعٔ اُلوہیت ہے اور وہ مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے پس اسے قتل کرکے سولی پر چڑھایا گیا اور اس کے ساتھ اس کے پیروکاروں کی ایک جماعت کو بھی قتل کیا گیا۔

اور خلیفہ مستظہر باللہ کے زمانہ سن ۴۹۹ ہجری میں نہاوند کے اطراف میں ایک شخص ظاہر ہوا اور اس نے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کیا، اسکی نبوت پر بہت سارے

لوگ ایمان لائے بالآخر وہ پکڑا گیا اور قتل کر کے جہنم رسید کیا گیا، ہندوستان کے اندر غلام احمد نامی ایک شخص نے قادیان میں نبوت کا دعوی کیا۔

۷)مرزا غلام احمد قادیانی

اس سیاہ بدبخت اور کذّاب شخص نے ہندوستان کے مشرقی پنجاب، قادیان نامی گاؤں میں نبوت کا جھوٹا دعوی کیا اور اپنے دَجَل و تلبیس سے ایک خلقِ کثیر کو گمراہ اور ان کی آخرت کو برباد کیا، اس کے پیروکاروں کو مرزائی، احمدی اور قادیانی کہتے ہیں جو اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک مرتد اور خارج از اسلام ہیں، ابتدا میں یہ ایک خالص سُنّیُّ العقیدہ شخص تھا لیکن رفتہ رفتہ دنیائے دَنِی کی محبت نے اسے صراطِ مستقیم سے ہٹا دیا، مال و زر کی حرص و طمع میں سفید فام انگریزوں کا ایجنٹ و غلام بن گیا اور ان کے اشاروں پر امتِ مسلمہ و مرحومہ میں افتراق و انتشار کا ناپاک بیج بویا، وہ اس طرح کہ اس بد ظاہر و باطن شخص نے امتِ مسلمہ کے ختمِ نبوت و فریضۂ جہاد جیسے متفق و مُسلّمہ عقیدوں کا انکار کیا اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ خود صحابہ اور اہل بیت سے افضل ہے اور یہ بلند بانگ اور جھوٹا دعوی کر بیٹھا کہ وہی مسیح اور مہدئِ موعود آخِرُالزماں ہے اور منصبِ نبوت جیسے عظیم و جلیل مرتبے پر بھی فائز ہے، وہ مُلْہَم ہے اس پر وحی اترتی ہے، اس کذاب نے بہت ساری پیشین گوئیاں کی تھیں جو سب کے سب روزِ روشن کی طرح جھوٹی ثابت ہوئیں، ملعون مرزا ہیضہ کی بیماری کو عذابِ الٰہی تصور کیا کرتا تھا، اپنے مخالفین کے لئے اس کے گندے منہ سے اسی مرض میں مبتلا ہونے کی بددعا نکلتی تھی، خدا کی قدرت دیکھئے کہ ملعون ابوجہل کی طرح اس کی بددعا بھی اسی پر پلٹی اور یہ مرزا معلون خود ہی مرضِ ہیضہ میں مبتلا ہو کر مرا۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت

اعلانِ قرآن ہے ما كانَ مُحَمَّدٌ أبا أحَدٍ مِن رِجالِكم ولَكِنْ رَسُولَ اللّهِ وخاتَمَ النَّبِيّينَ وكانَ اللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا(الاحزاب/۴۰) کہ محمد (ﷺ) مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وأنا خاتَمُ النبيينَ، لا نبِيَّ بعدي (ترمذی شریف ۲۲۱۹) کہ میں سب سے آخری نبی ہوں اب میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں آئے گا۔

اور مسلم شریف میں ہے، فُضِّلْتُ على الأنْبِياءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوامِعَ الكَلِمِ، ونُصِرْتُ بالرُّعْبِ، وأُحِلَّتْ لِيَ الغَنائِمُ، وجُعِلَتْ لِيَ الأرْضُ طَهُورًا ومَسْجِدًا، وأُرْسِلْتُ إلى الخَلْقِ كافَّةً وخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ (مسلم شریف/۵۲۳)

کہ مجھے چھ چیزوں کے ذریعے تمام انبیاء پر فضیلت و فوقیت دی گئی ہے، مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں (جو الفاظ کے اعتبار سے تو مختصر ہیں لیکن معنی و مفہوم کے لحاظ سے وسیع تر ہیں)، اور رُعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، اور میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے، اور پوری زمین کو میرے لئے ذریعۂ طہارت اور مسجد بنا دیا گیا ہے (کہ جہاں چاہوں نماز پڑھ لوں اور اگر پانی نہ ملے تو مٹی سے طہارت حاصل کر لوں)، اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے.

آنحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتَمُ النَّبيين ہیں، آپ پر سب قسم کی نبوت و رسالت ختم ہے، آپ بلا استثناء سب سے آخری نبی و پیغمبر ہیں، اب آپ کے بعد کوئی نیا

نبی اور رسول پیدا نہیں ہو گا یعنی نئے سرے سے کسی کو پیغمبر اور رسول نہیں بنایا جائے گا، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے دنیا میں نبی و پیغمبر آنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا، بروزِ ازل انبیاء و رسول کی جو تعداد دنیا میں بھیجنے کی مقرر ہوئی تھی وہ اب آپ پر پوری ہو گئی، لہذا اب اگر کوئی شخص کسی بھی قسم کی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا کذاب ہے اور اس کی جھوٹی نبوت کو ماننے اور تسلیم کرنے والا کافر اور مُرتَد ہے، قرآن و حدیث میں ختمِ نبوت و رسالت کا مسئلہ اتنا واضح اور ظاہر ہے کہ نبوت کا دعوی کرنے والے سے اس کی نبوت کی دلیل کا مطالبہ کرنا بھی علماء کے نزدیک باعثِ کفر ہے۔

قیامِ امن

قیامت کی ایک علامت امن کا قائم ہونا ہے جو ایک مرتبہ قائم ہو چکا ہے جیسا کہ مسند احمد میں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ بَيْنَ الْعِرَاقِ وَمَكَّةَ لَا يَخَافُ إِلَّا ضَلَالَ الطَّرِيقِ (مسند احمد ۸۶۳۳)

کہ قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ سوار عراق اور مکہ کے درمیان (ایسے امن و سکون کی حالت میں) سفر کرے گا کہ اسے راستہ بھٹکنے کے سوا کسی اور چیز کا ڈر و خوف دامن گیر نہ ہو گا۔

اور حضرت عدی رضی اللہ تعالی عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عدی! کیا تم نے حِیرَہ دیکھا ہے؟ عدی نے کہا دیکھا تو نہیں ہے لیکن اس کے متعلق سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیری عمر دراز ہوئی تو تو ضرور اونٹ پر سوار ہودج نشین عورت کو دیکھے گا کہ وہ مقام حیرہ سے چلے گی یہاں تک کہ بیتُ اللہ شریف کا

طواف کرے گی اسے راستہ میں اللہ کے سوا کسی کا ڈر و خوف محسوس نہ ہو گا، چنانچہ اس قسم کا امن و سکون دورِ صحابہ میں ظاہر ہو چکا ہے اور یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے جب انہوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں اور شہروں میں عدل و انصاف قائم کیا جیسا کہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے فَرَأَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالكَعْبَةِ لاَ تَخَافُ إِلَّا اللَّهَ (بخاری: ۳۵۹۵) کہ میں اونٹ پر سوار ھودج نشین عورت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ حیرہ سے چل کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اسے ایک اللہ کے سوا کسی اور کا خوف دامن گیر نہیں ہوتا،

پھر ان شاء اللہ ایسا ہی پر امن اور پر سکون ماحول حضرت مہدی و حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں دوبارہ قائم ہو گا۔

دو مسلمان جماعتوں میں جنگ، یعنی جنگِ صِفِّین

علامات قیامت میں سے ایک علامت دو مسلمان جماعتوں کے درمیان ایک بڑی جنگ ہے جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ ، يَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ ، دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ (بخاری: ۷۱۲۱) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی، جب تک کہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں آپس میں ایک گھمسان کی جنگ نہ لڑ لیں جن دونوں کا دعوی ایک ہی ہو گا یعنی ہر ایک اپنے اپنے گمان و اعتقاد میں خود کو حق بجانب سمجھے گا، علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے لشکر کے لوگ ہیں اور یہ جنگ ہو چکی ہے اور تاریخ اسلام میں جنگِ صِفِّین کے نام سے مشہور ہے۔

صفین دریائے فرات کے قریب ایک جگہ ہے اسی جگہ یہ جنگ ہوئی تھی اس لئے اس کا نام صفین پڑا، یہ جنگ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی

شہادت کے بعد ان کے مسئلۂ قصاص کو لے کر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنھما کے درمیان واقع ہوئی جس میں بہت سارے اہلِ ایمان شہید ہوئے۔

واضح ہونا چاہئے کہ جنگِ صفین سے پہلے بھی ایک جنگ ہوئی ہے جس کو جنگِ جَمل کہتے ہیں، اس جنگ میں ایک فریق کی کمان حضرت عائشہ ، حضرت زبیر ابن العوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاتھوں میں تھی اور دوسری طرف خلیفۂ وقت حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تھے، اس جنگ میں چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ایک قدٗ آور، اور بھاری بھر کم اونٹ پر سوار تھیں اور یہی اونٹ اس لڑائی کا مرکز بنا ہوا تھا اس لئے اس لڑائی کو جنگِ جمل کہتے ہیں، جنگِ جمل بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد ان کے مسئلۂ قصاص کو لے کر مابین صحابہ جنگ صفین سے پہلے واقع ہوئی ہے، اس جنگ کی بھی پیشین گوئی اور اس کی طرف اشارہ حدیث پاک میں موجود ہے، چنانچہ صحیح ابن حبان کی روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: كَيْفَ بِإِحْدَا كُنَّ تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ (صحیح ابن حبان: ۶۷۳۲) کہ تم میں سے (یعنی ازواج مطہرات میں سے) ایک کا اس وقت کیا حال ہو گا جب اس پر مقام حَوْ اَبْ کے کتے بھونکیں گے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا: لَيْتَ شِعْرِي أَيَّتُكُنَّ صَاحِبَةُ الْجَمَلِ الأَدِبَبِ تَخْرُجُ فَيَنْبَحُهَا كِلَابُ حَوْأَبٍ ، فَيُقْتَلُ عَنْ يَمِينِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَتْلًا كَثِيرًا ثُمَّ تَنْجُو بَعْدَ مَا كَادَتْ (رواہ ابن شیبہ / مسند البزار البحر الزخار: ۴۷۷۷)

کاش کہ مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے (یعنی میری ازواج میں سے) بہت زیادہ بالوں والے اونٹ (پر سوار ہونے) والی کون ہے جو نکلے گی یہاں تک کہ اس پر مقام

حَوْأب کے کتے بھونکیں گے، جس کے دائیں بائیں بے شمار لوگ قتل ہوں گے اور وہ ہلاک ہونے کے قریب ہو کر بچ جائے گی۔

چنانچہ آپ کی یہ پیشین گوئی اس وقت پوری ہوئی جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا مسلمانوں کے درمیان صلح و مصالحت کے سچے جذبے و ارادے سے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئیں اور دورانِ سفر جس وقت وہ مقام حوأب پر پہنچیں تو ان پر مقام حوأب کے کتے بھونکنے لگے جس پر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مذکورہ پیشین گوئی یاد آگئی اور وہ لوٹنے لگیں لیکن بلوائی و فتنہ پرداز اور نام نہاد مسلمان جو ان کی جماعت میں شریک تھے اور مسلمانوں کے درمیان خونریزی کرانے کے درپے تھے نہ لوٹنے دیا اور آپ رضی اللہ عنہا سے یہ کہنے لگے کہ یہ مقام حوأب نہیں ہے اس طرح غلط بیانی کرکے آپ رضی اللہ عنہا کو میدانِ کارزار تک لے ہی آئے اور بالآخر جنگِ جمل کا وہ عظیم سانحہ پیش آیا جس میں آپ کے دائیں بائیں بے شمار لوگ تہ تیغ ہوئے۔

اور ایک مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر "أَتُحِبُّهُ؟ (ای عَلیًا) کیا تم اس سے یعنی علی سے محبت کرتے ہو؟ حضرت زبیر نے جواب دیا: وَمَا يَمْنَعُنِي ؟ کہ مجھے علی سے محبت کرنے سے کونسی چیز روکے گی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: «أَمَا إِنَّكَ سَتَخْرُجُ عَلَيْهِ وَتُقَاتِلُهُ وَأَنْتَ له ظَالِمٌ "کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوگے اور اس سے لڑو گے اور اس وقت تم ان پر ظلم کرنے والے ہوگے۔(المستدرک للحاکم: ۵۵۷۳/ ۵۵۷۴)

صحابہ کرام کے درمیان ہونے والی لڑائی کے تعلق سے اہلِ حق کا موقف

صحابہ کرام کے درمیان جنگِ جَمَل و صِفّین کی شکل میں جو جنگیں ہوئیں وہ طلبِ جاہ واقتدار یا اتباعِ ہویٰ و اتباعِ نفس کی بنیاد پر ہرگز واقع نہیں ہوئیں، ان کے مشاجرات ومنازعات کو ہمیں اپنے اور اپنے اہلِ زمانہ کے اختلافات و جھگڑوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے، انکے آپسی اختلافات اور ان کی آپسی لڑائیاں عام اختلافات اور عام لڑائیوں سے بالکل جداگانہ تھیں، اغراض دنیا و اغراض نفسانی اور مفاد پرستی کے شائبہ سے پاک وصاف تھیں، سراسر مبنی بر اخلاص، دین کے تحفظ اور خلافتِ نبوی کے قیام و استحکام کے سچے جذبے سے تھیں، ان کا موقف و نظریہ دیانتدارانہ، قرآن و حدیث کی روشنی میں، مبنی بر اجتہاد واستنباط تھا کہ ہر فریق خود کو اپنی رائے اور اجتہاد میں مُصِیب و حق بجانب اور دوسرے کو مُخطی اور حق سے ہٹا ہوا سمجھ کر اس کو بجانب حق اور اللہ کے حکم کی طرف موڑنے اور لوٹانے کی کوشش کر رہا تھا اور آیت کریمہ وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (سورۂ حجرات:۹) (کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے کے ساتھ زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کر رہا ہو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے چنانچہ اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور ہر معاملے میں انصاف سے کام لیا کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) کے تحت اس کو وہ اپنا دینی و شرعی فریضہ و

ذمہ داری تصور کر رہا تھا اس لئے ان شاء اللہ العزیز ہر ایک فریق اپنے اس جذبۂ حق و اخلاص نیت اور تعمیلِ حکمِ قران کی وجہ سے عندَ اللہ مأجُور اور مُثاب ہو گا جیسا کہ مُخْطِی و مُصِیب مجتَہِد کا یہی حکم ہے۔

پس ہم چھوٹوں و کم علموں کا ان محبوبانِ خدا و رسول اور ناقلینِ دین و شریعت و معیارِ حق و ایمان، مقتدا و پیشواؤں کے ایسے اختلافات اور مشاجرات میں کہ جس موقعہ پر نہ ہم موجود تھے اور نہ ہی صحیح صورتِ حال سے واقف، لب کشائی یا نکتہ چینی کرنا یا کسی مُؤرِخ و مُحرِّر کی افراط و تفریط سے غیر محفوظ تاریخ و تحریر سے متاثر ہو کر کسی بھی صحابیٔ رسول کو مَورِد الزام ٹھہرانا یا سب و شتم یا تنقید کا نشانہ بنانا یا کسی کے تعلق سے بد گمانی اور بد ظنی قائم کرنا حد درجہ کی کور بختی اور بیوقوفی ہے، جن کے دَم و خون سے اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے ہماری تلواریں محفوظ فرمائیں ان کی توہین و تنقیص کی نجاست سے ہمیں اپنے قلب و زبان اور قلم کو بھی محفوظ رکھنا چاہیے۔

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک مشاجرات صحابہ میں اگرچہ حق بجانب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کے مخالفین خطأ پر تھے لیکن یہ خطأ چونکہ عنادی خطأ نہ تھی یعنی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر نہ تھی بلکہ اجتہادی تھی یعنی قرآن و حدیث کی روشنی میں تھی لہذا خطأ اجتہادی پر طعن و تشنیع اور تنقید و ملامت کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس پر مُہرِ سُکوت ہی واجب ہے یہی اس بابت اہل سنت والجماعت کا نظریہ اور موقف ہے ورنہ ہماری مثال اس چپراسی جیسی ہو گی جو دو شہزادوں کا اختلاف دیکھ کر حَکَم بن کر فیصلہ دینے بیٹھ جائے اور انہیں سَبّ و شَتم سے نوازنے لگے تو غور کیجیے ایسے حَکَم پر بادشاہ کا کس قدر غیظ و غضب ہو گا۔

مفسدوں کی فتنہ پردازی ہوئی
باعثِ خونریزیٔ جنگِ جمل

ورنہ شیر حق سے طلحہ اور زبیر
چاہتے ہرگز نہ تھے جنگ و جدل

صحابہ کے تعلق سے محدثِ جونپوری کا ایک قیمتی بیان

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے چاہے وہ ایک سیکنڈ کے لئے ہو یہی تعریف صحابہ کے سلسلے میں امام احمد، علی بن مدینی، امام بخاری، ابو زرعہ، ابو حاکم اور امام طحاوی وغیرہ نے اختیار کی ہے اور اس تعریف پر وہ سارے لوگ صحابی ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان کے ساتھ زیارت ہوئی اور ان کی ایمان پر وفات ہوگئی، آپ کی صحبتِ مبارکہ میں ایسی تاثیر تھی کہ جو وہاں بیٹھ جاتا ایمان اور صدق کے ساتھ اس کے قلب وروح کی ایسی صفائی ہو جاتی تھی جو زندگی بھر کی عبادت کے ساتھ غیرِ صحابی کو نصیب نہیں ہو سکتی،

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ایک ایسی نورانی تجلیہ کی کیفیت تھی کہ جو آپ صلی وسلم کے پاس بیٹھ جاتا تھا اس کا اندرون نہایت مصفیٰ و مجلیٰ ہو جاتا تھا جو ہزار سال کے مجاہدے کے بعد غیرِ صحابی کو نصیب نہیں ہوتا ہے، اس سے اندازہ ہوا کہ صحابیت ایک ایسا مقامِ رفیع ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوتا اور یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس عالی مرتبہ طبقہ کا ایسا اکرام ہونا چاہیے جس کے بعد اکرام کا کوئی درجہ باقی نہ رہے، اور حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے اور علما نے ترخیص کر کے یہ بات لکھی ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درجے کو چاہے کوئی ایک سیکنڈ کی ہی صحبت پائے ہوئے ہوں کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتی اسی لئے ان کا اکرام کیا جائے ان کا احترام کیا جائے ان پر تبصرے نہ کے جائیں ان کے

باہمی مشاجرات کے سلسلے میں زبان بند رکھی جائے، باوجود صحابیت کے وہ توانسان تھے ان میں انسانی خصائل اور اخلاق موجود تھے کبھی کبھی اس کا ظہور ہوتا تھا لیکن ان کو صحبت کا جو اعلیٰ مقام نصیب تھا اس کی وجہ سے ان خصائل کا جو ظہور ان سے ہوتا تھا وہ پھر مٹ کر ختم ہو جاتا تھا، جیسے یہ سمجھو کہ ایک ہیرا ہے نہایت شفاف اتفاق سے اس ہیرے کے مالک نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا جہاں گرد و غبار پڑ گیا اور بارش کی کچھ بوندیں اس پر پڑ گئیں اور وہ ہیرا دیکھنے میں بھدا معلوم ہونے لگا لیکن یہ بھدا پن اس کی ذاتی صفت نہیں ہے عارضی صفت ہے اگر ذرا سا پانی پڑے گا تو وہ بھدا پن ختم ہو جائے گا اور جو اس کی ذاتی صفت ہے وہ ظاہر ہو جائے گی، صحابیت کو بھی یہی حالت حاصل ہے وہ ایک ایسا مجلیٰ ہیرا ہے جس کے پاس ہے اگر کبھی بشری تقاضے سے کوئی بات ظاہر ہو جائے تو یہ ممکن ہے، ہو سکتا، ہوئی ہے لیکن وہ بشری اثر ان کے ذاتی جوہر کو گندلا اور میلا نہیں کر سکتا ذرا سی بات ہوگی وہ جوہر پھر سے چمکنے لگے گا۔

خلافت کا ارضِ مقدس میں اترنا

علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت خلافت کا ارضِ مقدس یعنی ملکِ شام منتقل ہونا ہے جیسا کہ عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت خلافت کا ارضِ مقدس یعنی ملکِ شام منتقل ہونا بتایا ہے چنانچہ عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا: يَا ابْنَ حَوَالَةَ، إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتْ أَرْضَ الْمُقَدَّسَةِ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْأُمُورُ الْعِظَامُ ، وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِي هَذِهِ مِنْ رَأْسِكَ (سنن ابی داود: ۲۵۳۵) کہ اے ابن حوالہ! جب تم دیکھ لو کہ خلافت ارض مقدسہ میں

اتر آئی تو سمجھ لینا کہ زلزلے، غم، مصیبت، بے چینی اور بڑے بڑے واقعات قریب آگئے ہیں اور اس دن قیامت لوگوں کے اس سے بھی زیادہ قریب تر ہو گی جتنا میرا ہاتھ تیرے سر کے قریب ہے۔

تنبیہ: اگر ارض مقدسہ میں اترنے والی خلافت سے مراد بنو امیہ کی خلافت ہے تو یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے کیونکہ بنو امیہ جن کا دارُ السلطنت ملک شام تھا ان کے مختلف حکمرانوں کے زمانے میں، مختلف اوقات میں، مختلف مقامات پر، حدیث پاک میں مذکور تمام امور پیش آچکے ہیں اور اگر حدیث میں مذکورہ خلافت سے، خلافتِ مَہدئ آخر الزمان مراد ہو تو پھر ایسی صورت میں امورِ عظام سے مراد قیامت کی علاماتِ کبری و قریبہ ہیں مثلا زمین سے جانور کا نکلنا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔

خلافت کا بادشاہت کی طرف منتقل ہونا

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الخلافةُ في أمّتي ثلاثونَ سنةً. ثم مُلكٌ بعد ذلكَ (سنن الترمذي: ۲۲۲۶) کہ خلافت میری امت میں تیس برس رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی۔

خلافت سے مراد خلافت علی منہاج النبوۃ یعنی خلافتِ راشدہ ہے، اور اس سے مراد وہ نظامِ حکومت و سلطنت ہے جو خالص نبوت و رسالت کی تعلیمات کے مطابق ہو، اور نبوی نظام کی تمام خوبیاں اس میں موجود ہوں، اور وہ نظامِ حکومت عہد رسالت کے بالکل طرز پر ہو، دین قائم رکھنے اور احکام دینیہ نافذ کرنے کے واسطے ہو، دین کا رنگ اور مذہب کی چھاپ اس پر غالب ہو۔

چنانچہ آپ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ خلافت راشدہ کا یہ سنہرا تیس سالہ دور

خلفائے راشدین حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین کی خلافت پر پورا ہوا، اور اس کے بعد ملوکیت و بادشاہت کا آغاز ہوا۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے بہت ہی نازک وقت میں تمام مہاجرین و انصار کے اتفاق سے منصبِ خلافت کو سنبھال کر امت کی رہبری فرمائی، آپ کی کل مدتِ خلافت دو سال تین ماہ اور تیرہ دن ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا، آپ کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ ہے۔

حضرت عمر کو جب ابولؤلؤ مجوسی غلام نے فجر کی نماز میں زخمی کر دیا تو آپ نے حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضی، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنھم اجمعین کی چھ نفری کمیٹی تشکیل دی کہ یہ چھ حضرات اور حضرت عبد اللہ ابن عمر اپنے مشورے سے ان چھ میں سے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کریں۔

چنانچہ ان حضرات نے اپنے مشورے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ مقرر کیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی مدت خلافت تقریبا بارہ سال ہے۔

پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو باغیوں اور بلوائیوں نے شہید کر دیا تو حضرات مہاجرین و انصار کے اصرار پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ خلیفہ ہوئے، آپ کی مدت خلافت چار سال نو ماہ ہے۔

غرض ان چاروں حضرات کی خلافت عین طرزِ نبوی پر رہی، اور حقیقی خلافت کی

جملہ شرطیں ان میں موجود تھیں، مقصدِ خلافت کامل طور پر ان سے ظاہر ہوا، اسی مبارک دور کو ہم خلافتِ راشدہ کہتے ہیں، اور اسی خلافت کے چاروں خلفاء کو ہم خلفائے راشدین کے نام سے یاد کرتے ہیں جنہوں نے خلافت کا صحیح حق ادا کرتے ہوئے وہ مثالی حکومت قائم فرمائی اور ایسے کارنامے انجام دیے جن کی نظیر انبیائے کرام کے کارناموں کے علاوہ تاریخِ انسانیت میں نہیں ملتی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضراتِ صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ بنایا، حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے چھ ماہ تک منصبِ خلافت کو سنبھالا پھر جب چھ ماہ پورے ہو گئے تو آپ یہ فرماتے ہوئے اس منصب سے دستبردار ہوگئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خلافت میرے بعد تیس برس رہے گی اور تیس برس پورے ہونے میں چھ ماہ باقی تھے وہ پورے ہو گئے، آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے صلح کرلی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے، حکومت و امارت کی مکمل باگ ڈور ان کے سپرد کردی، گویا حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا تکملہ و تتمہ تھی۔

غرضیکہ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان خلافۃُ النُّبوَّۃِ ثلاثونَ سنَۃً کے مطابق خلافت علی منہاج النبوۃ کا تیس سالہ مبارک دور پورا ہوا اور اس کے بعد امارت و بادشاہت کا دور شروع ہو گیا۔

تنبیہ

خلافت راشدہ کے بعد جو دوسرا دور شروع ہوا حدیث پاک میں جس کو ملوکیت اور بادشاہت سے تعبیر کیا گیا ہے اس کو دوسرے درجے کی خلافت کہا جاتا ہے، اس کی

ابتدا او شروعات خلفائے بنو امیہ سے ہوئی اور بنو عباس کے ذریعے آگے بڑھ کر اس کا خاتمہ ترکی کی خلافتِ عثمانیہ پر ہوا، جس کو انگریزوں نے ایک بڑی سازش کے تحت سن ۱۹۲۱ء میں ختم کر دیا۔

اس دوسرے درجے کے دورِ خلافت میں اگرچہ نبوی طور طریقہ پر اس پختگی کے ساتھ عمل نہیں ہو سکا جو خلفائے راشدین کے دور میں ہوا، لیکن اس کے باوجود اس دوسرے درجے کی خلافت کو ہم خلافت اسلامیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، کیونکہ اس دور میں بھی ممالک اسلامیہ دارالحرب میں تبدیل نہیں ہوئے تھے، ایک دینی نظام چل رہا تھا جو مجموعی حیثیت سے اسلام اور مسلمانوں ہی کے حق میں تھا، اور دشمن آج کی طرح مسلمانوں کو ایک دم لقمۂ تر بنانے سے قبل سوچنے پر مجبور تھے، دین و شریعت کی حفاظت اور عالمِ اسلام کی پاسبانی کا کام انجام دیا جا رہا تھا، اس لئے وہ بھی امت کے حق میں خیر تھی اور غنیمت تھی، لیکن آج جب وہ خلافت بھی باقی نہیں رہی تو ہم مسلمانوں کو بہت ہی شدت سے اس کی اہمیت کا احساس ہو رہا ہے، انہیں سب خوبیوں کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد کے خلفاء کے متعلق بھی امورِ حکومت میں ماننے اور اطاعت کرنے کی تاکید فرمائی، تاکہ مسلمانوں کا نظامِ حکومت وسلطنت کسی طرح بکھرنے نہ پائے، اور انہیں تاکیدات کے پیش نظر صحابہ و تابعین اور اولیاء کرام نے بعد والے زمانے میں اپنے معیار سے اتر کر ان بعد والے امراء وحُکّام کے ہاتھ پر امورِ حکومت میں بیعت کی اور ان سے بغاوت نہ کی۔

غرضیکہ خلافتِ راشدہ کے بعد یہ نظام خلافت تقریباً ۱۳ صدی تک برابر چلتا رہا یہ دوسرے درجے کی خلافت تھی جس کو حدیث پاک میں ملوکیت اور بادشاہت کا نام دیا گیا ہے۔

بادشاہت کے بعد جابر تاناشاہی قائم ہو گی

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إِنَّ أَوَّلَ دِيْنِكُمْ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ کہ تمہارے دین کا آغاز نبوت و رحمت سے ہوا جب تک اللہ چاہے گا وہ نبوت ورحمت تمہارے درمیان موجود رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے (چنانچہ آنحضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۶۳ برس دنیامیں قیام فرماکر سن ۱۱ھ ماہ ربیع الاول میں دنیا سے تشریف لے گئے)۔

ثم تكونُ خلافةٌ على مِنهاجِ النُّبُوَّةِ ما شاء اللهُ أن تكونَ، ثم يَرْفَعُها اللهُ - پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہو گی، یہ بھی اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اس کو بھی اٹھالیں گے۔

(چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۳۰ تیس سال خلافت علی منہاج النبوۃ قائم رہی)۔

ثم تكونُ مُلْكًا عاضًّا، اس کے بعد سخت اور مضبوط قسم کی بادشاہت کا دور آئے گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے وہ دور رہے گا پر اس کو بھی اللہ تعالیٰ اٹھالیں گے (چنانچہ سن ۴۱ھ سے ملوکیت وبادشاہت کا دور شروع ہوا اور سن ۱۳۳۸ھ میں وہ بھی ختم ہو گیا)۔

ثم تكونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً پھر جابر تاناشاہی اور مطلق العنانی حکومتیں قائم ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کو بھی ختم فرمادیں گے۔

چنانچہ سن ۱۳۳۸ھ میں انگریزوں کے ہاتھ ملوکیت وخلافت کے خاتمے کے بعد اب چھوٹی چھوٹی حکومت وسلطنت کی شکل میں جابر تاناشاہی قائم ہے، اس وقت ہم سب جابر تاناشاہی کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں۔

ثم تکونُ خلافةً علیٰ مِنھاجِ نُبُوَّةٍ... اور اخیر میں پھر دوبارہ خلافتِ راشدہ لوٹ آئے گی جو بالکل صحیح نہجِ نبوت پر ہو گی، اور اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا یعنی اسلام کو زمین میں قرار و استحکام حاصل ہو گا، اس دور خلافت سے زمین اور آسمان والے خوش ہوں گے ،خوب بارش برسے گی اور زمین سے بھی خوب نباتات اور برکتیں نکلیں گی۔ (مسند احمد ۱۸۳۶۶)

معلوم ہونا چاہیے کہ آخری زمانے میں دوبارہ جس خلافت علی منہاج النبوۃ کے قائم ہونے کی بشارت دی گئی ہے وہ حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی خلافت ہے۔

اس حدیث پاک میں امت مسلمہ کے پانچ دور کی پیشین گوئی کی گئی ہے، جس میں سے تین دور تو گزر چکے، چوتھا گزر رہا ہے اور پانچویں دور کا انتظار ہے، ان شاء اللہ وہ بھی آکر رہے گا۔

اور بیہقی کی روایت میں اس طرح ہے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ ھذا الأمرَ بدأَ نبوّةً ورحمةً ثمّ یکونُ خلافةً ورحمةً ثمّ مُلکًا عضوضًا ثمّ کائنٌ جبریّةً وعُتوًّا وفسادًا في الأرضِ یستحلُّونَ الحریرَ والفروجَ والخمورَ ویُرزَقونَ علی ذٰلِك وینصرونَ حتّی یلقَوُا اللهَ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان: ۵۶۱۶) کہ یہ کام (یعنی دین) نبوت اور رحمت سے شروع ہوا، پھر خلافت اور رحمت ہو گی، پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہو گی، اور پھر زبردستی و سرکشی اور فساد زمین میں پھیل جائے گا، وہ لوگ ریشم اور شرمگاہوں اور شرابوں کو حلال قرار دیں گے اور اس کے باوجود ان کو رزق دیا جائے گا اور ان کی مدد کی جائے گی یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملیں۔

چنانچہ آج صادق ومصدوق نبی برحق حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشن گوئی

حرف بحرف صادق آرہی ہے کہ اس جابر تاناشاہی دور میں اکثر اُمَراء و حُکّام بالکل شُتر بے مہار ہیں، اقتدار کے نشے میں چور جو چاہیں کر گزرتے ہیں کسی کا نہ کچھ خوف ہے نہ ڈر، ان کے سیاہ کارنامے کسی ذی ہوش سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

اسلام کی چکی ۳۵، ۳۶ یا ۳۷ سال گھومتی رہے گی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تدُورُ رَحى الإسلامِ لخَمْسٍ وثلاثينَ، أو سِتٍّ وثَلاثينَ، أو سَبْعٍ وثَلاثينَ، فإنْ يَهلِكوا فسَبيلُ مَن هلَكَ، وإنْ يقُمْ لهم دِينُهم يقُمْ لهم سَبعينَ عامًا. قال: قُلْتُ: أمِمّا بَقِيَ أو مِمّا مضى؟ قال: ممّا مضى. (سنن أبي داود: ۴۲۵۴)

کہ اسلام کی چکی اب سے پینتیس سال یا چھتیس سال یا سینتیس سال تک گھومتی رہے گی، پس اگر مسلمان ہلاک ہوگئے تو ہلاک ہونے کا راستہ یہی ہے جس پر ہلاک ہونے والے ہلاک ہوئے (یعنی پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے) اور اگر ان کے لئے ان کا دین قائم رہا تو پھر وہ / ۷۰ ستر سال تک قائم رہے گا، میں نے عرض کیا یہ ستر سال مستقل ہوں گے یا گزرے ہوئے سالوں کے ساتھ ملا کر، یعنی پینتیس سال کے علاوہ ہونگے گے یا مع ان کے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گزرے ہوئے (پینتیس) سالوں کے ساتھ ملا کر۔

اسلام کی چکی ۳۵، ۳۶ یا ۳۷ سال چلتے رہنے کا مطلب

(۱) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے قِیَامُ الاِسْلَامِ عَلیٰ حُسْنِ النِّظَامِ کہ اسلام کا نظام اور اسکا تمام معاملہ بحسن وخوبی اور انتہائی ٹھیک مضبوط انداز سے ۳۵ یا ۳۶

یا ۳۷ برس تک چلتا رہے گا کہ حدود وغیرہ نافذ ہوتی رہیں گی اور فریضۂ جہاد جاری رہے گا۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ رَحَی الاِسْلَام سے مراد رَحَی الْحرب ہے یعنی لڑائی کی چکی، مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں باہم خانہ جنگی، جنگ وجدال اور لڑائی جھگڑے کا سلسلہ پینتیس سال بعد شروع ہوگا۔

چنانچہ آپ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی، اگر حدیث میں ذکر کئے ہوئے سال سے ہجرت کی آغاز والا سال مراد لیا جائے جس سے اسلام کے غلبہ اور فتوحات کی ابتدا ہوئی ہے تو اس میں ذرہ برابر اشتباہ کی بات نہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے جنگ و جدال کا سلسلہ سن / ۳۵ھ سے شروع ہوا اور اسلام میں سب سے پہلا فتنہ جو خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی شکل میں پیش آیا وہ سن / ۳۵ھ ہی ہے، اور سن / ۳۶ھ میں جنگِ جَمَلُ واقع ہوئی، اور سن / ۳۷ھ میں جنگِ صِفِّین کا سانحہ پیش آیا۔

بارہ خلفاء تک دین مستقیم رہے گا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں لا یزالُ هذا الدینُ قائمًا، حتى یکونَ علیکمُ اثناعشرَ خلیفةً، کلُّهم تَجتمعُ علیْهِ الأمةُ. فسمعْتُ کلامًا منَ النبیِّ ﷺ لم أفهمْهُ، قلْتُ لأبي: ما یقولُ؟ قال: کلُّهم من قریشٍ. (سنن ابی داؤد ۴۲۷۹) کہ یہ دینِ (اسلام) قائم اور محفوظ رہے گا بارہ خلفاء تک جو ایسے ہوں گے کہ امت ان کی خلافت پر متفق ہوگی اور وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

(۱) خلفاء سے عام خلفاء مراد ہیں چاہے عادل ہوں یا ظالم ان کے زمانے میں مجموعی طور پر شوکتِ اسلام اور اس کی قوت بر قرار ہے گی اوراس میں اضافہ ہوتا رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بارہ خلفاء تک یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے لیکر خلیفہ ہشام بن عبد الملک تک اسلام کی قوت اور حسنِ نظام بر قرار رہا اور پھر تیرہویں خلیفہ یعنی ولید بن یزید بن عبد الملک سے نظام سلطنت قائم نہ رہ سکا اور اس کو خلافت کے چوتھے ہی سال قتل کر دیا گیا اس کے بعد خلافت کے مسئلہ میں لوگوں کا اتفاق واجتماع پہلے جیسا نہ رہا۔

تنبیہ : تیسرے اور چوتھے خلیفہ یعنی حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے دور میں جنگ جمل و صفین کی شکل میں جو جنگیں ہوئیں اور ان کے آپس میں جو اختلافات ونزاعات واقع ہوئے وہ اِمارت وخلافت کے مسئلے کو لیکر نہیں تھے بلکہ دیگر امورِ مملکت وحکومت اور انتظامی امور سے اس کا تعلق تھا اس لئے اس کے ذریعے مذکورہ قول پر اعتراض وارد نہیں ہونا چاہئے۔

نیز خیال رہے کہ مذکورہ قول کے مطابق ہشام بن عبد الملک کو جو بارہواں خلیفہ قرار دیا گیا ہے تو ان سے پہلے درمیان سے عبد اللہ بن زبیر، مروان بن حکم اور معاویہ بن یزید کو مستثنیٰ کر کے قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کی ولایت اور خلافت پر عام لوگوں کا اجتماع واتفاق نہیں ہوا تھا کذا قال القاضي عیاض وابن تیمیہ وغیرهما (الدر المنضود / ج/٦ص ٢٦٢)

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر سے لے کر عمر بن عبد العزیز تک مسلسل چودہ خلفاء ہوتے ہیں جن میں سے دو کی خلافت تو درست اور منعقد ہی نہیں ہوئی اور نہ کچھ طویل ہوئی یعنی معاویہ بن یزید بن معاویہ اور مروان لہذا اب ان چودہ خلفاء میں سے دو کے نکالنے کے بعد عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تک بارہ خلفاء

باقی رہ جاتے ہیں، عمر بن عبد العزیز کی وفات ۱۰۱ ھجری میں ہوئی یعنی قرنِ اوّل جو کہ خیرُ القرون ہے اس کے ختم پر، چنانچہ اس کے بعد سے احوال میں مسلسل تغیر و انقلاب ہوتا چلا گیا۔

لیکن اس قول پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث میں تو تَجتمعُ علیْهِ الأمةُ/ اور یجتمع علیهم الناس وارد ہوا ہے کہ ان کی خلافت پر سب لوگ اتفاق کریں گے جبکہ یہ بات ان بارہ خلفاء میں سے حسن بن علی اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما میں پائی نہیں جاتی۔

تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ اکثر کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے کہ یہ بارہ خلفاء ایسے ہوں گے جن پر اکثر لوگ متفق و مجتمع ہوں گے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ حدیث پاک میں خلفاء سے ایسے بارہ خلفاء مراد ہیں جو خلفائے راشدین کی سیرت پر ہوں گے لیکن یہ مطلب نہیں کہ وہ بارہ خلفاء مسلسل پے در پے پائے جائیں گے بلکہ متفرق طور پر قیامت قائم ہونے تک مختلف زمانوں میں پائے جائیں گے اور ان سب کے آخر میں حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ (بذل المجہود: ج ۱۲، ص ۳۲۴) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے نیز مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں اسی قول کو نقل فرمایا ہے۔

تنبیہ:

خیال رہے کہ خلفاء سے شیعہ اور اثنا عشریہ فرقہ کے بارہ امام مراد نہیں ہیں کیوں کہ انکا بارہ اماموں کا عقیدہ اختراعی اور گھڑا ہوا عقیدہ ہے اس کا قرآن حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔

عربوں میں پھیلنے والا شر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَيْلٌ للعرَبِ مِن شَرٍّ قد اقتَرَب. أفلَح مَن كفَّ يدَہُ. (سنن أبي داود ۴۲۴۹) کہ عربوں کے لئے اس شر سے ہلاکت ہو جو شر قریب آپہنچا ہے، اس میں جس شخص نے اپنا ہاتھ روکا وہ کامیاب ہوا۔

یعنی جس نے حق وباطل میں التباس واشتباہ کی وجہ سے قتال کو ترک کر دیا،

علامہ طیبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عثمان غنی، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی علی عنہم کا واقعہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد واقعۂ کربلا ہے جو یزید کا حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ پیش آیا۔

اور واقعۂ کربلا کا مراد ہونا معنی کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے کیونکہ کہ اس شر کا اثر عرب وعجم سب پر ظاہر ہوا۔

قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں امت کی ہلاکت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هَلاكُ أُمَّتي على يَدَيْ غِلْمَةٍ مِن قُرَيْشٍ کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ان لوگوں کو ان کے نام اور ان کی شخصیات کے ساتھ جانتے اور پہچانتے تھے مگر فتنہ وفساد بڑھ جانے کے ڈر سے سکوت فرماتے تھے اور تعیین کے ساتھ کسی کا نام نہ لیتے تھے (بخاري شريف ۳۶۰۵)

علماء فرماتے ہیں کہ اُمَّتِی سے یہاں مراد صحابۂ کرام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہیں کیوں کہ یہی لوگ بہترین امت ہیں۔

آپ کی یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے کیونکہ بنو امیہ کے نوخیز لڑکوں مثلاً یزید، عبید اللہ بن زیاد وغیرہ کے ہاتھوں بعض کبارِ صحابہ مہاجرین و انصاراور دیگر بے شمار مؤمنین شہید ہوئے ،اور عبد الملک بن مروان کے دور میں اس کے گورنر حجاج بن یوسف نے بہت سارے مظالم ڈھائے اسی طرح سلیمان بن عبد الملک اور اس کی اولاد نے خوب خوب خوں ریزیاں کیں جو کسی صاحب شعور سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہیں۔

صحابہ کرام کا دنیا سے رخصت ہو جانا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دنیا سے اٹھ جانا بھی قربِ قیامت کی علامت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُلْتَمَسَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي كَمَا تُلْتَمَسُ أَوْ تُبْتَغَى الضَّالَّةُ. فَلَا يُوجَدُ"(مسند احمد:۶۷۵) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ میرے صحابہ اس طرح تلاش کیے جائیں گے جس طرح گمشدہ چیز تلاش کی جاتی ہے اور ملتی نہیں۔ چنانچہ ۱۱۰ھجری تک دنیا صحابہ کرام سے خالی ہو گئی۔

ٹڈی کا ختم ہونا

قیامت کی ایک علامت ٹڈی کا ختم ہونا ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانۂ خلافت میں جس سال ان کی وفات ہوئی تھی ، ٹڈی غائب ہو گئی جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بہت فکر مند ہوئے اور اس کی تلاش میں ایک سوار یمن کی طرف بھیجا اور ایک عراق کی

طرف اور ایک شام کی طرف تاکہ وہ معلوم کریں اس سال ٹڈی دیکھی گئی ہے یا نہیں، جو صاحب یمن کی طرف گئے تھے وہ ایک مٹھی ٹڈیاں لائے اور حضرت عمر کے سامنے ڈال دی، جب آپ نے وہ دیکھیں تو خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ أَلْفَ أُمَّةٍ سِتَّ مِائَةً مِنْهَا فِي الْبَحْرِ ، وَأَرْبَعَ مِائَةٍ فِي الْبِرِّ ، فَإِنَّ أَوَّلَ هَلَاكِ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْجَرَادُ, فَإِذَا هَلَكَ الْجَرَادُ تَتَابَعَتِ الْأُمَمُ كَنِظَامِ السِّلْكِ (شعب الایمان:۹۶۵۹) کہ بے شک اللہ جل شانہ نے حیوانات کی ایک ہزار قسمیں پیدا فرمائی ہیں جن میں چھ سو دریائی اور چار سو خشکی کی ہیں اور ان میں سب سے پہلے قیامت کے قریب ٹڈی ہلاک ہو گی اور اس کے بعد دوسرے حیوانات کی قسمیں یکے بعد دیگرے ہلاک ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ کر دانے گرنے لگتے ہیں۔

اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی فکر کا حال معلوم ہوا کہ قربِ قیامت کی ایک نشانی دیکھ کر جو حقیقت میں موجود بھی نہ تھی کس قدر گھبرائے اور سواروں کو بھیج کر بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا پتہ لگایا کہ کیا واقعی ٹڈی کی جنس ہلاک ہو چکی ہے یا مدینہ ہی میں نظر نہیں آرہی ہے؟ اب یہ اندازہ کیجیے کہ اگر ٹڈی نہ ملتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کس قدر پریشان ہوتے اور ایک ہم ہیں کہ قیامت کی سیکڑوں نشانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن کوئی ڈر اور خطرہ محسوس نہیں کرتے۔

بکثرت فتنوں کا ظہور

حدیث پاک کے مطابق، قیامت کی ایک علامت بکثرت فتنوں کا ظہور ہے، قیامت سے پہلے پے در پے امڈتے فتنوں کا ایک سیلاب ہو گا، ایک فتنہ ابھی ختم نہ ہو

پائے گا کہ دوسرا فتنہ سر اٹھالے گا، ایسے خطرناک فتنے جنم لیں گے کہ حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز کرنا مشکل ہو جائے گا، لوگوں کے ہوش گم ہو جائیں گے، ایسی نازک صورتِ تحال پیدا ہو جائے گی کہ آدمی کا ایمان متزلزل ہو جائے گا، آدمی صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہو گا تو صبح کو کافر یعنی عقائد و خیالات بہت جلدی جلدی بدلیں گے چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، والقائمُ فيها خيرٌ مِن الماشي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي (سنن أبي داود / ۴۲۵۹)

کہ قیامت سے پہلے اندھیری و تاریک رات کے ٹکڑوں کے مانند فتنے ظاہر ہوں گے جس میں آدمی صبح کرے گا ایمان کی حالت میں اور شام کرے گا کفر کی حالت میں اور شام کرے گا ایمان کی حالت میں اور صبح کرے گا کفر کی حالت میں ان فتنوں میں بیٹھ رہنے والا کھڑے رہنے والے سے بہتر ہو گا، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔

اور مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا(بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا (صحیح مسلم / ۱۱۸)

کہ نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ ایسے فتنے ظاہر ہوں جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کے مانند ہوں گے، انسان کی صبح ایمان کی حالت میں ہو گی تو شام کو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر شام ایمان کے ساتھ کرے گا تو اس کی صبح کفر کی

حالت میں ہوگی اور دنیا کے تھوڑے سے سامان کے بدلے وہ اپنے دین کو بیچ ڈالے گا۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں

اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُولُ: سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يُرِيدُ أَزْوَاجَهُ لِكَيْ يُصَلِّينَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ (رواه البخاري:٦٢١٨)

کہ ایک رات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کے بیدار ہوئے اور فرمانے لگے سبحان اللہ ! کیا خوب جو کچھ اللہ تعالی نے خزانے نازل فرمائے اور کیسے کیسے فتنے اتارے، کون ہے جو حُجروں والیوں (یعني ازواجِ مطہرات) کو بیدار کرے تاکہ وہ نماز پڑھیں، دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی۔

اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فَإِنِّي لَأَرَى الفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ القَطْرِ (بخاری:۷۰۶۰) کہ میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں کے درمیان بارش کے گرنے کی طرح گر رہے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: الصَّلَاةَ جَامِعَةً. فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم. فَقَالَ: «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ، وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هَذِهِ مُهْلِكَتِي، ثُمَّ

تَنْكَشِفُ وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ، فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هَذِهِ هَذِهِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (مسلم:۱۸۴۴)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز لگائی کہ نماز تیار ہے پس ہم لوگ بارگاہِ رسالت میں جمع ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے جتنے نبی گزرے ہیں سب کی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنی اپنی امتوں کو اُن خیر و بھلائی سے آگاہ کریں جن کا خیر اور بھلائی ہونا ان کے حق میں ان کو معلوم تھا اسی طرح ان برائیوں سے ڈرائیں جن کا ان کے حق میں برا ہونا معلوم تھا اور بے شک تمہاری یہ امت اس کی عافیت اس کے شروع والے طبقے میں رکھی گئی ہے اور عنقریب اس کے آخری طبقے کو مصائب و آلام کا سامنا ہو گا اور ایسے امور پیش آئیں گے جن کو تم ناگوار و ناپسند سمجھو گے اور ایسے ایسے فتنے آئیں گے جو ایک دوسرے کو ہلکا کر دیں گے اور ایسے خطرناک فتنے برپا ہوں گے جن کو دیکھ کر مومن آدمی دنگ رہ جائے گا اور کہے گا فتنہ تو یہ فتنہ ہے! پس جو شخص چاہتا ہو کہ دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے تو اس کو چاہیے کہ اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

واضح رہے کہ فتنوں کی احادیث تو بہت زیادہ ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فتنوں سے آگاہ کیا، ان سے دور بھاگنے اور بکثرت پناہ مانگنے کا حکم دیا اور اس بات کی خبر دی کہ عنقریب یہ امت مصیبتوں اور فتنوں سے دوچار ہو گی۔ پس ان سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ آدمی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے، اہل سنت والجماعت سے چمٹا رہے، علماءِ حق سے وابستہ رہے، فتنوں سے ڈرتا اور بچتا رہے، بارگاہ خداوندی میں بچنے کی خوب دعائیں کرتا رہے۔

زمانۂ فتنہ میں دین پر ثابت قدم رہنے کا ثواب

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے آگے ایسا زمانہ آرہا ہے جس میں صبر کی سِل چھاتی پر رکھنی ہوگی، جو شخص ان ایام میں صبر کرے گا وہ گویا اپنے ہاتھ میں انگار پکڑے گا (یعنی ان دنوں میں دین پر ثابت قدم رہنا اتنا ہی مشکل ہوگا جتنا ہاتھوں میں انگارہ لینا دشوار ہوتا ہے) للعامِلِ فیھنَّ مثلُ أجرِ خمسینَ رجلاً یعمَلونَ کعملِکُم ۔۔۔ قیلَ: یا رسولَ اللّٰہِ، أجرُ خمسینَ رجلاً منّا أو منھُم؟ قالَ بل أجرُ خمسینَ منکُم (ترمذی شریف ۳۰۸۵) ان دنوں میں دین پر عمل کرنے والے کے لیے پچاس شخصوں کے عمل کا ثواب ہوگا، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! اس زمانے کے پچاس شخصوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا؟ فرمایا نہیں بلکہ تم میں سے پچاس شخصوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا۔

پہاڑوں کا اپنی جگہوں سے ٹل جانا

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں "لَاتَقُومُ السَاعَۃُ حَتیٰ تَزُولَ الجِبَالُ عَنْ اَمَاکِنِھَا" (کنز العمال: ۳۸۵۷۱) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ پہاڑ اپنی جگہوں سے ٹل جائیں گے۔

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ مُتَوَکِّل باللہ کے دورِ حکومت ۲۴۲ھ میں یمن کے اندر ایسا ہو چکا ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا اور ۳۰۰ھ میں خلیفہ مقتَدَر باللہ کے زمانے میں دینور کے اندر ایک پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور اس کے نیچے سے بہت پانی نکلا یہاں تک کہ بہت ساری بستیاں غرقِ آب

ہو گئیں۔

حج کے راستے کا بند ہو جانا اور کعبۃ اللہ سے حجرِ اسود کو نکال کر اٹھالے جایا جانا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں:
لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ (بخاری:۱۵۹۳) کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ بیت اللہ شریف کا حج بند ہو جائے گا۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے لا تقومُ الساعةُ حتی یُرفعَ الرکنُ (الجامع الصغیر:۹۸۳۵) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ رُکن یعنی حجرِ اَسود اٹھالے جایا جائے گا چنانچہ یہ دونوں پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

مقتدر باللہ عباسی کے زمانے میں ابو طاہر القرمطی نے یومُ التَّرویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کو حاجیوں پر حملہ کیا اور بے شمار حاجیوں کو مسجدِ حرام میں قتل کر کے بئرِ زمزم کے اندر ڈال دیا اور حجرِ اسود اکھاڑ کر اپنے ساتھ مقامِ ہجر لے گیا۔ حجر اسود قرمطیوں کے پاس تقریباً بیس برس تک رہا پھر مطیع باللہ کے زمانۂ خلافت میں دوبارہ واپس لایا گیا، سن ۳۲۰ سے ۳۲۷ھ تک فتنۂ قرامطہ کی وجہ سے بغداد والوں کے لئے حج موقوف رہا۔

نیز قبیلۂ بنو سُلیم کے لوگوں نے اہلِ مصر کو حج کرنے سے روکا اور ان کے ہزاروں اونٹ مع ساز و سامان لوٹ لیے اور حاجی لوگ بے سروسامان وادیوں میں بھٹکتے پھرتے رہے اور اکثر ہلاک ہو گئے، اسی طرح اور متعدد بار مختلف ممالک پر حج کا راستہ روکا گیا اسی طرح اور مختلف زمانوں میں مختلف علاقوں کے لوگوں کو حج سے روکا جا چکا ہے اور قربِ قیامت میں پورے طور پر حج بند ہو جائے گا جس وقت کہ دو چھوٹی چھوٹی

پنڈلیوں والا ایک حبشی شخص بیت اللہ کو نعوذ باللہ منہدم کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا جس کے بعد پھر کبھی کعبہ آباد نہ ہو سکے گا۔ اور یہ اس وقت ہو گا جب کہ روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ بچے گا۔

اہلِ عرب کی ہلاکت و بربادی

قیامت کی ایک علامت اہلِ عرب کی ہلاکت ہے جیسا کہ سُنَنِ ترمذی میں ہے، طلحہ بن مالک روایت کرتے ہیں مِنْ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ (۳۹۲۹) قیامت کے قریب آنے کی علامت اہلِ عرب کی ہلاکت ہے اور ہلاکتِ عرب سے مراد علماء کے نزدیک انکی بادشاہت کا زوال ہے۔

صاحبِ اشاعہ فرماتے ہیں کہ عرب کی بادشاہت اسی وقت ختم ہو گئی جس وقت خلافت بنو عباس کے ہاتھوں سے نکلی۔

نارِ حجاز کا ظہور

قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت سر زمینِ حجاز سے آگ کا نکلنا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، (و في رواية يسيلَ وادٍ من أوديةِ الحجازِ بالنّارِ) تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى (بخاری:۷۱۱۸)

کہ قبل از قیامت سر زمینِ حجاز سے ضرور ایک ایسی آگ نکلے گی یا حجاز کی وادیوں میں سے ایک وادی آگ بن کر بہ پڑے گی جس کی روشنی سے بُصریٰ شہر میں موجود اونٹوں کی گردن تک نظر آنے لگے گی۔

یہ علامت پوری ہو چکی ہے چنانچہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پیشین گوئی کے مطابق یہ عظیم

الشان آگ فتنۂ تاتار سے تقریباً ایک سال قبل سن ۶۵۴ ہجری میں اطراف و نواحیٔ مدینہ طیبہ سے نکلی اور ایک طوفانی شکل اختیار کرتے ہوئے میلوں پھیل گئی، اتنی تیز اور دور رس تھی کہ جو پہاڑ بھی اس کی زد میں آیا راکھ کا ڈھیر بن گیا اور اس کی روشنی مکۃ المکرمہ، ینبوع، تیما حتیٰ کہ حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق بصری جیسے دور دراز مقامات پر بھی دیکھی گئی اور مسلسل ۵۲ دن تک بھڑکتی رہی اور اس کے ٹھنڈی ہونے اور بجھنے میں تقریبا تین ماہ لگے اور اس آگ کی خبر تواتر کے ساتھ عالمِ اسلام میں پھیل گئی، جیساکہ اس زمانے کے محدثین و مؤرخین نے اپنے کلاموں میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کیاہے چنانچہ مسلم شریف کے حاشیہ میں ہے۔ خرجت في زماننا نار بالمدينة سنة أربع وخمسين وست مئة، وكانت نارا عظيمة جدّا من جنب المدينة الشرقي وراء الحرة، تواتر العلم بها عند جميع اهل الشام و سائر البلدان و اخبر من حضرها من اهل المدينة (حاشية مسلم ج/۲ ص/۳۹۳)

خیال رہے کہ یہ وہ آگ نہیں ہے جو بالکل اخیر زمانے میں نکلے گی اور تمام لوگوں کو انکی جائے حشر ملک شام میں جمع کرے گی کیونکہ وہ آگ تو یمن سے نکلے گی اور وہ علاماتِ کبریٰ میں سے ہے۔

ترکوں کے ساتھ جنگ

قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت اہلِ اسلام کی ترکوں کے ساتھ جنگ ہے جیساکہ حدیث شریف میں آیاہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ التُّرْكَ، قَوْمًا وُجُوهُهُمْ كَالْمَجَانِّ الْمُطْرَقَةِ يَلْبَسُونَ الشَّعَرَ، وَيَمْشُونَ فِي الشَّعَرِ "(مسلم: ۲۹۱۲) کہ قیامت اس وقت

تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ مسلمان ترکوں سے لڑیں گے جن کے چہرے تہ بتہ ڈھال کی طرح ہوں گے یعنی گول اور موٹی کھال والے، جو بال پہنیں گے اور بال میں چلیں گے یعنی ان کے لباس اور جوتے انکے ملک کے سرد ہونے کی وجہ سے اُون کے ہوں گے اور بعض روایت میں "صِغَارُ الاَعْیُنِ ذلف الاُنُوْف" بھی وارد ہے کہ وہ چھوٹی آنکھوں والے اور چپٹی ناکوں والے ہوں گے۔

قیامت کی یہ علامت پوری ہو چکی ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ امارت میں مسلمانوں کی ترکوں سے جنگ ہو چکی ہے اور اس کے بعد بھی کئی مرتبہ ایسی شکل و صورت کے لوگوں سے مسلمان جنگ کر چکے ہیں۔ کما في شرح النووي لمسلم ۔ اور بہت سے ترک مشرف باسلام ہوئے اور ان کے ہاتھوں خیر کثیر وجود میں آیا اور ان کے ذریعے اسلام اور اہلِ اسلام کو قوت و شوکت بھی حاصل ہوئی۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے اسی کی ترجمانی اپنے اس شعر کے ذریعہ فرمائی ہے۔

شعر:

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اور امامِ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اَلخَصَائِصُ الکُبریٰ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں " وَقَدْ وَقَعَ ذٰلِكَ " کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے کیوں کہ "رَیّ" (شہر) کے اطراف واکناف میں فرقۂ خَوارِج سے ایک جماعت ظاہر ہوئی تھی، "کَانَتْ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَقُوتِلُوا" کہ جن کے جوتے بال کے تھے اور ان سے قتال کیا گیا۔

اہلِ ترک کا مصداق

اہل ترک کے مصداق میں علماء کے متعدد اقوال ہیں، صاحب الدر المنضود حضرت مولانا عاقل صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور فرماتے ہیں کہ ترک سے مراد تاتار ہیں جو صحرائے گوبی اور اس سے شمال کے علاقوں میں قزاقستان وغیرہ میں رہتے ہیں کیونکہ جو اوصاف حدیث پاک میں بیان کئے گئے ہیں وہ انھیں پر صادق آتے ہیں، ملکِ ترک کے رہنے والے لوگ ترک کا مصداق نہیں ہیں کیونکہ ترکی کے رہنے والے تو اچھی شکل وصورت والے ہوتے ہیں (الدر المنضود ج:٦ ص ۲۷۲)

عَجمیوں کے ساتھ جنگ

علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت خُوزاور کِرمان کے عجمیوں سے جنگ ہے جیسا کہ آں حضور صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے " لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا خُوزًا، وَكِرْمَانَ مِنَ الأَعَاجِمِ حُمْرَ الوُجُوهِ، فُطْسَ الأُنُوفِ، صِغَارَ الأَعْيُنِ وُجُوهُهُمُ المَجَانُّ المُطْرَقَةُ، نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ "(رواہ البخاري / ۳۵۹۰) کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تمہاری جنگ خوزاور کرمان کے عجمیوں سے نہ ہو جن کے چہرے سرخ، ناکیں چپٹی، اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی، ان کے چہرے تہ بتہ ڈھال کی طرح گول اور موٹے ہوں گے اور ان کے جوتے بالوں کے ہونگے۔

خُوز و کرمان

خوز یعنی خوزستان کے رہنے والے لوگ جن کو خوز کہا جاتا ہے اور کرمان فارس

کا مشہور شہر ہے یہ دونوں شہر بلادِ عجم میں سے ہیں۔

امانتوں کا ضِیاع

قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت لوگوں کا امانتوں کو ضائع کرنا ہے جو ظاہر ہو چکی ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، ہر دینی و دنیوی شعبوں میں اس کا اچھی طرح مشاہدہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ اس درمیان کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم ایک مجلس میں قوم سے خطاب فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہات کے رہنے والے آئے اور انہوں نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ» کہ جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا اس نے پوچھا «كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ اس کا ضائع ہونا کس طرح ہو گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ»۔ (رواہ البخاري / ۵۹) کہ جب معاملہ نا اہل لوگوں کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا یعنی جب دینی و دنیوی منصب اور عہدے اہل داروں کو چھوڑ کر نا اہلوں کے سپرد کئے جانے لگیں۔

اب ظاہر سی بات ہے ایسی صورتحال میں معاملات کہاں درست رہ سکتے ہیں، حقوق صاحبِ حق تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ جس کی وجہ سے امانتیں ضائع ہوں گی معاشرہ میں بگاڑ فساد پیدا ہو گا، دلوں میں نفرتیں وعداوتیں جنم لیں گی جس کا اس زمانے میں اچھی طرح مشاہدہ ہو رہا ہے۔

ضروری ہے کہ دینی و دنیاوی تمام ذمہ داریاں اہل اور دین دار خدا ترس لوگوں ہی کے سپرد کی جائیں جیسا کہ اس بابت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ

کے خلفائے راشدین کا یہی طریقہ تھا کہ اُمَراء اور عُمّال کی تقرری کے موقع پر علم و تقوی میں فوقیت و برتری رکھنے والوں کو دوسروں پر ترجیح دیا کرتے تھے جس کی بے شمار مثالیں احادیثِ رسول اور خلفائے راشدین کی زندگی میں ملتی ہیں بطور نمونہ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، اہلِ نجران سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایالَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجلًا أَمِيْناً حَقَّ أَمِيْن.

کہ میں تمہاری طرف ایک ایسا امانت دار آدمی بھیجوں گا جو امانتداری کا حق ادا کرنے والا ہے فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ.قَالَ: فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بنَ الجَرَّاح پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس تاک میں رہے کہ دیکھو یہ کون شخص ہوتا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالی عنہ کو اہلِ نجران کی طرف بھیجا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں تو مشہور ہی ہے کہ وہ عہدے اور ذمہ داریاں سونپنے میں صاحبِ قران کو مقدم رکھتے تھے۔

امانت اٹھائے جانے کی کیفیت

حدیث پاک میں امانت اٹھالئے جانے کی بھی کیفیت مذکور ہے کہ امانت جس کا محل قلب ہے یہ رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں سے سونے کی حالت میں نکال لی جائے گی، کہ آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے رخصت ہو جائے گی اور ایسا گناہوں اور نافرمانیوں کی سزا کے طور پر ہو گا، پس آدمی امین ہونے کے بعد خائن بن جائے گا، امانت دار شخص کا ملنا مشکل ہو جائے گا، لوگ ایک دوسرے سے معاملہ کرنے سے ڈریں گے اور کترائیں گے۔

علم اٹھ جائے گا

قیامت کی علامات صغریٰ میں سے ایک علامت یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا اور اس کی جگہ جہالت عام ہو جائے گی جیسا کہ ہم آج اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ کس طرح بڑی تیزی کے ساتھ اہلِ علم دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، علم گھٹتا جا رہا ہے اور جہالت بڑھتی جا رہی ہے، عنقریب اہلِ علم اس طرح عَنْقَا ہو جائیں گے کہ دو شخص آپس میں جھگڑیں گے تو ان کے درمیان کوئی فیصلہ کرنے والا تک نہ ملے گا، لوگ فرائضِ اسلام تک سے جاہل ہو جائیں گے، حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ: أَنْ يُرْفَعَ العِلْمُ وَيَثْبُتَ الجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا (رواہ البخاری/۸۰) بیشک قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہل باقی رہے گا اور (بکثرت) شراب پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا۔ اور مسلم شریف میں ہے إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامًا يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ و يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ ۔ (مسلم/۲۶۷۲) کہ قیامت سے پہلے کچھ ایسے دن ہوں گے جس میں جہل نازل ہو گا اور علم اٹھالیا جائے گا۔

علم اٹھانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ علم کو اہل علم اور حُفّاظ کے سینوں سے مٹادیا جائے گا بلکہ اس کی صورت یہ ہو گی کہ علماء اور حاملینِ علم یکے بعد دیگرے وفات پا جائیں گے اور جہلاء ان کی جگہ لے لیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا ، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا " (متفق علیہ) کہ اللہ تعالی بندوں سے علم اچانک نہیں اٹھائیں گے بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو رفتہ رفتہ ختم کر دیں گے یہاں تک کہ جب خدا تعالی کسی

عالم کو نہ چھوڑیں گے تو لوگ جاہلوں کو امیر و صدر بنائیں گے ، پس ان سے مسائل دریافت کیے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے ، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور اسلام کے فرائض خود بھی سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ، اور قرآن پڑھو اور لوگوں کو بھی پڑھاؤ، کیوں کہ میں تمہارے پاس سے جانے والا ہوں اور علم بھی اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے حتی کہ جب کسی معاملہ میں دو شخص جھگڑیں گے تو کوئی ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا تک نہ ملے گا۔ (دارمی:۲۲۱)

تنبیہ : خیال رہے کہ علم سے مراد قرآن و حدیث کا علم ہے جو انبیائے کرام کی میراث ہے جس کے علماء وارث ہیں اسی میں روز بروز انحطاط و تنزلی ہوتی جارہی ہے ورنہ تو علومِ عصریہ اور علومِ دنیویہ تو خوب خوب ترقی پذیر ہیں۔

قرآن بھی اٹھالیا جائے گا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا لا تقومُ الساعةُ حتی یُرفعَ الرُکنُ والقرآنُ (الجامع الصغیر ۹۸۳۵) کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ رکن یعنی حجر اسود اور قرآن دونوں اٹھالیے جائیں گے۔

علمِ دین و علمِ شریعت دن بدن گھٹتا جائے گا اور اس کی جگہ جہالت کا اندھیرا چھاتا جائے گا یہاں تک کہ بالکل قیامت کے قریب ایسا وقت آپہنچے گا کہ جس میں قرآن کریم کو مصاحف اور لوگوں کے سینوں سے اٹھالیا جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سینے

قرآنی کلمات سے خالی ہو جائیں گے اور مصاحف قرآنی حروف سے بالکل صاف ہو جائیں گے روئے زمین پر قرآن کا کوئی حصہ نہ بچے گا جیسا کہ طبرانی کی روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں لَيُنْتَزَعَنَّ هَذَاالْقُرْآنُ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِكُمْ» ، کہ قرآن تمہارے درمیان سے اٹھالیا جائے گا، شاگرد نے کہا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، كَيْفَ يُنْتَزَعُ وَقَدْ أَثْبَتْنَاهُ فِي مَصَاحِفِنَا؟ کہ اے ابو عبدالرحمٰن (ابو عبدالرحمن، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی کنیت ہے) قرآن کیسے اٹھالیا جائے گا جبکہ ہم نے اسے اپنے مصاحف کے اندر لکھ کر محفوظ کر لیا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا «يُسْرَى عَلَيْهِ فِي لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقَى فِي قَلْبِ عَبْدٍ وَلَا مُصْحَفٍ مِنْهُ شَيْءٌ، (طبرانی /۸۶۹۸) اس پر ایک ایسی رات گزروائی جائے گی کہ اس کے بعد نہ تو کسی بندے کے دل میں قرآن کا کوئی حصہ بچے گا اور نہ ہی مصحف میں

اور ابن ماجہ کی روایت ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا يَدْرُسُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ کہ اسلام اس طرح مٹ جائے گا جس طرح کپڑے کا بیل بُوٹا اور اس کا نقش و نگار مٹ جاتا ہے حَتَّى لَا يُدْرَى مَا صِيَامٌ، وَلَا صَلَاةٌ، وَلَا نُسُكٌ، وَلَا صَدَقَةٌ، یہاں تک کہ یہ بھی پتہ نہ ہو گا کہ روزہ کیا ہے، نماز کیا ہے، قربانی کیا ہے اور صدقہ کیا ہے؟ وَلَيُسْرَى عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ، فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ، اور اللہ کی کتاب پر ایک ایسی رات گزرے گی جس میں قرآن کی کوئی آیت زمین پر نہ بچے گی اور لوگوں میں بڑے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کی ایک جماعت بچے گی جو یوں کہے گی کہ ہم نے اپنے آباو اجداد کو اس کلمہ لا الہ الا اللہ پر پایا تھا وہ یہ کلمہ کہتے تھے پس ہم بھی اسے کہہ رہے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد نے ان سے پوچھا یہ کلمہ ان کو کیا فائدہ دے گا جب کہ وہ نماز روزہ وغیرہ کچھ نہیں جانتے ہوں گے اس پر حضرت

حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ یہ کلمہ ان کو آتشِ دوزخ سے بچائے گا۔(ابن ماجہ /۳۰۳۹)

پھر اس کے بعد ایک ایسا وقت آئے گا کہ تمام کلمہ گو اٹھا لیے جائیں گے، روئے زمین پر کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہ جائے گا صرف برے ہی برے لوگ رہ جائیں گے جو نہ نیکی و بھلائی جانیں گے اور نہ برائی سے روکیں گے جیسا کہ مسند احمد میں ہے فَيَبْقَى فِيهَا عَجَاجَةٌ، لاَ يَعْرِفُونَ مَعْرُوفاً، وَلاَ يُنْكِرُونَ منکراً (مسند احمد /۶۹۶۴) ایسے ہی بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہوگی جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اللهُ، اللهُ" (مسلم ۲۷۵) کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمین پر اللہ اللہ نہ کہا جائے اور دوسری روایت میں ہے، "لَاتَقُومُ السَّاعَةُ عَلَى أَحَدٍ يَقُولُ: اللهُ، اللهُ" کہ اللہ اللہ کہنے والے پر قیامت قائم نہ ہوگی (مسلم ۲۷۶)۔

جاہل وریاکار عابد اور بدعمل قاریٔ قرآن

قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ جاہل و ریاکار عبادت گزار ہوں گے جو عبادت تو خوب کریں گے لیکن شریعت و سنت سے عدمِ واقفیت کی بنا پر ان کی اکثر عبادتیں سنت و شریعت کے خلاف ہوں گی اور دل میں اخلاص نہ ہونے کے سبب اپنی عبادتوں کا لوگوں پر اظہار کریں گے۔

اور فاسق قُرّاء ہوں گے جنہیں الفاظِ قرآن یاد کرنے، اسے اچھی آواز، اچھے لہجے میں پڑھنے اور مخارج وصفات درست کرنے کا حد درجہ شوق اور اہتمام ہوگا لیکن قرآن کو سمجھ کر پڑھنے، اس کے احکام پر عمل کرنے اور اپنی عملی زندگی اس کے مطابق بنانے اور سنوارنے کی چنداں فکر نہ ہوگی بلکہ احکامِ قرآن کو نظر انداز کر کے

فسق و فجور میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ بکثرت اس زمانے میں اس کا مشاہدہ ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا يكونُ في آخرِ الزمانِ عُبّادٌ جُهّالٌ وقراءٌ فسَقةٌ (مستدرک للحاکم: ۷۸۸۳) کہ آخر زمانہ میں جاہل عبادت گزار اور فاسق قاریٔ قرآن ہوں گے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں لا تقومُ السّاعةُ حتّى يكونَ الزُّهدُ رِوايةً، والورعُ تصنُّعًا (حلیة الأولياء لابي نعيم) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ زہد کی صرف نقل رہ جائے گی اور پرہیز گاری (اور بزرگی) کا صرف ڈھونگ رچا جائے گا۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ ایک مرتبہ رونے لگے دریافت کیا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یاد آ گیا جسے میں نے خود سنا ہے اس نے مجھے رلا دیا۔ وہ ارشاد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے قیامت کے متعلق سب سے زیادہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف ہے، میں نے تعجب سے عرض کیا کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے ارشاد فرمایا خبردار وہ کسی آفتاب و ماہتاب اور پتھروں کو نہ پوجیں گے بلکہ ان کا شرک یہ ہو گا کہ اپنے اعمال کا دکھاوا کریں گے اور چھپی ہوئی شہوت یہ ہو گی کہ ان میں سے ایک شخص روزہ کی نیت کرے گا اور پھر خواہشاتِ نفس میں سے کسی خواہش کے پیش آنے کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے گا (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تعوَّذُوا بِاللهِ مِن جُبِّ الحُزنِ قالوا يا رسولَ اللهِ وما جُبُّ الحُزنِ قال وادٍ في جَهنَّمَ إنَّ جهنَّمَ لَتعوذُ باللهِ مِن شرِّ ذلكَ الوادي في كلِّ يومٍ أربعَ مِأةِ مرَّةٍ يُلقى فيه الغرّارونَ قيل يا رسولَ اللهِ وما الغرّارونَ قال المُراءونَ بأعمالِهم في دارِ

الدُّنیا (المعجم الاوسط:۶/ ۲۰۲) کہ جُبُّ الحُزن سے اللہ کی پناہ مانگو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! جب الحزن کیا چیز ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک جہنم میں ایک وادی ہے جس سے خود جہنم روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، پوچھا گیا یارسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس میں غَرَّارون داخل ہوں گے پوچھا گیا کہ غرارون کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا دنیا میں اپنے (نیک) عملوں کو دکھانے اور اس کی نمائش کرنے والے۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کچھ صحابہ بیٹھے دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو میرے نزدیک تمہارے حق میں دجال سے بھی زیادہ خطرہ کی چیز ہے ہم نے عرض کیا جی ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ انسان نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور کسی آدمی کے دیکھنے کی وجہ سے نماز کو لمبی اور دراز کردے (مشکوۃ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا من صلى يُرائي فقد أشرَك، ومن صام يُرائي فقد أشرَك، ومن تصدّق يُرائي فقد أشرَك (أخرجه أحمد) کہ جس نے دکھلاوے کے لیے نماز پڑھی اس نے (گویا) شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کے لیے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔

جو عمل ریاکاری کی خاطر کیا جائے وہ شرکِ خفی ہے، اور شرکِ جلی کھلے طور پر بت برستی وغیرہ کرنا ہے۔ ریاکار نے جو عمل دوسرے کو دکھلانے کے لیے کیا وہ بھی بت پرستی کرنے کی طرح ہے مگر پوشیدہ طور پر۔

ریاکار کے عمل سے اللہ رب العزت بیزار ہیں اور ریاکاری کرنے کی وجہ سے نیک

عمل پر خدا تعالی کی طرف سے کوئی اجر وثواب نہیں ملتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں أنا أغنى الشُّرَكاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَن عَمِلَ عَمَلًا أشْرَكَ فيه مَعِي غيرِي، تَرَكْتُهُ وشِرْكَهُ. فأنا منه بريءٌ وهو للذي أشركَ (مسلم: ۲۹۸۵) کہ میں تمام شرکاء میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں جس بندے نے کوئی ایسا عمل کیا کہ اس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایا تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دوں گا اور دوسری روایت میں یہ لفظ ہے کہ میں اس کے اس عمل سے بیزار ہوں اور اس کا وہ عمل اسی کے لیے ہے جس کی خاطر اس نے کیا۔

اور موطا امام مالک میں ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

وسيأتي على الناسِ زمانٌ قليلٌ فقهاؤه، كثيرٌ قُرّاؤه، يُحفظُ فيه حروفُ القرآنِ وتُضيَّعُ حُدودُه، كثيرٌ من يَسألُ، قليلٌ من يُعطِي، يُطيلونَ فيه الخُطبةَ، ويُقصِّرون الصلاةَ، يُبدُون فيه أهواءَهم قبلَ أعمالِهم (موطا مالک: ص ۶۱) کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں علما اور فقہا کی تعداد قراء اور قاریٔ قرآن کے مقابلے میں کم ہو گی۔

قرآن کے الفاظ و حروف یاد کرنے کا تو بڑا اہتمام ہو گا لیکن اس کے حدود و احکام ضائع و پامال کئے جائیں گے، مانگنے والے زیادہ ہوں گے. دینے والے کم ہوں گے، خطبہ و تقریر لمبی ہو گی اور نماز مختصر پڑھی جائے گی، لوگ کام سے پہلے اپنے کاموں کی نمائش اور اسکا اظہار کریں گے۔

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا مقولہ ہے لیس حفظُ القرانِ بحفِظ حُرُوفه ولکن إقامة حُدوده کہ حفظ قرآن حفظِ حروف کا نام نہیں ہے بلکہ حفظِ قرآن در حقیقت اس کے حدود کو قائم کرنے یعنی اس کے احکام پر عمل کرنے کا نام ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور مجلس میں عرب کے شہریوں کے علاوہ دیہات کے باشندے اور غیر عرب بھی تھے اسی اثناء میں حضور صلی اللہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا پڑھتے رہو تم سب ٹھیک پڑھ رہے ہو عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو تیر کی طرح درست کریں گے یعنی حروف کی ادائیگی کا بہت زیادہ لحاظ رکھیں گے اور ان کا مقصد قرآن پڑھنے سے دنیا حاصل کرنا ہو گا اور اس کے ذریعے آخرت نہ سنواریں گے۔(بیہقی)

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو گانے اور نوحہ کے طریقے پر پڑھیں گے اور قرآن ان کی حلقوں سے آگے نہ بڑھے گا یعنی ان کا پڑھنا درجۂ قبولیت کو نہ پہنچ سکے گا اوران کی قرأت سنکر خوش ہونے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔(مشکوۃ)

اور ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ جُبِّ الْحَزَنِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جُبُّ الْحَزَنِ قَالَ وَادٍ فِي جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ قَالَ الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُونَ بِأَعْمَالِهِمْ (ترمذي:۲۳۸۳) کہ جب الحزن سے اللہ کی پناہ مانگو صحابہ نے کہا جب الحزن کیا چیز ہے؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے خود جہنم روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہو گا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس میں ریاکار قراء داخل ہوں گے جو اپنے اعمال کی نمائش کرتے ہوں گے۔

اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے وإنَّ من أبغضِ القُرّاءِ إلى اللهِ الَّذين يَزُورُون الأمراءَ الجوَرة(۲۵۶) کہ قاریوں میں سب سے برے قاری اللہ کے نزدیک وہ قُرّاء ہیں جو ظالم اُمراء کے پاس بکثرت آتے جاتے ہوں۔

خیال رہے کہ اکثر روایتوں میں مطلق امراء کا لفظ آیا ہے جَوُر یعنی ظالم کی قید نہیں ہے لہذا قراء حضرات کہ جنھیں اللہ رب العزت نے قرآنِ مقدس جیسی قیمتی دولت عطا فرمائی ہے انھیں کسی بھی امیر و دولت مند کے یہاں دنیاوی حرص و طمع کی خاطر نہیں جانا چاہیے اور نہ ہی شہرت اور اجرت کے لیے تلاوت کرنی چاہیے۔

چرب زبانی سے روپیہ کمانا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ پیدا نہ ہو جائیں جو اپنی زبانوں کے ذریعے پیٹ بھریں گے، زبانوں کے ذریعے پیٹ بھرنے کا مطلب یہ ہے کہ لمبی لمبی تقریریں کرکے اور گھنٹوں گھنٹوں لیکچر دے کر عوام کو اپنی جانب مائل کریں گے اور ان کا ذریعۂ معاش زبانی جمع خرچ اور لیڈری ہوگا اور اس طریقے سے جو روپیہ ملے گا بلا لحاظ حرام و حلال خوب ہضم کرتے جائیں گے جس طرح گائے بیل خشک و تر کا لحاظ کئے بغیر اپنے سامنے کا تمام چارہ چٹ کر جاتے ہیں۔ (مرقات)

چنانچہ دورِ حاضر میں ایسے لیڈر اور واعظ و مقررین بھی ہیں کہ ان کا مقصد لوگوں کو شاہراہِ عمل پر ڈالنا نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ لوگ ہماری تقریر سے محظوظ ہوں اور ہمارے معتقد بن جائیں اس لیے وعظ و تقریر کا اثر بھی نہیں ہوتا ایسے لوگوں کے حق میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهِ قُلُوبَ الرِّجَالِ، أَوِ النَّاسِ، لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا (سنن ابی داود: ۵۰۰۶)

کہ جس نے بات کرنے کا طریقہ اس لئے سیکھا کہ لوگوں کے دلوں کو اپنے

پھندے میں پھنسائے قیامت کے دن خدا تعالیٰ نہ اسکے نفل قبول کریں گے نہ فرض۔

دین کے نام پر دنیا کے ٹھگ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا يَخْرُجُ فِي آخرِ الزمانِ رجالٌ يخْتِلون الدنيا بالدِّينِ يلبَسونَ للناسِ جلودَ الضَّأْنِ من اللِّينِ، ألسنتُهم أحْلىٰ من السُّكَّرِ، وقلوبُهم قلوبُ الذِّئابِ، کہ آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے نام پر دنیا کمائیں گے جو (دھوکا دینے کے لیے) لوگوں کے سامنے بھیڑوں و بکریوں کی کھالیں پہنیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور ان کے دل بھیڑیوں جیسے (سخت) ہوں گے۔

یعنی آخرت کے اعمال کے بدلے دنیا طلب کریں گے، دنیا کے لوگوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لیے ان کے سامنے دینی عمل ظاہر کریں گے، علماء وصلحاء کا لباس پہنیں گے، لوگوں کے سامنے اپنے دینی عمل، دینی کارنامے اور تقوی و پرہیز گاری کی لمبی لمبی ڈیں گیں ماریں گے، نرم لہجہ و شیریں گفتگو سے پیش آئیں گے، مقصد دنیا کمانا اور لوگوں کو بیوقوف بنانا ہو گا، تاکہ لوگ انہیں نیک، دیندار اور بزرگ، پرہیز گار سمجھ کر ہدیہ تحفہ اور نذرانہ پیش کریں، قابلِ اعتماد و امانتدار سمجھ کر مسجد و مدرسے کے نام پر چندہ دیں اور ان کے ساتھ دنیوی کاروبار اور معاملات کریں

اللہ تعالی فرماتے ہیں أَفَبِي تغْتَرُّونَ، أم عليَّ تَجْتَرِئونَ، فبي حلفتُ لأَبْعَثَنَّ على أولئكِ منهم فتنةً تدَعُ الحليمَ فيهم حَيْرانَ (ترمذی شریف / ۲۴۰۴) کیا یہ میری (مہلت) سے دھوکہ میں مبتلا ہو گئے یا پھر یہ مجھ پر جرأت کرنے والے ہیں، مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ مسلط کر دوں گا جو ان میں بڑے حوصلے

والے کو حیران و پریشان کر کے رکھ دے گا۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا لقد خلَقْتُ خلْقًا ألسِنَتُهم أحْلى مِن العسَلِ، وقُلوبُهم أمَرُّ مِن الصَّبِرِ، فَبِي حلَفْتُ: لَأُتِيحَنَّهم فِتنةً تدَعُ الحليمَ منهم حَيرانًا؛ فَبِي يغترُّونَ أمْ عليَّ يجْتَرِئونَ؟ (ترمذی شریف / ۲۴۰۵) میں نے ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جن کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان میں ایسا فتنہ چھوڑوں گا جو حلیم اور عامل کو حیران کر کے رکھ دے گا۔ وہ میری نرمی سے دھوکا کھاتے ہیں یا پھر مجھ پر جرأت کرتے ہیں۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إنما أخافُ على هذه الأمةِ كلَّ منافقٍ، يتكلمُ بالحكمةِ؛ ويعمل بالجورِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان / ۱۷۷۷) مجھے اپنی اس امت کے متعلق ایسے منافق کا خطرہ ہے جس کی باتیں تو حکمت والی ہوں گی اور عمل ظلم والے ہوں گے۔

یعنی لوگوں کے دکھلاوے کے لیے باتیں کچھ کرتا ہوگا اور اس کا عمل اس کی باتوں کے خلاف ہوگا یہ منافقین کی صفت ہے۔ اعاذنا اللہ منھا.

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کس حد تک سچی ثابت ہو چکی ہے وہ ہمارے سامنے ہے کہ آج کس قدر دین کے نام پر دھوکا دھڑی کا بازار گرم ہے اور کیسے کیسے دین کے نام پر دنیا میں بکثرت ٹھگ اور لٹیرے پیدا ہو چکے ہیں کہ الأمان والحفیظ۔

دجّال سے بھی زیادہ خطرناک لیڈران

مسند احمد کی روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غیرُالدَّجّالِ أخْوفُ علی أُمَّتی من الدَّجّال الأئِمَّةُ المضِلُّونَ (مسند احمد: ۲۱۲۹۷/) کہ مجھے اپنی امت پر دجال کے علاوہ دجال سے بڑھ کر گمراہ لیڈروں اور پیشواؤں کا خطرہ ہے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلىٰ أُمَّتِيْ !اَلْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْن (سنن ابی داؤد ۴۲۵۲) کہ مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنے والے لیڈروں اور پیشواؤں کا خطرہ ہے (یعنی اہلِ بدعت کے پیشوا اور سربراہ جو دین کے نام پر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے)

اور ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایاوإنَّه سيَخرُجُ في أُمَّتي أقوامٌ تَجارى بهم تلك الأهواءُ كمايَتَجارى الكَلَبُ۔ لا يَبْقى منه عِرقٌ ولا مَفصِلٌ إلّا دخَلَه. (سنن أبي داود ۴۵۹۷)

آئندہ میری امت میں ایسے بہت سے لوگ پیدا ہوں گے جن میں خواہشات یعنی گمراہ خیالات اس طرح رچے بسے ہوں گے جس طرح باؤلے کتے کے جسم میں ہڑک سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے کہ کوئی رگ یا جوڑ اس کا ایسا باقی نہیں رہتا جس میں ہڑک کا اثر نہ ہو۔

ہڑک: پاگل کتا کاٹنے کی وجہ سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے اسے ہڑک کہتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف اس زمانے میں صادق ہوتی نظر آرہی ہے کہ ہر طرف گمراہ جماعتوں کا جال پھیلا ہوا ہے لوگوں کو گمراہ کرنے

کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی ہیں اور سبز باغ دکھائے جاتے ہیں، پس دانش مند اور نیک بخت وہی ہے جو ان کے دامِ فریب میں نہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر گامزن رہے۔

ظالم حکمراں کے کارندے اور پولیس کی کثرت

قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اخر زمانے میں ظالم حکمرانوں کے کارندے بکثرت ہوں گے اور پولیس بہت ہوں گے جو ناحق لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے پھریں گے جیساکہ طبرانی کی روایت میں ہے:

(یکونُ في آخرِ الزَّمانِ شُرَطٌ یغدونَ في غضبِ اللّٰهِ ویَروحونَ في سَخطِ اللّٰهِ، فإیّاكَ أن تکونَ منهُم) (۷۶۱۶)

(وفی مسند احمد فإیّاكَ أن تَکونَ مِن بِطانتِهِم) (۲۲۱۵۰)

کہ عنقریب آخر زمانے میں پولیس ہونگے جو ناحق لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنے کی وجہ سے اللہ کے غصے اور اس کی ناراضگی میں صبح کریں گے اور شام کریں گے تم ان کے جاسوس اور ان کے معاون ہونے سے اپنے کو بچانا۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شُرطۃ کا اطلاق ظالم حکمران جماعت اور ان کے اعوان ومددگار دونوں پر ہوتا ہے۔

اور ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یخرجُ رجالٌ من هذه الأمةِ في آخرِ الزمانِ معَهم سیاطٌ کأنها أذنابُ البقرِ یغدونَ في سخطِ اللّٰهِ ویروحون في غضبِه (مسند احمد: ۲۲۱۵۰) کہ آخر زمانے میں اس امت سے کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جن کے ساتھ بیل کی دموں کے مانند کوڑے ہونگے جو اللہ کی ناراضگی میں صبح کریں گے اور اللہ کی ناراضگی میں شام

کریں گے۔

اور مسلم شریف کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صِنْفانِ مِن أهْلِ النّارِ لَمْ أرَهُما، قَوْمٌ معهُمْ سِياطٌ كَأذْنابِ البَقَرِ يَضْرِبُونَ بها النّاسَ (مسلم:۲۱۲۸) کہ دُو زخیوں کے دو گروہ کو ابھی تک میں نے نہیں دیکھا ایک وہ گروہ جن کے ساتھ بیل کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ناحق مارتے پھریں گے۔

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يكونُ عليكم أمراءُ هم شرٌّ من المجوسِ (مجمع الزوائد:۵/۲۳۸) کہ تمہارے اوپر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو مجوسیوں سے بھی زیادہ بدترین ہوں گے۔

اور ترمذی شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وإذا كان أُمَراؤكم شِرارَكم، وأغنياؤُكم بُخلاءَكم، وأُمورُكم إلى نسائِكم؛ فبطْنُ الأرضِ خيرٌ لكم مِن ظهْرِها. (ترمذی) کہ جب تمہارے امراء تم میں سے شریر لوگ ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور معاملات تمہاری عورتوں کے ہاتھ میں پہنچ جائیں تو (ایسے وقت میں) زمین کا اندرونی حصہ تمہارے لیے اس کی پشت سے زیادہ بہتر ہو گا۔

زنا کی کثرت

قیامت کی ایک علامت لوگوں میں زنا و بدکاری کا بکثرت پھیلنا و عام ہونا ہے جس کا آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ آج کس قدر زنا و بدکاری عام و آسان ہو چکی ہے، جو بیان و تحریر سے باہر ہے، بڑے بڑے شہروں میں بکثرت اس کے مراکز و اڈے قائم ہیں،

معاشرے میں گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ کے نام پر ناجائز تعلقات جائز سمجھے جاتے ہیں، حکومتی و قانونی سطح پر رضامندی کے ساتھ جنسی تسکین حاصل کرنا کوئی جرم کوئی گناہ نہیں سمجھا جاتا، جس کی وجہ سے زنا ایک وبائی شکل اختیار کرتا جارہا ہے، اور اس کی وجہ سے معاشرے پر بہت مضر و خراب اثرات مرتب ہورہے ہیں اور ایڈز وغیرہ جیسی لاعلاج مہلک و جان لیوا بیماریاں پیدا ہورہی ہیں، جس سے گھر کے گھر اجڑ رہے ہیں اور خاندان کے خاندان تباہ ہورہے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

مَاظَهَرَ الْغُلُولُ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلاَّ أُلْقِيَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ. وَلاَ فَشَا الزِّنَا فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلاَّ كَثُرَ فِيهِمُ الْمَوْتُ. (مؤطا مالک ۱۶۷۰) کہ جب کسی قوم میں خیانت آتی ہے تو اللہ تعالی ان کے دلوں میں (غیروں کا) رعب ڈال دیتے ہیں اور جب کسی قوم میں زنا پھیلتا ہے تو ان میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے، اور شعب الایمان میں ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلزِّنا يُوْرِثُ الْفَقْرَ " (شعب الإیمان: ۵۰۳۴) کہ زنا فقر و تنگدستی پیدا کرتا ہے۔

اور عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا "ما من قومٍ يظهرُ فيهمُ الزِّنا إلّا أُخِذوا بالسَّنَةِ" (أخرجه أحمد: ۱۷۸۲۲) کہ جس قوم میں زنا پھیلتا ہے وہ قوم قحط سالی میں مبتلا کر دی جاتی ہے اور دوسری روایت میں ہے " ما من قومٍ يَظهرُ فيهمُ الزِّنا إلا أُخِذوا بالفناءِ " (فتح الباری: ۱۰/ ۲۰۳) کہ جس قوم میں زنا پھیلتا ہے وہ قوم فنا اور ختم کر دی جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے " ماظهرت الفاحشةُ في قومٍ قطُّ يُعملُ بها فيهم علانيةً إلّا ظهر فيهمُ الطّاعونُ والأوجاعُ الَّتي لم تكُنْ في أسلافِهم (شعب الایمان: ۳/

۱۲۲۵) کہ جس قوم میں بے حیائی کا ارتکاب کھلم کھلا ہوتا ہے اس میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ : أَنْ يَقِلَّ العِلْمُ ، وَيَظْهَرَ الجَهْلُ ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا(البخاري۸۱) کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ علم گھٹ جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی اور زنا وبدکاری عام ہو جائے گی اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيَكُونَنَّ من أُمَّتِي أَقْوامٌ ، يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ والحَرِيرَ والخَمْرَ والمَعازِفَ (بخاری:۵۵۹۰)

کہ ضرور بالضرور میری امت میں ایسی قومیں جنم لیں گی جو زنا اور ریشم کو حلال اور شراب اور گانے بجانے کو جائز سمجھیں گی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ,لا تَفْنَى هَذِهِ الأُمَّةُ حَتَّى يَقُومَ الرَّجُلُ إِلَى الْمَرْأَةِ فَيَفْتَرِشَهَا فِي الطَّرِيقِ ، فَيَكُونَ خِيَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ مَنْ يَقُولُ لَوْ وَارَيْتَهَا وَرَاءَ هَذَا الْحَائِطِ (ابو یعلی و مجمع الزوائد:۱۲۴۷۶) کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ امت اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ مرد عورت کی طرف (بدکاری کے ارادے سے) کھڑا ہوگا اور اس سے راستے ہی میں بدکاری و منہ کالا کرے گا، پس اس دن لوگوں میں وہ شخص سب سے اچھا ہوگا جو یہ کہہ دے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تو اسے اس دیوار کی آڑ میں لیکر چلا جاتا۔

اور آخری زمانے میں جب سب مؤمنین ختم ہو جائیں گے اور شریر ہی شریر لوگ بچیں گے تو زنا بدکاری کا یہ عالم ہو گا کہ انسان انسانیت کی تمام حدیں توڑ کر حیوان و جانور

بن جائے گا، چنانچہ لوگ گدھے و گدھی کی طرح راستوں و چوراہوں پر زنا و بدکاری کرتے پھریں گے، ایسے ہی بدترین خلائق پر قیامت کی بھیانک مصیبت ٹوٹے گی جیسا کہ مسلم شریف میں ہے(ویبقی شِرَارُ النَّاسِ یَتَهَارَجُونَ فِیهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ ، فَعَلَیْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ)(رواہ مسلم ۲۹۳۷) کہ بدترین لوگ بچیں گے جو گدھوں کی طرح جفتی کرتے پھریں گیں پس انہیں پر قیامت ٹوٹے گی۔

(۱) ہم جنس پرستی

قیامت کی ایک علامت ہم جنس پرستی بھی ہے کہ مرد مرد سے اپنی جنسی خواہش پوری کریں گے اور عورتیں عورت سے، مرد مرد سے شادی رچاے گا اور عورتیں عورت سے، یعنی مردوں میں کثرت سے لواطت اور اغلام بازی عام ہو جائے گی اور عورتوں میں سِحاق کا مرض عام ہو جائے گا کہ دو عورتیں باہم ایک دوسرے کی فرج و شرم گاہ سے رگڑ رگڑ کر جنسی خواہش پوری کریں گی اور لذت حاصل کریں گی، ممکن ہے کہ موجودہ زمانے میں اسکی کوئی اور صورت بھی ایجاد ہو چکی ہو جو بندہ کے علم میں نہ ہو۔

الاشاعہ کے مصنف طبرانی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ إنَّ مِن أعلامِ السّاعةِ وأشراطِها أنْ یکتفيَ الرِّجالُ بالرِّجالِ والنِّساءُ بالنِّساءِ (مجمع الأوسط: ۵/۱۲۷) کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ مرد لوگ مردوں پر اکتفا کرنے لگ جائیں اور عورتیں عورتوں پر۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

وَاسْتَغْنَى النِّساءُ بالنِّساءِ والرِّجالُ بالرِّجالُ. فإذا رأیتم ذلك فاستدمِروا واستعِدُّوا واتَّقوا قذفًا من السَّماءِ (شعب الإیمان:۴/۱۹۱۲) و فی روایة

الديلمي: فبشرهم بريح حمراء يخرج من قبل المشرق فيمسخ بعضهم ويخسف بعض ذالك بما عصو وكانوا يعتدون، کہ جب عورتیں عورتوں سے جنسی آسودگی حاصل کرنے لگیں اور مرد مرد سے تو پھر ایسے وقت میں لوگوں کو ایسی سرخ آندھی کی بشارت سنا دو جو مشرق کی جانب سے چلے گی پس بعض کی صورت بگاڑ دی جائے گی اور بعضوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور یہ عذاب ان پر نازل ہو گا ان کی نافرمانی اور ان کے حق سے تجاوز کرنے کی وجہ سے۔

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے یہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہو گی یہاں تک کہ ان میں خسف، قذف اور مسخ واقع ہو گا (یعنی زمین دھنسے گی، آسمان سے پتھر کی بارش ہو گی اور صورتیں مسخ ہوں گی، صحابہ کرام نے پوچھا اور یہ کب ہو گا اے اللہ کے رسول؟ قال إذا رأيتَ النساءَ رَكِبْنَ السُّرُوجَ وكثُرَتِ القَيْناتُ وشُهِدَ شَهاداتُ الزُّورِ وشَرِبَ المُصَلونَ بآنِيَةِ أهلِ الشِّرْكِ الذهبِ والفضةِ واستغنى الرجالُ بالرجالِ والنساءُ بالنساءِ. فاستنفِرُوا واستَعِدُّوا۔۔۔ (المعجم الاوسط '۵۰۶۱) تو آپ نے ارشاد فرمایا جب عورتیں زینوں پر سوار ہونے لگیں اور گانے والیاں زیادہ ہو جائیں اور جھوٹی گواہی عام ہو جائے اور نمازی لوگ مشرک اور کافروں کے برتنوں میں یعنی سونے چاندی کے برتنوں میں پینے (کھانے) لگ جائیں اور مرد مرد پر اکتفا کرنے لگیں اور عورتیں عورتوں پر، یعنی ہم جنس پرستی عام ہو جائے، پس ایسی حالت میں بھاگو اور آخرت کی تیاری کرو۔

چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تَلَذُّذُ بِالْمِثْلِ وَتَلَذُّذ بِالْجِنْسِ یعنی مرد کا مرد سے عورت کا عورت سے لذت حاصل کرنا اور بد فِعْلِی ولوَاطتْ والا ناپاک و گندہ عمل جس کو حیوان و جانور جو عقل و تمیز سے محروم ہیں وہ بھی پسند نہیں کرتے یہ کس قدر

انسانوں میں پھیلتا جارہاہے افسوس صد افسوس کہ بعض یورپی ممالک، نیز ہمارے ملک ہندوستان میں بھی قومِ لوط کے اس گھناؤنے عمل کو قانوناً جائز تسلیم کرلیا گیا اور اب یہ ناپاک وگندہ، غیر فطری عمل قانوناً کوئی گناہ نہیں۔

درحقیقت خلافِ فطرت طریقے سے شہوت پوری کرنے والے انسان نہیں بلکہ وہ جانور سے بھی بدتر و بدبخت ہیں قیامت کے دن اللہ تعالی ان کی طرف قطعاً نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے، لواطت وہم جنسی لوط علیہ السلام کے قوم کی بری عادت تھی اس خباثت اور گندے عمل کی ابتدا اور شروعات اسی قوم سے ہوئی جس کے سبب یہ لوگ معذّب قوموں میں سب سے بدترین قسم کے عذاب سے ہلاک وبرباد کیے گئے جیسا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ (۸۰)إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ)۸۱((اعراف) اور ہم نے لوط(علیہ السلام) کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے شرمی کا کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے پوری کائنات میں کسی نے نہیں کیا تم عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرتے ہو بلکہ تم تو حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ()مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ)۸۳((ھود) پھر جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اس زمین کے اوپر والے حصے کو نیچے والے حصے میں تبدیل کردیا (تہ وبالا کردیا) اور ان پر پکی مٹی کے پتھر برسائے جن پر تمہارے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور یہ بستی مکہ کے ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔

لواطت وہم جنسی خدا اور رسول کے نزدیک اس قدر سخت مذموم اور مغبوض ہے کہ الامان و الحفیظ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں سے سات قسم کے لوگوں پر سات آسمانوں کے اوپر لعنت بھیجی ہے اور ان سات میں سے ایک پر تین دفعہ لعنت بھیجی ہے اور باقی پر ایک دفعہ ، فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے (الترغیب والترہیب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو تم قوم لوط کی طرح غیر فطری حرکت کرتا ہوا دیکھو تو تم فا عل اور مفعول دونوں کو مارڈالو۔

حافظ ذکی الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ترغیب وترہیب میں لکھا ہے کہ چار خلفاء حضرت ابو بکر صدیق ، حضرت علی ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور ہشام بن عبد الملک نے اپنے زمانوں میں غیر فطری حرکت کرنے والوں کو آگ میں جلاڈالا۔ اپنی بیوی جو حلال ہے اس کے ساتھ بھی غیر فطری عمل کرنے پر شدید ترین وعید وارد ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی اس مرد کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے جو مرد عورت کے ساتھ غیر فطری عمل کرے (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰي اِمْرَءَتَهٗ فِيْ دُبُرِها(سنن ابي داود ۲۱۶۲) جو شخص اپنی بیوی سے غیر فطری عمل کرے وہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰي اُمَّتِيْ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ (ترمذي ۱۴۵۷) مجھے اپنی امت کے حق میں سب سے زیادہ جس چیز کا خطرہ ہے وہ حضرت لوط علیہ السلام کے قوم کی حرکت یعنی بد فعلی کا ہے۔

سود کا عام ہونا

قیامت کی علامات صغریٰ میں سے ایک علامت، سود کا عام ہونا اور حلال وحرام کی تمیز کا اٹھ جانا ہے، یہ علامت بھی ظاہر ہو چکی ہے اور روز افزوں ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح لوگوں میں بکثرت سودی لین دین جاری ہے اور بکثرت سودی کاروبار کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، نفع و تجارت کے نام پر کیسی کیسی سودی اسکیمیں اور کمپنیاں وجود میں آرہی ہیں، مال وزر کی محبت اور اس کی طمع وحرص سے حلال وجائز کاروبار کی اہمیت اور حلال وحرام کا خیال لوگوں کے دلوں سے رخصت ہوتا جا رہا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ (بخاری:۲۰۵۹) کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان یہ پرواہ نہ کرے گا کہ اس نے حلال حاصل کیا یا حرام اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا(بَيْنَ يَدَيِ السّاعةِ يظهَرُ الرِّبا والزِّنا والخَمرُ) کہ قیامت سے پہلے سود، زنا، اور شراب عام ہو جائے گا۔ (معجم الاوسط:۷۶۹۵)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ضرور ایک ایسا دور آئے گا کہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جو سود کھانے والا نہ ہو اور اگر سود نہ کھائے تو اس کا دھواں یا اس کا غبار تو پہنچ کر رہے گا۔

دورِ حاضر میں پورے طور پر یہ پیشین گوئی پوری ہوتی نظر آرہی ہے کہ ہر کوئی شخص اختیاری یا اضطراری طور پر سودی بینکوں سے متعلق و منسلک ہے جس کی وجہ سے سود یا سود کا اثر اس تک ضرور پہنچ رہا ہے۔

آلاتِ لہو ولَعِب اور گانے بجانے والوں کی کثرت

قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت گانے بجانے کے آلات اور گانے بجانے والوں کی کثرت و بہتات ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا(سيكونُ في آخر الزمان خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَمَسْخٌ، قِيل: ومتي ذلك يا رسول الله؟ قال: إِذَا ظَهَرَتُ الْمَعَازِفُ والْقَيْنَاتُ (مجمع الزوائد:۱۲۵۸۹)

کہ عنقریب آخر زمانے میں زمین دھنسے گی، آسمان سے پتھر برسے گا اور صورتیں مسخ ہوں گی پوچھا گیا یارسول اللہ ! ایسا کب ہو گا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا جب آلاتِ لہو ولعب عام ہو جائیں اور گانے بجانے والیاں بکثرت ظاہر ہو جائیں، آپ کی یہ پیشین گوئی آج سے بہت پہلے ظاہر ہو چکی ہے اور روز افزوں ہے اور دورِ حاضر میں جس برق و باد جیسی تیز رفتاری کے ساتھ ان میں عروج وترقی جاری ہے وہ سب پر عیاں ہے کہ کیسے کیسے آلات لہو ولعب ایجاد ہو چکے ہیں جن کا استعمال ابتلاءِ عام کی شکل اختیار کرتا جارہا ہے، گانے بجانے والے مرد، گانے بجانے والی عورتوں اور فلمی ایکٹر اور اداکاروں کی وہ بہتات و بھرمار ہے اور ان کی ایسی وقعت و اہمیت ہے کہ خدا کی پناہ، تمام چیزوں میں ان کی نقالی و پیروی کو باعثِ عزت و فخر سمجھا جاتا ہے۔

شراب نوشی کا عام ہونا

علامات قیامت میں سے ایک علامت اس امت میں شراب نوشی کی لَت بھی ہے کہ لوگ بکثرت اس اُمُّ الخبائث جیسی چیز کو پیئیں گے جس کو قرآن کریم نے ناپاک، شیطان کا عمل، آپس کے بغض و عداوت کا باعث اور ذکر اللہ اور نماز سے روکنے کا

شیطانی آلہ بتایا ہے اور اس سے سختی سے منع کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (سورۂ مائدہ:۹۰) کہ اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے استھان اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں لہذا ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ اور جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں " إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ ، وَيَفْشُوَ الزِّنَا ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ۔ (مسلم:٦٧٨٦) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت عام ہو جائے گی، زنا بکثرت پھیل جائے گا، اور شراب نوشی عام ہو جائے گی اور بخاری شریف میں ہے لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ والحَرِيرَ ،والخَمْرَ والمَعَازِفَ،(۵۵۹۰) کہ ضرور بالضرور میری امت میں ایسی قومیں جنم لیں گی جو زنا اور ریشم کو حلال اور شراب اور گانے بجانے کو جائز سمجھیں گی۔ اور اسی پر بس نہیں ہو گا بلکہ امت کا ایک طبقہ شراب کا نام بدل کر اسے حلال سمجھ کر پیئے گا جیسا کہ حدیث رسول میں اس کی بھی پیشین گوئی موجود ہے

" لَيَسْتَحِلَّنَّ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ بِاسْمٍ يُسَمُّونَهَا إِيَّاهُ "(مسند احمد ۲۲۱۰۰) وفی روایة "يَسَمُّونَها بِغَيْرِ اِسْمِها فَيَسْتَحِلُّونَهَا " کہ ضرور بالضرور میری امت کا ایک طبقہ شراب کا نام بدل کر اسے حلال کر لے گا۔

یعنی لوگوں کی دیدہ دلیری اس قدر بڑھ جائے گی کہ شراب کا نام بدل کر نعوذ باللہ من ذالک خدا تعالی کو دھوکہ دینے کی کوشش کریں گے اور اہل علم کو دھوکہ دے کر اس کی حلت و جواز کا فتوی لینے کے درپے ہوں گے۔

مسجدوں کی آرائش وزیبائش

علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ مسجدیں خوب آراستہ وپیراستہ کی جائیں گی،لوگ اپنی اپنی مسجدوں کی رَفعت، وُسعت اور خوبصورتی پر ایک دوسرے سے فخر کریں گے جیساکہ حدیث شریف میں مذکور ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایالَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ(سنن ابی داود:۴۴۹) کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک لوگ مسجدوں میں فخر نہ کریں، یعنی اس کی ظاہری شکل وصورت پر، یا مراد یہ ہے کہ مسجدوں میں بیٹھ کر دیگر امور پر فخر ومباہات کی باتیں نہ کریں اور مجلسیں نہ سجائیں، اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی دنیاوی باتیں ان کی مسجدوں میں ہوا کریں گی تم ان کے پاس نہ بیٹھنا کیونکہ خدا کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور سنن ابی داؤد میں ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى (سنن ابی داود:۴۴۸) کہ تم ضرور بالضرور یہود و نصاریٰ کی طرح مسجدوں کو بناؤ اور سنوارو گے جیساکہ یہود و نصاری اپنے گرجاگھروں اور کنیساؤں کو بناتے وسنوارتے ہیں۔

آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی آج سے بہت پہلے ظاہر ہوچکی ہے کہ زمانۂ ماضی کے اُمراء وسلاطین، تعمیرِ مساجد میں اور اس کی بے جا توسیع و تنقیش میں کس طرح ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی تگ ودَو میں تھے اور زمانۂ حال میں بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس قدر مسجدوں کے ڈیکوریشن اور اس کی آرائش وزیبائش پر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے کہ دلوں کو منتشر کرنے والے رنگ برنگ کے ٹائلس ، جھاڑ فانوس ، قمقمے،

دلفریب فرش و قالینیں اور بیش بہا پردے اور دیگر زیب و زینت کے سامان اور راحت و آرام کی چیزیں مسجدوں میں موجود رہتی ہیں جنھوں نے مسجدوں کو اوقات نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں مقفل کرنے اور تالا لگانے پر مجبور کر دیا ہے اور حفاظت کے لئے نگراں اور چوکیدار کی ضرورت پڑتی ہے، مسجدیں دنیاوی چیزوں سے تو خوب خوب آباد ہیں لیکن نمازیوں سے ویران اور خالی ہیں، حالانکہ حدیث پاک کے مطابق مسجدوں کی حقیقی آبادی، ذکر، تلاوت، نماز اور نمازیوں کی کثرت تعداد سے ہے نہ کہ صرف ظاہری ٹیپ ٹاپ سے، نیز مساجد و مصاحف کی تزئین و تحلیہ اوراسے آراستہ و پیراستہ کرنے پر ہلاکت کی وعید بھی وارد ہوئی ہے جیسا کہ جامع صغیر میں ہے "إذا زَوَّقْتُم مساجدَكم وحَلَّيْتُم مصاحِفَكم، فالدِّمارُ عليكم "(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۱۶۶) کہ جب تم اپنی مسجدوں کو سجانے لگو اور قرآن کو مزین و دیدہ زیب بنانے لگو تو سمجھ لو کہ تمہاری ہلاکت کا وقت قریب ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد نبوی کی تجدید کے وقت حکم دیا تھا کہ بس اتنی تجدید اور مرمت پر اکتفاء کیا جائے جس سے نمازی بارش سے بچ سکیں اور رنگ و روغن کرنے سے احتراز کیا جائے ورنہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں گے یعنی اس کا رنگ و روغن نمازیوں کے قلوب کو نماز سے پھیرنے کا باعث بنے گا۔

لہذا فخر و مباہات کے طور پر مسجدوں کو مزین و منقش کرنے سے احتراز واحتیاط کرنا چاہیے، ہاں! البتہ اگر تزئین و تنقیش اور ڈیکوریشن مسجدوں کی تعظیم و توقیر کے طور پر ہو، اسے بے حرمتی سے بچانے کے صحیح جذبے وارادہ سے ہو، مالِ وقف کے بجائے اپنے ذاتی خرچ سے ہو اور ساتھ ساتھ جدارِ قبلہ یعنی سامنے والی دیوار کے نقش و نگار اور ایسے عمل سے بھی احترازو احتیاط کیا جائے جو نمازی کو نماز سے پھیر کر اپنی طرف متوجہ کرنے کا باعث ہو تو عند العلماء مباح اور جائز ہے۔

مسجدوں پر اہلِ فِسق کا تسلُّط و غلبہ

قیامت کی ایک علامت مسجدوں پر اہلِ فسق کا تسلط اور غلبہ ہے یعنی مسجدوں کی تولیت اور اس کی نگرانی وذمہ داری فُسّاق وفُجّار کے ہاتھوں میں ہوگی، وہی جیسے چاہیں گے اس میں اپنی مرضی چلائیں گے نہ تو کسی کو ان سے باز پرس کرنے کی جرأت ہوگی نہ ہی ان کے کسی عمل پر کسی کو روکنے ٹوکنے کی مجال ہوگی، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " لِلسَّاعَةِ أَشْرَاطٌ " قِيلَ : وَمَا أَشْرَاطُهَا ؟ قَالَ : " غُلُوُّ أَهْلِ الْفِسْقِ فِي الْمَسَاجِدِ ، وَظُهُورُ أَهْلِ الْمُنْكَرِ عَلَى أَهْلِ الْمَعْرُوفِ " . قَالَ أَعْرَابِيٌّ : فَمَا تَأْمُرُنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : " دَعْ ، وَكُنْ حِلْسًا مِنْ أَحْلَاسِ بَيْتِكَ " (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ۶۹۸۳) کہ قیامت کی کچھ علامتیں ہیں، پوچھا گیا اس کی علامتیں کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسجدوں پر اہل فسق کا تسلط اور نیکوکاروں پر بدکاروں کا غلبہ ہے، ایک دیہاتی نے پوچھا یا رسول اللہ! ایسے وقت میں میرے لیے کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایسے وقت میں) لوگوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا اور اپنے گھر کا ٹاٹ بن جانا (یعنی گوشہ نشینی اختیار کرلینا) اور اپنی اصلاح کی فکر رکھنا۔

نماز پڑھانے گریز

حضرت سلامہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إِنَّ مِن أشراطِ السّاعةِ أن يتدافَعَ أهلُ المَسجِدِ لا يجِدون إمامًا يُصلِّي بهم. (سنن ابی داود ۵۸۱) کہ یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مسجد والے امامت سے کترائیں گے اور امامت کے لئے ایک دوسرے کو

دھکے دیں گے اور کوئی امام نہ پائیں گے جو انہیں نماز پڑھائے۔

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے نمازی جمع ہوں گے اور امامت کے لئے حاضرین میں سے کوئی بھی تیار نہ ہو گا جس سے بھی نماز پڑھانے کی درخواست کی جائے گی وہ کہے گا میں تو اس لائق نہیں، فلاں صاحب پڑھا دیں گے، حتیٰ کہ کوئی بھی امام نہ بنے گا اور بے جماعت پڑھ کر لوگ چل دیں گے اور ایسا ہو گا جہالت اور مسائل سے عدمِ واقفیت کی بنیاد پر جیسا کہ آج اکثر دیہاتوں میں ہو رہا ہے کہ صرف اس لئے لوگ بے جماعت نماز پڑھ لیتے ہیں کہ ان میں کوئی مسائل جاننے والا نہیں ہوتا اور یا لوگ جوشِ تواضع کی وجہ سے امامت سے انکار کریں گے، یا محض سستی و کاہلی کی وجہ سے۔

بلند و بالا عمارتوں پر فخر اور حقیر و ذلیل لوگوں کا عروج

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت بلند و بالا تعمیرات کی کثرت و بہتات ہے اور اس کی وسعت، رفعت اور عمدگی پر فخر و مباہات ہے، کمترین اور دبے کچلے لوگوں کا عروج و ترقی ہے، یہ علامت بہت پہلے ظاہر ہو چکی ہے اور روز بروز اس میں ترقی ہوتی جارہی ہے اور اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاتقوم الساعة حَتَّى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي البُنْيَانِ (بخاري:۷۱۲۱) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ لوگ عمارتوں کے سلسلے میں فخر کریں گے۔

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علامات قیامت کے متعلق سوال کرنے پر ارشاد فرمایا تھا کہ قیامت کی علامت یہ ہے کہ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ

رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ (مسلم:۸) کہ باندیاں (اور مائیں) اپنی مالکہ اور سیٹھانیاں جنیں گی اور تم ننگے پیروں، ننگے بدن، غریب قلاش اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھو گے کہ وہ عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔

وفی روایة ابي هريرة وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوكَ الْأَرْضِ (مسلم:۱۰) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم ننگے پیروں، ننگے بدن والوں کو، اور گونگوں بہروں کو زمین کا بادشاہ دیکھو۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس کثرت کے ساتھ بلند و بالا اور فلک بوس عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں اور کس قدر تعمیرات پر پیسہ پانی کی طرح بہایا جارہا ہے اور اس پر فخر و مباہات کا سلسلہ جاری ہے، جو لوگ اہلِ ثروت و مالدار تھے وہ تو بڑی بڑی بلڈنگیں اور کوٹھیاں وحولیاں بناتے ہی تھے مگر وہ لوگ جن کے پاس کھانے پینے کو بھی نہیں تھا، قوم کے دبے کچلے اور بالکل رذیل و ذلیل لوگ تھے وہ بھی کس طرح ترقی کر گئے اور بلند و بالا عمارتوں اور اونچی اونچی بلڈنگوں کے مالک بن بیٹھے، ملک کی باگ ڈور اور اہم منصب اور بڑے بڑے عہدے کیسے کیسے رذیل و ذلیل اور گونگے و بہرے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئے جو نہ حق بات سنتے اور سمجھتے ہیں اور نہ کہتے اور بولتے ہیں، عقل و خرد سے بالکل بیگانہ ہیں، آج ہم اس کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں اور اپنے نبی کی پیشین گوئیاں حرف بحرف سچی ثابت ہوتی دیکھ رہے ہیں۔

عقوقِ والدین (یعنی والدین کی نافرمانی)

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت عقوقِ والدین یعنی ماں باپ کی نافرمانی ہے کہ اولاد بکثرت ماں باپ کی نافرمانیاں کریں گی جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام

کے قیامت کی علامتوں کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وفي رواية رَبَّهَا (مسلم:۸) کہ قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ باندیاں (یعنی عورتیں) اپنے مالک اور اپنی مالکہ کو جنیں گی۔

یعنی اولاد نافرمان ہوں گی، اپنی ماؤں پر حکم چلائیں گی، ان کے ساتھ ایسا سلوک و برتاؤ کریں گی جیسے ایک آقا اپنے نوکروں اور نوکرانیوں کے ساتھ کیا کرتا ہے مثلاً ڈانٹ ڈپٹ کرنا، گالی گلوج دینا، اور ان سے خدمت وغیرہ لینا، ان کی تعظیم و توقیر کا بالکل پاس ولحاظ نہ رکھنا۔

چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ معاشرہ کے اندر اولاد کی نظروں میں ماں باپ کی کیا حیثیت رہ گئی ہے اور ان کے ساتھ کیسا سلوک اور برتاؤ کیا جارہا ہے، ایک بیٹا بیوی کی محبت میں اپنے والدین کے ساتھ ہر قسم کے نازیبا سلوک کر بیٹھتا ہے، مائیں گھروں میں نوکروں اور خادماؤں کی طرح زندگیاں گزارتی ہیں۔

حقوقِ والدین پر کچھ باتیں قرآن و حدیث کے حوالے سے

معلوم ہونا چاہیے کہ ماں باپ اولاد کے لئے بہت بڑی نعمت اور دولت ہیں، ان کی خدمت ان کی خبر گیری باعثِ سعادت اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے، ان کی دلداری ورضاجوئی میں خدا تعالی کی رضا وخوشنودی پوشیدہ ہے، ازروئے قرآنِ کریم ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا ان کی تعظیم و توقیر کرنا ان کے سامنے قولاً و فعلاً تواضع و انکساری سے پیش آنا اولاد پر لازم اور ضروری ہے، ان کو جھڑکنا یا ان کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی و بے ادبی کرنا ناجائز و حرام ہے، ہمیشہ ان کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آنا چاہیئے خصوصاً حالتِ پیری اور بڑھاپے میں جبکہ وہ اولاد کی خدمت و خبر گیری کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں، دل میں ان کی خیر خواہی کا سچا جذبہ ہو اور زبان پر ہمیشہ ان کے

حق میں اللہ رب العزت سے رحم اور کرم کی دعائیں ہوں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے
وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (۲۳)وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا(۲۴)رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا(۲۵)(سورۃ الاِسراء) کہ تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ اور یہ دعا کرو کہ یارب جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجئے، تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے اگر تم نیک بن جاؤ تو وہ ان لوگوں کی خطائیں بہت معاف کرتا ہے جو کثرت سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت و فرماں برداری سب سے اہم ہے، تمام جائز کاموں میں ان کا کہنا ماننا چاہیے سوائے ایسے کاموں کے جو گناہ اور معصیت ہوں کیونکہ گناہ اور معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لاطاعةَ لِمَخلوقٍ في معصيةِ الخالِقِ (دار قطنی) کہ خالق کی معصیت و نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

اور جس طرح بندوں پر اللہ رب العزت کا شکر لازم ہے اسی طرح ماں باپ کا شکریہ بھی ضروری ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (۱۴) وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۱۵) (سورۃ لقمان) کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کے بارے میں یہ تاکید کی ہے۔۔۔۔۔ (کیونکہ) اس کی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے،۔۔۔۔۔ کہ تم میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا، میرے پاس ہی (تمہیں) لوٹ کر آنا ہے، اور اگر وہ تم پر یہ زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک قرار دو جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کی بات مت مانو، اور دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی سے رہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا الصَّلاةُ على وقْتِها قُلتُ: ثُمّ أيُّ؟ قالَ: ثُمَّ بِرُّ الوالِدَيْنِ قُلتُ: ثُمَّ أيُّ؟ قالَ: ثُمَّ الجِهادُ في سَبيلِ اللَّهِ (مسلم: ۸۵) کہ نماز کے وقت میں یعنی وقتِ مستحب میں نماز ادا کرنا، میں نے کہا نے پھر اس کے بعد کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، میں نے پوچھا اس کے بعد پھر کون سا عمل؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

ترمذی اور ابن ماجہ شریف کی روایت ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الوالِدُ أوسطُ أبوابِ الجنَّةِ، فإنَّ شئتَ فأَضِع ذلك البابَ أو احفَظْه (ترمذی: ۱۹۰۰) کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرو یا ضائع کر دو۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضي اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں رِضیٰ اللّٰہِ

فِي رِضی الوالِدَینِ، وسَخَطُ اللّٰهِ فِي سَخَطِ الوالدينِ (بلوغ المرام: ۴۳۴) کہ اللہ کی خوشی والدین کی خوشی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ دونوں ہی تیری جنت یا دوزخ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت و خدمت جنت میں لے جاتی ہے اور ان کی بے ادبی اور ناراضی دوزخ میں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لیے اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہا، اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے رہیں گے اور جو ان کا نافرمان ہوا اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھلے رہیں گے اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی تھا تو ایک دروازہ جنت یا دوزخ کا کھلا رہے گا اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ (یہ جہنم کی وعید) کیا اس صورت میں بھی ہے کہ ماں باپ نے اس شخص پر ظلم کیا ہو تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا وَاِنْ ظَلَمَا وَاِنْ ظَلَمَا وَاِنْ ظَلَمَا یعني ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو ایذا رسانی پر جہنم کی وعید ہے خواہ ماں باپ نے ہی لڑکے پر ظلم کیا ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ اولاد کو بدلہ لینے کا حق نہیں کہ اگر انہوں نے ظلم کیا تو اولاد بھی ان کی خدمت واطاعت سے ہاتھ کھینچ لے۔

نیز امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ نقل کیا ہے

ما منْ ولدٍ بارٍّ ينظر إلی والدَيهِ نظرةَ رحمةٍ؛ إلا كتب اللهُ لهُ بكل نظرةٍ حجةً مبرورةً، قالوا: وإن نظر كلَّ يومٍ مائةَ مرةٍ؟ قال: نعَم، اللهُ أكبرُ وأطيبُ. کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو خدمت گزار بیٹا اپنے والدین پر

رحمت و شفقت سے نظر ڈالتا ہے تو ہر نظر کے بدلے میں ایک حج مقبول کا ثواب پاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ دن میں سو مرتبہ اس طرح نظر کرے، تو آپ نے فرمایا ہاں سو مرتبہ بھی (ہر نظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا) اللہ تعالی بڑا ہے، (اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی)۔

بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت ابو بکرہ رضی اللہ تعالی عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کلُّ الذُّنوبِ یُؤخِّرُ اللہُ منها إلی یومِ القیامةِ إلّا عقوقَ الوالدَیْن فإنَّ اللہَ یُعجِّلُه لصاحبِه في الحیاةِ قبل المماتِ (سنن ابی داود: ۴۹۰۲) کہ اور سب گناہوں کی سزا تو اللہ تعالی جس کے لئے چاہتے ہیں قیامت تک مؤخر کر دیتے ہیں بجز والدین کی حق تلفی اور ان کی نافرمانی کے کہ اس کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔

زمانۂ رسول کا ایک عجیب واقعہ

امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی اسنادِ متصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے ماں باپ نے، میرا مال لے لیا ہے، آپ نے فرمایا کہ اپنے ماں باپ کو بلا کر لے آؤ، اسی وقت حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو آپ اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں جسے خود اس کے کانوں نے بھی نہیں سنا، جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ نے والد سے کہا کہ کیا بات ہے کہ آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں، والد نے عرض کیا کہ آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی، خالہ، یا اپنے نفس

کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِیْہ، جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہو گئی اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں، اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا؟ اس نے کہا کہ یارسول اللہ ہمیں ہر معاملہ میں اللہ تعالی آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہو گئی جو ایک معجزہ ہے) پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا، آپ نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ اس وقت اس نے یہ اشعار سنائے:

اشعار۔۔۔

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَمُنْتُك يَافِعاً ...تُعَلُّ بِمَا اَجْنِیْ عَلَیْكَ وتَنْهَلُ

میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری اٹھائی، تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا۔

اِذَا لَیْلَةٌ ضَافتْكَ بِالسُّقْمِ لَمْ اَبِتْ ...لِسُقْمِكَ اِلّاسَاهِرًا اَتَمَلْمَلُ

جب کسی رات تمہیں کوئی بیماری پیش آگئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بے قراری میں گزاری۔

كَاَنِّیْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَكَ بِالَّذِیْ ...طُرِقْتَ بِهٖ دُوْنِیْ فَعَیْنِیْ تَهْمَلُ

گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے تمہیں نہیں، جس کی وجہ سے میں تمام شب روتا رہا۔

تَخَافُ الرَّدیٰ نَفْسِیْ عَلَیْكَ وَاِنَّهَا ...لَتَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُؤَجَّلُ

میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِنَّ وَالْغَايَةَ الَّتِيْ ....اِلَيْهَا مَدیٰ مَا كُنْتُ فِيْكَ اُوَمِّلُ

پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا۔

جَعَلتَ جَزَاءِیْ غِلْظَةً وَفِظَاظَةً ...كَاَنَّکَ اَنْتَ اَلْمُنْعِمُ اُلْمُتفَضِّلُ

تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان وانعام کر رہے ہو۔

فَلَيْتَكَ اِذَالَمْ تَرْعَ حَقَّ اُبُوَّتِیْ ...فَعَلْتَ كَمَاالْجَارُالْمجاوِرُ يَفْعَلُ

کاش کہ اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا کہ ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے،

فَاَوْلَيْتَنِیْ حَقَّ الجِوَارِوَلَمْ تَكُنْ ...عَلَيَّ بمالٍ دُوْنَ مَالِكَ تَبْخَلُ

تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا۔ اَنْتَ وَمَا لُکَ لِاَبِيْكَ ۔ کہ جا تو بھی اور تیرا مال بھی سب تیرے باپ کا ہے (تفسیر قرطبی)

قتل کی کثرت

قیامت کی ایک علامت کثرتِ قتل ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَكْثُرَالهَرْجُ (مسلم:۱۰) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ ھرج خوب زیادہ ہو جائے گا، صحابہ نے پوچھامَاالهَرَج یارسولَ اللہ کہ ھرج کیا ہے؟ اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ قتل ہے۔ اور بخاری شریف میں

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے " بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامُ الهَرْجِ" (بخاری:۷۰۶۶) کہ قیامت سے پہلے ھرج یعنی قتل کے ایام ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہی سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے خدا تعالی کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے کہ قاتل کو یہ علم نہ ہوگا کہ اس نے کس وجہ سے قتل کیا اور نہ ہی مقتول کو علم ہوگا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا، عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ ارشاد فرمایا ھرج یعنی کثرتِ قتل کی وجہ سے، قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہوں گے۔ (مسلم)

قاتل کا دوزخی ہونا تو ظاہر ہے کہ اس نے ناحق مسلمان کو قتل کیا اور مقتول کے دوزخی ہونے کی وجہ حدیث میں یہ مذکور ہے کہ وہ بھی تو قاتل کے قتل کی فکر اور اس کی طلب میں تھا اس لئے ارادۂ قتل اور عزمِ قتل کی وجہ سے وہ بھی دوزخ میں جائے گا، اعاذنا اللہ من ذالك

مذکورہ پیشین گوئی کس حد تک سچی ثابت ہو چکی ہے وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے، کہ آج کیسے کیسے خطرناک اسلحے اور آلاتِ جنگ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے ایجاد کر لئے گئے ہیں کہ الامان والحفیظ، جن کے ذریعے شہروں کے شہر اور آبادی کی آبادی ختم کر دی جاتی ہے اور دفعتاً ایک ساتھ اس قدر اموات اور ہلاکتیں ہوتی ہیں کہ اعداد و شمار مشکل ہو جاتا ہے، عموماً ان ہلاکتوں کی وجہ فتنوں کے سوا کچھ نہیں ہوتی، یا پھر ملکی و شہری مفادات، قومی و مذہبی عصبیت اور فرقہ پرستی کے باعث ہزاروں جانیں دفعتاً لقمۂ اجل بن جاتی ہیں، نہ قاتل کو مقتول کی خبر ہوتی ہے اور نہ مقتول کو قاتل کا پتہ چلتا ہے، دوسرے فرقہ دوسرے نظریہ کا جو شخص بھی ہاتھ لگ گیا ختم کر ڈالا، اس کے ختم کرنے کے لئے بس یہی دلیل کافی سمجھی جاتی ہے کہ وہ اپنی

جماعت اور اپنے خیال کا نہیں ہے۔

قتلِ عام کے زمانے میں عبادت کا ثواب

جس وقت قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو، فتنہ فساد زوروں پر ہو ایسے وقت میں جو شخص فتنہ فساد سے منہ پھیر کر اللہ رب العزت کی عبادت میں مشغول ہو جائے اللہ رب العزت اس کے اجر و ثواب کا بھاؤ بڑھا دیتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ،الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍإِلَيَّ.(مسلم شریف: ۲۹۴۸)کہ قتلِ عام کے زمانے میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔

یعنی اس کی عبادت کا ثواب اس قدر زیادہ ہے جیسا کہ وہ شخص جس نے مکہ سے جب کہ وہ دارالحرب تھا ہجرت کی اور مدینہ میں آپ کی صحبت اختیار کی اور ثواب کی وافر مقدار حاصل کی اسی طرح اس شخص نے فتنہ فساد کی ظلمت سے منہ پھیر کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو کر ثواب پایا۔

زمانہ کا قریب سے قریب تر ہو جانا

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا (لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ ، فَتَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ ، وَيَكُونَ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ ، وَتَكُونَ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ ، وَيَكُونَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ ، وَتَكُونَ السَّاعَةُ كَاحْتِرَاقِ السَّعَفَةِ)(مسند أحمد: ۱۰۵۶۰)کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ زمانہ قریب نہ ہو جائے یعنی وقت جلدی جلدی نہ گزرنے

لگے۔ پس ایک سال ایک ماہ کے برابر ہو گا، ایک ماہ ایک ہفتہ کے برابر اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر ہو گا اور ایک دن ایک گھڑی کے برابر ہو گا اور ایک گھڑی ایسے گزر جائے گی جس طرح آگ کا ایک شعلہ بھڑک کر ختم ہو جاتا ہے۔

زمانہ قریب ہونے کا مطلب

زمانہ قریب ہونے کے مطلب میں شُرّاحِ حدیث کے متعدد اقوال منقول ہیں مشہور قول وقت میں بے برکتی کا ہے، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ سال و مہینہ کس تیزی کے ساتھ گزر جاتا ہے کہ کچھ احساس تک نہیں ہوتا، جب سال و مہینہ ختم ہوتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تو شروع ہوا تھا۔

زمانہ قریب ہونے کا ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک زمانے کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے وہ اس طرح کہ ایک دوسرے سے جوڑنے اور قریب کرنے والے بکثرت ایسے الیکٹرانک مواصلاتی آلات ایجاد ہو جائیں گے جن کے ذریعے لوگ مشرق و مغرب کی دوری میں ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے قریب اور ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے جیساکہ آج ہم لائیو ٹیلی کاسٹ (live telecast)، ڈبیٹ (debate)، ویڈیو کالنگ (videocalling) وغیرہ کے ذریعے اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں، ان الیکٹرانک مواصلاتی آلات نے تو پوری دنیا کو ایک گاؤں اور گھر کے مانند بنا دیا ہے۔

اور اسی طرح ایسی ایسی زمینی و فضائی تیزرو سواریاں ایجاد ہو جائیں گی جو مختصر ترین وقت میں طویل سے طویل تر مسافت کو قطع کر کے لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیں گی جیساکہ اس کا بھی آج ہمیں تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اب مسافروں کے لئے مشرق و مغرب کی دوری کوئی دوری نہیں رہ گئی۔

یا زمانہ قریب ہونے سے مراد قیامت کا قریب ہونا ہے کہ روز بروز قیامت قریب ہوتی جائے گی۔

یا یہ مراد ہے کہ برائی اور فتنوں میں ایک زمانے کے لوگ آپس میں یکساں اور برابر ہو جائیں گے۔

بعد والا زمانہ پہلے والے سے برا ہو گا

جوں جوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے بُعد اور دوری بڑھتی جائے گی شر اور برائی بڑھتی جائے گی، اور ہر بعد والا زمانہ گزرے ہوئے زمانے سے بد سے بدتر ثابت ہو گا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لا یزدادُ الأمرُ إلّا شدّةً ولا الدُّنیا إلّا إدبارًا (ابن ماجہ ۴۰۳۷) معاملہ سخت سے سخت تر ہوتا جائے گا اور دنیا پسپائی اور تنزلی ہی کی طرف بڑھتی جائے گی۔

اور حضرت زبیر بن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حجاج بن یوسف کے ظلم و زیادتی کی شکایت کی تو اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اصْبِرُوا، فإنّه لا یأْتِي علَیْکُم زَمانٌ إلّا الذي بَعْدَهُ شَرٌّ منه، حتّی تَلْقَوْا رَبَّکُمْ سَمِعْتُهُ مِن نَبِیِّکُمْ ﷺ. (بخاري شریف: ۷۰۶۸) کہ صبر کرو کیونکہ تم پر جو زمانہ آیا ہے بعد والا اس سے بھی برا ہو گا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو اور میں نے یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

ترقی کے لیے بدکاری کو لازم سمجھا جائے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: يأتي على الناسِ زمانٌ يخيَّرُ فيه الرجلُ بينَ العجزِ والفجورِ فمن أدركَ ذلِكَ الزمانَ فَلَيخْتَرْ العجزَ على الفجور (مسند احمد :۴۴۷۷) کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں انسان کے سامنے بے کاری اور بدکاری میں سے کوئی ایک ہی راستہ ہو گا، پس جو شخص وہ زمانہ پائے اس کو بدکاری کے مقابلہ میں بے کاری کو ترجیح دینی چاہیے۔

بازار قریب قریب ہو جائیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاتقومُ الساعةُ حتى تَظْهَرَ الفِتَنُ ويكثرَ الكذِبُ وتتقارَبَ الأسواقُ ويتقارَبَ الزمانُ [رواہ الإمام أحمد ۱۰۷۲۴] کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ فتنے ظاہر ہوں گے، جھوٹ کی کثرت ہو گی اور بازار قریب قریب ہو جائیں گے۔

بازار قریب ہونے کا مطلب

بازار قریب ہونے کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں:

(۱) آبادی بڑھ جائے گی لوگوں کی ضرورت و سہولت کے واسطے جگہ جگہ بازار قائم ہوں گے جس کی وجہ سے حقیقۃً اور حسّی طور پر باہم بازار ایک دوسرے کے قریب قریب ہو جائیں گے۔

(۲) تیز رَو سواریاں ایجاد ہوں گی، سفر اتنا آسان ہو جائے گا کہ دور دراز کے بازار بھی لوگوں کے لیے قریب ہو جائیں گے۔

(۳) خرید و فروخت کی ایسی آسانی و سہولت پیدا ہو جائے گی کہ کوئی بازار دور ہونے کے باوجود دور نہ رہ جائے گا، لوگ گھر بیٹھے بیٹھے کسی بھی بازار سے خرید و

فروخت کر لیں گے جیسا کہ آج کل انٹرنیٹ اور آن لائن سہولیات کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

اس امت میں شرک کا ظہور

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، کہ جب میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو وہ قیامت تک چلتی رہے گی وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ، (سنن ابی داود: ۴۲۵۲)

اور قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکین سے جا ملیں گے اور یہاں تک کہ میری امت کے کچھ گروہ بتوں کی پوجا پاٹ کریں گے، یہ علامت ظاہر ہو چکی ہے کہ بہت سی قوم اور قبائل مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملے اور بتوں کی پوجا پاٹ میں مبتلا ہوئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلَى ذِي الخَلَصَةِ (وَذُو الخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَ فِي الجَاهِلِيَّةِ)(متفق علیہ، ب:۷۱۱۶)

کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک قبیلۂ دوس کی عورتوں کی سرینیں ذوالخلصہ کے ارد گرد نہ ہلیں۔

ذوالخلصہ قبیلۂ دوس کا بت تھا جس کو زمانہ جاہلیت میں وہ لوگ پوجتے تھے۔

یوسف بن عبد اللہ اپنی کتاب "اشراط الساعۃ" میں لکھتے ہیں کہ ان علاقوں میں

جہالت عام ہونے کے سبب قبیلۂ دوس اور اس کے آس پاس کے عرب ذوالخلصہ کی پرستش میں دو مرتبہ مبتلا ہو چکے ہیں، پہلی مرتبہ جب مبتلا ہوئے تو امام عبد العزیز بن محمد بن سعود رحمۃ اللہ علیہ نے داعیوں کی ایک جماعت بھیج کر اسے منہدم کرایا لیکن پھر جب دوبارہ اس کی پرستش شروع ہوئی تو اس وقت آل سعود کی حکومت پورے حجاز مقدس پر قائم ہو چکی تھی تو مَلِک عبد العزیز بن عبد الرحمن آل سعود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فوج کا ایک دستہ ذوالخلصہ کی طرف روانہ کر کے اسے نیست و نابود کرایا (اشراط الساعۃ: ص ۱۶۲)

اور وقوعِ قیامت کے بالکل قریب تو لات وعزیٰ کی دوبارہ پرستش کی پیشین گوئی موجود ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا «لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتَّى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزَّى» کہ یہ دن رات ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی عبادت کی جائے گی، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ حِينَ أَنْزَلَ اللهُ: {هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ} [التوبة] أَنَّ ذَلِكَ تَامًّا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو میں یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ بشارت یعنی دین حق کا غلبہ ہمیشہ رہے گا تو آپ نے فرمایا «إِنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ ذَلِكَ مَا شَاءَ اللهُ» کہ بیشک دین حق کا غلبہ اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا۔ «ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَوَفَّى كُلَّ مَنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ، فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيهِ، فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ» (مسلم: ۲۹۰۷) پھر اللہ ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے ہر وہ شخص وفات پا جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہو گا بس اس کے بعد ایسے ہی لوگ بچیں گے جن کے دل میں خیر نام کی کوئی چیز نہ ہو گی اور وہ اپنے آبائی دین کی طرف دوبارہ لوٹ جائیں گے۔

فحاشی و بے حیائی کا عام ہونا رشتے ناطے کو توڑنا اور پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَاحُشُ وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ، وَسُوءُ الْمُجَاوَرَةِ (مسند احمد:۶۳۵۴) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ بے حیائی، بے شرمی، قطع رحمی اور ہمسائیگی کی خرابی عام ہو جائے گی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ ، وَقَطِيعَةَ الأَرْحَامِ (رواہ البزار:۳۴۱۳) کہ قیامت کی علامتوں میں سے بے حیائی، بے شرمی اور قطع رحمی ہے، اور مسند احمد میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إنّ بينَ يدي السَّاعَةِ.... قَطْعُ الْاَرحَام...(مسند احمد:۳۸۷۰)" قیامت سے پہلے رشتوں، ناطوں کے توڑے جانے کا پایا جانا یقینی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا : قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ ، مُمِيلاَتٌ مَائِلاَتٌ ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ ، لاَ يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ يَجِدْنَ رِيحَهَا ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا " (مسلم:۲۱۲۸) کہ جہنمیوں کے دو گروہ میں نے نہیں دیکھے (کیونکہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے)(جن کو آپ نے شب معراج میں دیکھا تھا) ایک وہ جن کے پاس گائے کی دموں کے مانند کوڑے ہوں گے جن کے ذریعے وہ لوگوں کو ماریں گے یعنی ظالم حکمران اور انکے کارندے پولیس وغیرہ،

دوسرا گروہ وہ عورتیں ہیں جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی (یعنی ان کا لباس انتہائی باریک یا انتہائی تنگ و چست ہو گا یا بدن کے ہم رنگ یا بالکل ناقص اور چھوٹا ہو گا جس کی وجہ سے ان کے پہننے سے جسم چھپانے کا مقصد و فائدہ حاصل نہ ہو گا۔) غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور خود بھی غیروں کی طرف مائل ہوں گی (عورتوں کی عریانیت اور ان کا یہ ننگا پن غربت و مفلسی کی وجہ سے نہ ہو گا بلکہ مردوں کو اپنا بدن دکھانے اور ان کا دل لبھانے کے مقصد اور ارادے سے ہو گا) جن کے سر بختی اونٹوں کے ہلتے کوہانوں کی طرح ہوں گے (یعنی سر مٹکا مٹکا کر چلیں گی جس طرح اونٹ کی پشت کا بالائی حصہ تیز رفتاری کے وقت زمین کی جانب جھکا رہتا ہے، یا اونٹ کی پشت سے تشبیہ دینے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ بال پُھلا پُھلا کر اپنے سروں کو موٹا کریں گی، یہ ان کا مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا دوسرا انداز و طریقہ ہے) وہ جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی حالاں کہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت یعنی بہت دور سے آتی ہے۔

مائلات اور مُمِیلات کا مطلب

مَائِلات (مائل ہونے والیاں) اور **مُمِیلات** (مائل کرنے والیاں) کے علماء نے چند مطلب بیان کیے ہیں۔

۱: مائلات ای زَائغاتٌ عَنْ طَاعةِ اللهِ وما یَلْزُمُھن مِنْ حِفْظِ الفُرُوجِ و غیرِھا کہ اللہ کی طاعت و فرماں برداری سے ہٹی ہوں گی اور عزت و ناموس کی حفاظت کے تعلق سے ان پر جو شرعی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان سے بے پرواہ ہوں گی۔

ممیلات ای یُعَلِّمْنَ غَیرَھُنَّ، یعنی جن برائیوں میں وہ خود مبتلا ہوں گی انہیں سب برائیوں کی قولاً و عملاً دوسری عورتوں کو بھی تعلیم دیں گی۔

۲: مائلات اى مُتَبَخْتِرَاتٌ فِي مِشْيَتِهِنَّ و مُمِيْلَاتُ اكْتَافِهِنَّ ، کہ متکبرانہ چالوں کے ساتھ اپنے مونڈھوں کو خوب ہلا ہلا کر چلیں گی۔

۳: مائلات اي يَمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمَيْلَاءَ و هي مِشْطَةُ الْبُغَايَا مَعْرُوْفَةٌ لَهُنَّ (شرح نووي) یعنی طوائف اور بدکار عورتوں کی طرح بناؤ سنگار اور میک اپ کرینگی اور دوسری عورتوں کو بھی اسی انداز پر بنائیں سواریں گی۔

ممکن ہے کہ اس میں اشارہ ہو موجودہ زمانے میں پائے جانے والے بیوٹی پارلروں اور طوائف خانوں کی طرف۔

مذکورہ تینوں پیشین گوئیاں یعنی بے حیائی، قطعہ رحمی اور پڑوسیوں کے ساتھ بد سلوکی ظاہر ہوچکی ہیں اور روز بروز ان میں ترقی ہی ہوتی جارہی ہے۔ ان تینوں کی علاحدہ علاحدہ قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

فحاشی

آج کس قدر فحاشی اور بے حیائی، عریانیت و بے پردگی عام ہو چکی ہے کہ زبان و قلم اس کے بیان و تحریر سے کانپ اٹھتے ہیں اور اسے پھیلانے و عام کرنے اور اسے مزید بام عروج پر پہنچانے کے لیے کس طرح ابلیسی قوتیں اپنے کیل کانٹوں سے لیس ہو کر سرگرم عمل ہیں کہ الامان والحفیظ!

حیاء و غیرت ایسی مر چکی ہے کہ بازار، چوراہا، شارعِ عام اور مجمعِ عام تو درکنار حتی کہ دورانِ سفر سواریاں تک عریانیت و بے حیائی کے حیاسوز مناظر سے خالی نہیں۔ بے حیائی اور ننگے پن کی ایسی ایسی تصویریں اور ایسے ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ انسانیت شرم سے گڑ جاتی ہے۔

دن بدن عورتوں میں ایسے لباس پہننے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے کہ جسے لباس کہتے

ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے، آج سے چودہ سو سال پہلے صَادِقُ وَمَصْدُوق مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی عریانیت اور ان کے ننگے پن کی جو تصویر پیش کی تھی وہ آج صاف نظر آرہی ہے۔

مجمع الزوائد کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تَظْهَرَ ثِيَابٌ تَلْبَسُهَا نساءٌ كاسياتٌ عارياتٌ" (مجمع الزوائد ۷/ ۳۳۰) کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ ایسے ایسے لباس ظاہر ہونگے جسے پہن کر بھی عورتیں ننگی ہوں گی۔

چنانچہ اس قدر باریک لباس ایجاد ہو چکے ہیں کہ جس سے عورتوں کا بدن صاف جھلکتا نظر آتا ہے عورتیں اس قدر فٹ اور چست لباس پہننے کی عادی ہو چکی ہیں کہ بدن کی ساخت پر کَس جانے کے سبب ان کے جسم کا نشیب و فراز اور اتار و چڑھاؤ بالکل واضح ہو جاتا ہے اور آج کل تو چست ہونے کے ساتھ بدن کا ہم رنگ ہونا بھی داخلِ فیشن ہو چکا ہے، چنانچہ گندمی رنگ اور جسم کے ہمرنگ ایسے ایسے موزے اور چُوڑی دار چست پاجامے داخل لباس ہو چکے ہیں جس کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جسم بالکل ننگا ہے اور بعض عورتیں تو ایسے ناقص و تھوڑے لباس میں پھرتی نظر آتی ہیں کہ جن کے بدن کا اکثر حصہ اور خصوصاًوہ اعضاء کھلے رہتے ہیں جو داخلِ ستر ہیں اور جن کو باحیا عورتیں غیر مردوں سے چھپاتی ہیں۔

بے حیائی اور بے غیرتی کی حد ہو چکی ہے کہ اب تو کامل و مکمل لباس میں بھی چند مخصوص مقامات کھلے چھوڑ دیے جاتے ہیں اور قصداً ان جگہوں سے کپڑے کاٹ دیے جاتے ہیں تاکہ پہننے کے بعد وہاں سے قابلِ ستر اعضاء نظر آئیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب انسانیت جاہلیت کے اس دوسرے دور میں داخل ہو چکی ہے جس کی طرف اس

آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے، وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُن وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (سورۂ احزاب:۳۳) (اور اپنے گھروں میں سکونت اختیار کرو اور پہلی جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو)۔

جاہلیتِ اولیٰ (پہلی جاہلیت) سے معلوم ہو رہا ہے کہ جاہلیت اُخریٰ (دوسری جاہلیت) کا بھی دور آنے والا ہے۔

مذکورہ عریانیت اور بے حیائی کا معاشرے پر کس قدر برا اثر مرتب ہو رہا ہے وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے کہ زناکاری وبدکاری عام سے عام تر ہوتی جارہی ہے، لڑکے اور لڑکیاں بے راہ روی کا شکار ہوتے جارہے ہیں، شادی بیاہ کے بندھن سے آزاد و فرار ہو کر جانوروں اور حیوانوں کے مانند ناجائز طریقے پر اپنی جنسی خواہشات پوری کرنا چاہتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ستر پوشی انسان کی فطری طبیعت اور اس کی طبعی ضرورت ہے، لباس کا اصلی مقصد ستر پوشی ہے اور یہی اس کا عام جانوروں سے امتیاز ہے جیساکہ ارشاد باری تعالی ہے يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ (سورۂ اَحزاب:۲۶)"کہ اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرمگاہ کو چھپاتا ہے اور سببِ زینت بھی ہے، اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے"یعنی عملِ صالح کا،

شیطان کا انسان پر سب سے پہلا حملہ اسی راہ سے ہوا کہ اسکا لباس اتر وادیا اور آج بھی شیطان اپنے شاگردوں کے ذریعے جب انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو تہذیب و شائستگی کے نام پر سب سے پہلے اس کو برہنہ یا نیم برہنہ کرکے سڑکوں اور گلیوں اور چوراہوں پر کھڑا کر دیتا ہے، اور شیطان اور اس کے آلہ کار لوگوں نے جس کا نام آزادی وترقی رکھ دیا ہے، وہ ترقی و آزادی عورت کو شرم وحیا سے محروم کرکے منظر عام پر برہنہ

یا نیم برہنہ حالت میں لے آئے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

مذہبِ اسلام کی خصوصیت اور اس کا طرۂ امتیاز ہے کہ وہ برائی کے ساتھ ساتھ ان چیزوں سے بھی روکتا ہے جو برائی تک لے جانے والی ہوں مثلاً شریعتِ اسلام نے اگر زناکاری و بدکاری کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے تو ساتھ ہی ایسی چیزوں سے بھی روکا ہے جو زنا اور بدکاری کی طرف لے جانے والی ہوں۔

چنانچہ عریانیت و بے پردگی اور عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا زنا و بدکاری کا ذریعہ بن سکتا تھا تو اسلام نے عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم دیا تاکہ ان کا وجود اور ان کی شخصیت گھر کی چہار دیواری میں مستور ہے اور ان کے وجود و شخصیت پر کسی غیر محرم کی نظر ہی نہ پڑے، یہ عورتوں کے لیے پہلے درجے کا پردہ ہے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (سورہ احزاب۔ ۳۳) اور حدیث پاک میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لیسَ للنِّساءِ في الخُروجِ إلا مُضطرَّةً (اخرجہ الطبرانی ۱۳۸۷۱) کہ عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں مگر مجبوری کی حالت میں، اور مردوں کو اس بات کا پابند کیا کہ اگر ان کو عورتوں سے کوئی چیز مانگنے یا پوچھنے کی ضرورت ہو تو پردے کی آڑ سے پوچھیں اور مانگیں وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (سورۂ احزاب: ۵۳) (جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی یہی ہے)۔

اور اگر عورتوں کو کسی طبعی و شرعی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنے کی نوبت آجائے تو اسلام نے انہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ گھر سے شرعی پردے کے ساتھ نکلیں اس طرح کہ ان کا پورا جسم کسی لمبی چوڑی چادر سے ڈھکا چھپا رہے یہ عورتوں کے لئے دوسرے درجے کا پردہ ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل

لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (الاحزاب)

اور خوشبو بسا کر نہ نکلیں، معولی غیر جاذبِ نظر اور بے رونق کپڑوں میں نکلیں تاکہ ان کی طرف کسی کی نظر ہی نہ اٹھے جیسا کہ فرمانِ رسول ہے لا تمنَعوا إماءَ اللهِ مَساجِدَ اللهِ، ولكنْ ليَخرُجنَ وهنَّ تَفِلاتٌ (سننِ ابی داود ۵٦۵) کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو لیکن چاہیے کہ وہ معمولی کپڑوں میں نکلیں۔

راستے کے بیچ سے چلنے کے بجائے راستے کے کنارے سے چلیں ولیسَ لَهُنَّ منَ الطريقِ إلّاالحواشيَ (طبرانی ۱۳۸۷) کہ عورتوں کے چلنے کے لئے تو صرف راستے کے کنارے ہیں۔

اسلام قطعی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ عورت کے جسم پر کسی غیر محرم مرد کی نظر پڑے یا کوئی غیر محرم مرد اسکی آواز سنے یا اس کی خوشبو سونگھے۔

عورت جب تک گھر میں ہے، غیر محرموں سے دور ہے، اللہ سے قریب ہے، اس کی عزت ناموس محفوظ ہے اور جس وقت بلاضرورت شرعی و طبعی گھر سے باہر نکلی اللہ کی رحمت سے دور ہے اور اس کی عزت و ناموس خطرے میں ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے "المَرْاَةُ عَوْرَةٌ" کہ عورت تو پردے میں رہنے کی چیز ہے۔

شریعتِ اسلامیہ نے زناکاری سے بھی روکا ہے اور ایسی چیزوں سے بھی روکا ہے جو زنا و بدکاری کی طرف لے جانے والی ہوں، حتی کہ اس کو بھی زنا قرار دیا ہے کہ کوئی عورت تیز خوشبو لگا کر مردوں پر اس لئے گزرے کہ مرد اس کی خوشبو سونگھ لیں اور ایسی عورت کو بدکار کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے إِذَا اسْتَعْطَرَتْ الْمَرْأَةُ فَمَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوا رِيحَهَا فَهِيَ كَذَا وَكَذَا (سنن اَبي داود: ۴۱۷۳) کہ جب عورت نے خوشبو بسایا پھر لوگوں کے پاس سے گزری تاکہ لوگ اس کی خوشبو سونگھ لیں

تو وہ ایسی ہے ایسی ہے (یعنی زانیہ وبد کردار ہے) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پیروں کا زنا چل کر جانا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ (ترمذی:۱۱۷۳) کہ عورت چھپی ہوئی چیز ہے (یعنی قابلِ ستر اور پردے میں رہنے کی چیز) جب باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے۔ (یعنی گناہ میں مبتلا کرنے کی تدبیر سوچنے لگتا ہے)۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے "إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ، وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ "(مسلم:۱۴۰۳) کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی اور شیطان کی صورت میں واپس لوٹتی ہے یعنی اس کی اگاڑی پچھاڑی دونوں فتنہ انگیز و شہوت انگیز ہے اور نیز آپ نے فرمایا "اَلنِسّاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ "(الجامع الصغیر:۴۹۱۱) کہ عورتیں شیطان کا جال ہیں (جس سے وہ مردوں کا شکار کرتا ہے) اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ جو مرد نامحرم عورت پر نظر ڈالے اور جو عورت اپنے اوپر نامحرم مرد کی نظر پڑنے کی خواہش اور تمنا کرے اس پر خدا کی لعنت و پھٹکار ہے۔ اور شعب الایمان کی روایت میں ہے "لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ والْمَنْظُورَ إِلَيْهِ "(السنن الکبری:۷۷۹۹) کہ غیر محرم (عورت) کو دیکھنے والا اور غیر محرم (عورت) جس کو لوگ دیکھیں دونوں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے۔

خود دیندار لیکن گھر کا ماحول بے دین

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي رِجَالٌ يَرْكَبُونَ عَلَى

سُرُوجٍ كَأَشْبَاهِ الرِّحَالِ، يَنْزِلُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسَاجِدِ، نِسَاؤُهُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، عَلَى رُءُوسِهِنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخُتِ الْعِجَافِ اِلْعَنُوهُنَّ فَإِنَّهُنَّ مَلْعُونَاتٌ، لَوْ كَانَ وَرَاءَكُمْ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَمِ لَخَدَمَهُنَّ نِسَاؤُكُمْ، كَمَا خَدَمَكُمْ نِسَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ (مسند احمد:۷۰۸۳) کہ عنقریب میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہونگے جو اونٹوں کے کجاووں کے مانند زینوں پر سوار ہو کر مسجدوں کے دروازوں تک پہنچا کریں گے ان کی بیگمات لباس پہننے کے باوجود برہنہ و ننگی ہوں گی ان کے سروں پر لاغر بختی اونٹنی کے کوہان کی طرح بال ہوں گے ان پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ ملعون ہیں اگر تمہارے بعد کوئی اور امت ہوتی تو تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کی خدمت کرتیں جیساکہ امم سابقہ کی عورتیں تمہاری خادمائیں اور نوکرانیاں بنیں۔

دوسری حدیث میں ہے سَيَكُونُ فِي آخِرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ رِجَالٌ يَرْكَبُونَ عَلَى الْمَيَاثِرِ حَتَّى يَأْتُوا أَبْوَابَ مَسَاجِدِهِمْ نِسَاؤُهُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَات (مستدرک حاکم ۴/۴۳۶) کہ عنقریب اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہونگے جو بڑے ٹھاٹ باٹ سے نرم وملائم زین پوشوں پر بیٹھ کر مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے ان کی عورتیں ایسے کپڑے پہنیں گی کہ جس میں وہ ننگی نظر آئیں گی۔

اَشراطُ الساعۃ کے مصنف فرماتے ہیں کہ کجاؤں کے مانند زینوں اور گدیوں سے ممکن ہے کہ اشارہ ہو موجودہ زمانے میں مختلف قسم کی چھوٹی بڑی گاڑیوں میں پائی جانے والی لمبی، ملایم اور آرام دہ سیٹوں کی طرف جیساکہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مُتموِّل اور مالدار گھرانوں کے بڑے بزرگ لوگ کیسی کیسی عمدہ سائیکل اور گاڑیوں پر سوار ہو کر نمازِ پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کے لئے مسجدوں تک آتے ہیں لیکن انہیں کے گھر کی عورتیں اسکول وکالج کی تعلیم کی وجہ سے یا برے ماحول اور برے معاشرہ کی وجہ سے یا پھر مغرب ویورپ کی بری تہذیب وتمدن پر فریفتگی اور اسے پسند کرنے کی وجہ سے گھر

وباہر غیر شرعی غیر اسلامی لباس وغیر شرعی پردہ میں گھومتی پھرتی نظر آتی ہیں۔

قطع رحمی

قطع رحمی بھی عام ہوتی جارہی ہے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ رشتے دار ایک شہر، ایک گاؤں، پاس اور قریب قریب رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے احوال و کوائف سے بے خبر رہتے ہیں، مہینے اور سال گزر جاتے ہیں نہ زیارت ہے نہ ملاقات نہ ایک دوسرے کے احوال کا تَفَقُّد و خبر گیری، معمولی معمولی باتوں پر قطع تعلق کر لیتے ہیں جب کہ قرآن و حدیث میں رشتہ و ناطہ جوڑنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور توڑنے پر سخت وعید بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا یَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ (متفق علیہ) کہ قطع رحمی کرنے والا یعنی رشتہ ناطہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

نیز فرمایا "إِنَّ اللّٰه تَعَالٰى خَلَقَ الخَلْقَ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلَى، قال: فذٰلِكَ لَكِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ (وفي البخاري ثم قال ابو هريره): اقرؤوا إِنْ شِئْتُمْ: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ○ أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ" [محمد: ۲۲-۲۳] متفقٌ عَلَیہ۔ کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کیا یہاں تک کہ ان سے فراغت ہوئی تو رشتہ داری نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یہ مقام قطع رحمی سے پناہ مانگنے والے کا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہاں! کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ جو تجھے ملائے رکھے گا میں اسے ملاؤں گا (یعنی اپنی رحمت سے) اور جو تجھے قطع کرے گا میں بھی اس سے قطع تعلق کر لوں گا (یعنی اپنی رحمت سے کاٹ

دوں گا) رحم نے کہا کیوں نہیں میں راضی ہوں، اللہ تعالی نے فرمایا بس یہ تیرا حق ہے پھر حضور نے فرمایا، (یا ابو ہریرہ نے فرمایا) اگر اس کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ * أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ (سورۂ محمد ۲۳:۲۲) یعنی اگر تمہیں حکمرانی مل جائے تو تم زمین میں فساد اور قطع رحمی کرو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالی نے لعنت کی ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا کیا قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قُفل پڑے ہیں۔

پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی

یہی حال جار اور پڑوسیوں کا بھی ہے کہ اکثر لوگ پڑوسی اور حقوقِ پڑوسی کا پاس و لحاظ نہیں رکھتے عام طور سے پڑوسیوں کے تعلقات باہم خراب رہتے ہیں، ہر ایک دوسرے کی اذیت و بدسلوکی سے نالاں و شاکی رہتا ہے حالانکہ شریعتِ اسلامیہ میں پڑوسی کے حقوق پر بڑا زور دیا گیا ہے اور اپنے ضرر و تکلیف سے اپنے پڑوسی کو محفوظ رکھنے کی سخت تاکید کی گئی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ (بخاری:۶۰۱۸) کہ جو شخص خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور فرمایا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ۔ کہ جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک اور اچھا برتاؤ کرے۔ (مسلم:۴۸)

اور فرمایا: مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ (بخاری:۶۰۱۴) کہ جبرئیل مجھے حقوقِ پڑوسی کے متعلق تاکید فرماتے رہے یہاں تک

کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ اسے وارث بنا کر چھوڑیں گے، اور ایک موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہاں تک فرما دیا «وَاللّٰہِ لاَیُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لاَیُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لاَیُؤْمِنُ» قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الَّذِي لاَيَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ» (بخاری:٦٠١٦) کہ قسم اللہ کی مومن نہیں ہو سکتا قسم اللہ کی مؤمن نہیں ہو سکتا قسم اللہ کی مؤمن نہیں ہو سکتا پوچھا گیا کون؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا "وہ شخص جس کے فتنوں اور تکلیفوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے"۔ متفق علیہ۔

اور مسلم شریف کی روایت ہے لَایَدْخُلُ الجنةَ مَنْ لَایَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کا پڑوسی اس کے شر و فساد سے محفوظ نہ ہو۔

قرآن کریم میں حقوقُ اللہ حقوقِ والدین اور یتیموں اور مسکینوں کے حق کے بعد پڑوسیوں ہی کے حقوق بیان کئے گئے ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (النساء ایت ۳۶)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے ہوئے شخص اور راہگیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ رکھو۔

اور حدیث پاک میں ہے

خیْرُ الأَصْحابِ عِنْدَ اللهِ خیْرُھُم لِصاحِبِہ، وخیْرُ الجیرانِ عنْدَ اللهِ خیْرُھُم لِجارِہ (ترمذي:۱۹۴۴) کہ ساتھیوں میں سب سے بہتر ساتھی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے

پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : یاأباذَرٍّإذاطَبَخْتَ مَرَقَةً، فأكْثِرْ ماءَها، وتَعاهَدْ جِيرانَكَ (مسلم:۲۶۲۵) اے ابو ذر! جب شوربا بناؤ تو پانی بڑھا دیا کرو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔

سیاہ خضاب کرنا

قیامت کی ایک علامت بالوں کو کالا کرنا ہے یہ علامت بھی ظاہر ہو چکی ہے کہ بکثرت لوگ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو سیاہ کر رہے ہیں، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ، كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ » (سنن ابی داود ۴۲۱۲) کہ اخیر زمانہ میں لوگ سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگین کریں گے کبوتر کے پپوٹے (یعنی کبوتر کے سینے کی طرح بالکل سیاہ) ایسے لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے،

کبوتر کے سینے سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ کبوتر کا سینہ بالکل سیاہ ہوتا ہے اس لیے اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اشراط الساعۃ کے مصنف فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کحواصِل الحمام یعنی کبوتر کے سینوں سے مراد یہ ہو کہ ذَقَن (یعنی ٹھڈی) کے سوا سارے بال مونڈیں گے اور پھر ٹھڈی کے بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگین کریں گے پس وہ ٹھڈیاں کبوتر کے سینوں کی طرح نظر آئیں گی، عرب میں ایسی ڈاڑھیاں بکثرت دیکھنے کو ملتی ہیں اور ایسی داڑھی رکھنے کا وہاں بکثرت رواج ہے۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ

يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غَيِّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ» (مسلم:۲۱۰۲) کہ فتحِ مکہ کے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابو بکر کے والد ابو قحافہ کو پیش کیا گیا اس حال میں کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ درخت کی طرح بالکل سفید تھے تو آپ نے فرمایا اس سفیدی کو کسی چیز سے تبدیل کر دو لیکن سیاہ سے بچنا۔

ثغامہ: ایک سخت سفید قسم کی گھاس ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاری کی مخالفت میں بالوں کی سفیدی کو مہندی اور زرد رنگ کے ذریعہ تبدیل کرنے کو تو پسند فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے إِنَّ أَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ (ابن ماجہ:۳۶۲۲) کہ سب سے بہتر چیز جس سے تم بڑھاپے کو تبدیل کرو مہندی اور کتم ہے۔

لیکن ساتھ ساتھ "اِجْتَنِبُوا السَّوَادَ" کہہ کر سیاہ کرنے سے بچنے کا حکم دیا ہے، اس لئے تمام فقہا سیاہ خضاب استعمال کرنے کے مکروہ و مذموم ہونے پر متفق ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرحِ مسلم میں فرماتے ہیں وَيَحْرُمُ خِضَابُهُ بِالسَّوَادِ عَلَى الْأَصَحِّ وَقِيلَ يُكْرَهُ كَرَاهَةَ تَنْزِيهٍ وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِيمُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ (شرح مسلم: ج۱۴ / ص۸۰) کہ صحیح قول کے مطابق سیاہ رنگ سے بال کالا کرنا حرام ہے اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے لیکن مختار اور پسندیدہ قول کراہت تحریمی کا ہے رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کے قول اجتنبوا السواد کی وجہ سے کہ دیکھو کالے سے بچتے رہیو اور شرح مہذب میں ہے اِتَّفَقُوا عَلَى ذَمِّ خِضَابِ الرَّأْسِ أَوِ اللِّحْيَةِ بِالسَّوادِ۔ کہ سر اور داڑھی سیاہ کرنے کے مذموم و ناپسند ہونے پر سب کا اتفاق ہے، ہاں! البتہ دشمنانِ اسلام پر رُعب و خوف ڈالنے کی غرض سے مجاہدین اسلام کو اس کی اجازت و رخصت ہے اور جن صحابہ و تابعین اور علمائے دین

کے متعلق سیاہ خضاب کرنا منقول ہے وہ سب اسی قبیل اور اسی غرضِ حسن کے تحت تھا۔

کنجوسی عام ہو جائے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں : "إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَن يَظْهَرَ الشُّحُّ" (رواه الطبراني في الأوسط:۷۴۸)۔ کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ شُح یعنی شدتِ بخل جس کو کنجوسی کہا جاتا ہے بڑھ جائے گا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ (مسلم:۱۵۷) کہ زمانہ جلدی جلدی گزرنے لگے گا, علم آٹھ جائے گا, فتنے ظاہر ہوں گے اور دلوں میں کنجوسی ڈال دی جائے گی اور ہرج زیادہ ہو جائے گا یعنی قتل کی کثرت ہو گی۔

اور ابن ماجہ میں ہے لا يَزْدَادُ الأَمْرُ إِلا شِدَّةً ، وَلا الدُّنْيَا إِلا إِدْبَارًا ، وَلا النَّاسُ إِلا شُحًّا ، وَلا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلا عَلَى شِرَارِ النَّاسِ کہ معاملہ سخت تر ہوتا جائے گا, دنیا پسپائی ہی کہ طرف لوٹے گی اور لوگوں میں شح وکنجوسی بڑھتی ہی جائے گی اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہو گی۔(ابن ماجہ:۴۰۳۹)

کنجوسی انتہائی مذموم وقبیح خصلت ہے۔ اسلام اسے پسند نہیں کرتا, بخل وکنجوسی سے محفوظ لوگوں کو قرآن کامیاب قرار دیتا ہے۔ جیساکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۹ حشر) اور جو لوگ اپنے نفس کی بخالت سے بچالئے گئے پس یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخل وکنجوسی سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے جیساکہ مسلم شریف میں ہے حضرت

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اتَّقُوا الظُّلْمَ ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ ، وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ۔(مسلم:۲۵۷۸) کہ ظلم سے بچو کیوں کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ثابت ہونگے اور شدت بخل سے بچو کیونکہ شدت بخل ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا,اسی کنجوسی نے انہیں ناحق خون بہانے اور محارم کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔
لیکن اس کے باوجود آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق کس طرح یہ مرض تیزی کے ساتھ بڑھتا جارہاہے،مال وزر کی حرص ومحبت نے لوگوں کو کنجوس مکھی چوس بنادیاہے،اکثر مال دار اور سرمایہ دار اپنے مالوں اور خزانوں پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں راہِ خدا اور حقوقِ واجبہ میں مال خرچ کرتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے، جب کہ نام ونمود، شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر خوب خوب فیاضی دکھائی جاتی ہے اور پانی کی طرح پیسہ بہایا جاتا ہے۔

تجارت کی کثرت

علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت لوگوں میں تجارت کی کثرت اور بہتات ہے حتی کہ عورتیں بھی تجارتوں میں مردوں کے شانہ بشانہ ہوں گی جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمَ الْخَاصَّةِ، وَفُشُوَّ التِّجَارَةِ حَتَّى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ(مسند احمد:۳۸۷۰) کہ قیامت سے پہلے خاص خاص لوگوں کو سلام کرنا ہے یعنی سلام جان پہچان کی بنیاد پر ہو گا، اور تجارت خوب عام ہو گی یہاں تک کہ عورت بھی تجارت میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹائے گی (اور اس کی ساجھے دار

ہو گی)، اور نسائی شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَفْشُوَ الْمَالُ وَيَكْثُرَ، وَتَفْشُوَ التِّجَارَةُ، وَيَظْهَرَ الْعِلْمُ (نسائی:۴۴۵۶) کہ یقیناً قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ مال کی خوب فراوانی ہو گی اور تجارت خوب عام ہو جائے گی اور علم وتحقیقات کا ظہور ہو گا۔

یہ علامت بھی ظاہر ہو چکی ہے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بکثرت کیسی کیسی چیزوں کی تجارت شروع ہو چکی ہے اور تجارت کے کیسے کیسے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں جو احاطۂ تحریر میں نہیں لائے جاسکتے، تجارت کو اس قدر فروغ و عروج حاصل ہو چکا ہے کہ لوگ گھر بیٹھے بیٹھے موبائل انٹرنیٹ اور آن لائن ذرائع سے ہر قسم کی تجارت کر لیتے ہیں, خواتین بھی شعبۂ تجارت میں خوب پیش پیش ہیں، ہر قسم کی تجارت میں عورتوں کی شراکت اور ان کے تعاون کو ضروری سمجھا جاتا ہے گویا کہ ان کی شرکت کے بغیر کوئی تجارت نہ چلے گی۔

اب جب کہ تجارت کی کثرت ہے تو اس کے سبب مال و دولت کے کثیر و زیادہ ہونے کی بھی پیشن گوئی پوری ہو رہی ہے، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ لوگوں میں کس قدر مال وزر زیادہ ہو گیا ہے اور اس امت کے حق میں رسول اللہ علیہ وسلم کا جو خدشہ تھا وہ بھی ظاہر ہو رہا ہے وہ خدشہ یہ تھا کہ کہیں میری امت پر دنیاوی مال و دولت کی فراوانی نہ کر دی جائے اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی بیماری میں مبتلا ہوں اور پھر یہ بیماری امم سابقہ کی طرح انکی دنیوی و اخروی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ بن جائے جیسا کہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ » (بخاری:۴۰۱۵) کہ قسم بخدا مجھے تم پر فقر کا اندیشہ نہیں ہے لیکن میں تو تم پر اس بات سے ڈرتا ہوں کہ

تم پر دنیا اس طرح وسیع کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی پس دنیاوی امور میں تم بھی ویسی ہی رَسّہ کشی شروع کر دو جس طرح کہ پہلے لوگوں نے کی تھی اور یہ چیز تمہیں بھی ہلاک و برباد کرے جس طرح ان کو کیا تھا یا تمہیں آخرت سے غافل کر دے جس طرح ان کو غافل کیا تھا جیسا کہ مسلم شریف میں وَتُلْهِيكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس قدر آپس میں دنیا پر تنافس اور مسابقت جاری ہے، ہر ایک دنیاوی امور میں دوسرے کو پچھاڑنے اور پیچھے چھوڑنے کی تگ و دو میں ہے، جس کے سبب طرح طرح کی مصیبتوں و مشقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس کی وجہ سے حسد، نفرت، انتشار، اختلاف اور عداوت، و دشمنی جیسی مہلک بیماریاں امّت میں پیدا ہو رہی ہیں جنہوں نے دین و دنیا دونوں تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

زلزلوں کی کثرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقومُ الساعةُ حتی الی ان قال... وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ (بخاری:۱۲۱۷) کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ بکثرت زلزلے آئیں گے, سلمہ بن نفیل سکونی کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا وَبَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مُوتَانٌ شَدِيدٌ، وَبَعْدَهُ سَنَوَاتُ الزَّلَازِلِ" (رواہ ابن حبان: ٦٧٧٧) کہ قیامت سے پہلے شدید موتیں واقع ہوں گی اور اس کے بعد زلزلوں کے سال ہوں گے۔

زمین کے طول و عرض میں بہت سے شہروں کے اندر بکثرت زلزلے آچکے ہیں، ممکن ہے کہ آئندہ اس میں مزید اضافہ ہو اور پوری دنیا بتسلسل و پے در پے زلزلوں سے

ہتاہت و متاثر ہو۔

خسف و مسخ اور آسمان سے پتھروں کی بارش

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (يَكُونُ فِي آخِرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِذَا ظَهَرَ الْخُبْثُ)(ترمذی:۲۱۸۵) کہ اس امت کے آخری دور میں زمین دھنسے گی، صورتیں مسخ ہوں گی اور آسمان سے پتھر برسے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہوں گے جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں جب خُبث یعنی برائی غالب آجائے گی۔

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَسْخٌ، وَخَسْفٌ، وَقَذْفٌ کہ قیامت سے پہلے لوگوں کی صورتیں مسخ ہوں گی زمین دھنسے گی اور آسمان سے پتھر کی بارش ہوگی (ابن ماجہ:۴۰۵۹) اور مسند أبي شيبة میں ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُخْسَفَ بِقَبَائِلَ، حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَنْ بَقِيَ مِنْ آلِ فُلَانٍ؟ (أبي شيبة:۷۳۹) کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ قبائل کے قبائل زمین میں دھنسا دیے جائیں گے حتی کہ پوچھنے والے پوچھیں گے کہ فلاں خاندان کا کوئی فرد بچا بھی یا نہیں؟

اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس امت میں خسف، مسخ، اور قذف ہو گا پس مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کب ہو گا تو آپ نے ارشاد فرمایا إذا ظهرتِ

المعازفُ و کثُرتِ القِیانُ ، وشُرِبت الخُمورُ(ترمذی) کہ جب گانے بجانے کے آلات اور گانے بجانے والیاں ظاہر ہو جائیں اور بکثرت شراب پی جانے لگے۔

اورِ ابن ماجہ کی روایت ہے ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر شراب پیئیں گے يُعْزَفُ عَلَى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ، جن کے سروں پر طبلہ وسارنگی بجائی جائے گی (یعنی شراب پی کر ناچ گانوں میں مست ہوں گے) يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ اللہ تعالی انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان کو بندر و خنزیر بنا دے گا (ابن ماجہ / ۴۰۲۰) اور طبرانی کی روایت میں ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا «لَيَبِيتَنَّ أَقْوَامٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى أَكْلٍ وَلَهْوٍ وَلَعِبٍ، ثُمَّ لَيُصْبِحُنَّ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ » کہ میری امت کی ایک جماعت (حرام) کھانے پینے اور (خلافِ شرع) کھیل کود، موج مستی پر رات گزارے گی پھر صبح کرے گی بندر خنزیر کی شکل میں یعنی صورت مسخ کر دی جائے گی۔

اس امت کے فرقۂ قدریہ یعنی جو تقدیر کا انکار کرتے ہوں اور فرقۂ زنادقہ پر بھی فسادِ اعتقاد کی وجہ سے خسف، مسخ کا عذاب نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ مسند احمد میں ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا اِنَّہٗ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ و قَذْفٌ وهُوَ فِيْ زِنْدِيْقِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ کہ عنقریب میری امت میں زمین دھنسنے اور آسمان سے پتھر برسنے کا عذاب نازل ہو گا اور یہ زندیقیوں اور قدریوں میں ہو گا اور ترمذی شریف میں ہے يَكُونُ فِي هَذِهِ الأُمَّةِ أَوْفِي أُمَّتِي، الشَّكُّ مِنْهُ، خَسْفٌ أَوْمَسْخٌ أَوْقَذْفٌ فِي أَهْلِ القَدَرِ. کہ عنقریب میری امت کے فرقۂ قدریہ میں خسف یا مسخ یا قذف ہو گا(۲۱۵۲)

خسف، مسخ اور پتھروں کی بارش یہ تمام چیزیں اللہ کی طرف سے بندوں کے لیے وارننگ اور تنبیہ ہیں اور عاصی و نافرمان لوگوں کے لیے عذاب ہیں، تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور بارگاہِ خداوندی کی طرف رجوع و انابت اختیار کریں اور یقین کر لیں کہ قیامت قریب آچکی ہے اور اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔

خسف، مسخ اور زلزلے وغیرہ انسانوں کے کرتوت کا نتیجہ ہیں

خسف ہو یا مسخ، سرخ آندھی ہو یا زلزلہ، آسمان سے پتھروں کی بارش ہو یا کہ دیگر مصائب و بلیلات در حقیقت یہ سب خود حضرت انسان کے کرتوتوں کا نتیجہ اور ان کے سیاہ کارناموں کا ثمرہ ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سورۃ روم /۴۱)

لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اُس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا، تاکہ انہوں نے جو کام کئے ہیں لله اُن میں سے کچھ کا مزہ اُنہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔ وقال الله تعالی وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ (سورۂ نساء:۷۹)
اور تمہیں جو کچھ برائی پہنچتی ہے تو وہ تمہاری ہی وجہ سے پہنچتی ہے۔

اور حدیثِ رسول میں بصراحت اس کی پیشین گوئی موجود ہے کہ جب فلاں فلاں برے کام پائے جانے لگیں تو فلاں فلاں عذاب کا انتظار کرو، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلاً وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَأَدْنَى صَدِيقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ وَظَهَرَتِ الأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ وَأُكْرِمَ

الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ کہ جب مال غنیمت کو (گھر کی) دولت سمجھا جانے لگے اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے اور زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور (دینی) تعلیم دنیا کے لئے حاصل کی جائے اور انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کو ستائے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے، مسجدوں میں (دنیا کی باتوں کا) شور ہونے لگے، قبیلہ و خاندان کے سردار بد دین لوگ بن جائیں، کمینے قوم کے ذمہ دار ہو جائیں، انسان کی عزت اس لئے کی جائے تاکہ وہ شرارت نہ پھیلائے، گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہو جائے، شرابیں پی جانے لگیں، اور بعد میں آنے والے لوگ امت کے پچھلے (نیک) لوگوں پر (یعنی صحابہ و تابعین وغیرہ پر) لعنت کرنے لگیں تو اس زمانے میں سرخ آندھی اور زلزلوں کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو اوران عذابوں کے ساتھ دوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے بہ پے دانے گرنے لگیں (ترمذی:۲۲۱۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں اتنی اور زیادتی ہے کہ (مرد) ریشمی لباس پہننے لگیں۔

حدیث مذکور انتہائی اہم حدیث ہے، اس کا ہر ہر جملہ قابلِ غور و قابلِ توجہ ہے چنانچہ جن امور کی حدیثِ ہذا میں پیشین گوئی کی گئی ہے آج وہ حرف بحرف صادق آرہی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کی موجودہ زمانہ کے تناظر میں اس حدیث کے ہر ہر جز کی علیحدہ علیحدہ تشریح پیش کر دی جائے تاکہ امتِ مسلمہ اپنے آپ کو ان بداعمالیوں

سے بچائے جن کی سزا ایسے ایسے سخت عذاب ہیں جن کا ذکر حدیث مذکور میں ہوا۔ اعاذنا اللہ منہا

۱) إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلاً (جب غنیمت کا مال گھر کی دولت سمجھا جانے لگے) اس کی شرح کرتے ہوئے صاحبِ لمعات فرماتے ہیں کہ سرمایہ دار اور عہدہ دار غنیمت کے مال کو جو عام مسلمانوں اور فقراء و مساکین کا حق ہوتا ہے آپس میں بانٹ کھائیں اور مستحقین کو دینے کے بجائے فقراء کا حق خود ہی دبا بیٹھیں، حدیث شریف میں مالِ غنیمت کو بطور مثال کے ذکر کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ دنیا کے بااثر اور سرمایہ دار لوگ فقراء کے حقوق خود ہی ہضم کرنے لگیں گے جیسا کہ آج ہم اوقاف (وقف شدہ چیزوں) کے بارے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ بعض مساجد کے متولی اور مدارس کے بعض مہتمم وذمہ داران اور دیگر اوقاف کے منتظم حضرات مستحقین کو محروم رکھتے ہیں اور رجسٹر میں غلط سلط حساب لکھ کر رقم خود ہی دبا لیتے ہیں اور اب تو یہ رواج بہت ہی تیزی سے چل پڑا ہے کہ محض اپنی ذاتی اور دنیوی غرض کے لیے مدارس کھولے جاتے ہیں اور قرآن وحدیث کی خدمت کے نام پر چندہ جمع کر کے عیش پرستی کی جاتی ہے یہ کوئی فرضی افسانہ نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے شاید ہی کوئی فرد ناواقف ہو۔

۲) وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا (اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے) یعنی جب کوئی شخص امانت کا مال رکھ دے تو اس میں خیانت کرتے ہوئے ذرا بھی پس و پیش نہ کی جائے اور اسے بالکل اس طرح خرچ کیا جائے جیسے اپنا ہی مال ہو اور میدانِ جہاد سے بطور غنیمت ملا ہو یا باپ دادا کی میراث سے ہاتھ لگا ہو۔

۳) وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا (اور زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے) یعنی زکوۃ دینا نفس پر ایسا گراں اور ناگوار ہو گا جیسے خواہ مخواہ کسی چیز کا تاوان یعنی ڈنڈ دینا پڑ جائے اور بغیر کسی

ضرورت کے مال خرچ کرنا پڑے، ہمارے زمانہ میں زکوۃ کے بارے میں یہی ہو رہا ہے کہ سرمایہ داروں میں زکوۃ دینے والے بہت ہی کم ہیں اور دینے والوں میں بھی خوشدلی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے تو بہت ہی کم ہیں۔

۴)وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ (اور دینی تعلیم غیرِ دین یعنی دنیا کے لئے حاصل کی جائے) آج کل علماء اور حافظوں کا یہی حال ہے کہ دنیاوی جاہ و حشمت، دولت و ثروت، ملازمت اور اقتدار کی خاطر پڑھتے ہیں، چند کوڑیاں ملنے لگیں تو وعظ بھی فرما دیں، اور قرآن بھی سکھا دیں، تجوید کی مشق بھی کرا دیں، امامت بھی کر لیں، اس کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے پانچوں وقت مصلّے پر بھی نظر آئیں اور اگر ملازمت باقی نہ رہے تو اللہ کے لیے ایک گھنٹہ بھی قرآن و حدیث کا درس دینے کو تیار نہ ہوں اور امامت جاتی رہے تو جماعت تو کیا پورا وقت گزر جائے مگر نماز ہی نہ پڑھیں۔

۵)وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ (اور انسان بیوی اور جورو کی اطاعت کرے اور ماں کو ستائے) یعنی بیوی کی ہر جائز اور ناجائز خواہش پوری کرے اور ماں کی خدمت کے بجائے اسے تکلیف پہنچائے، اس کے آرام و راحت کا خیال نہ کرے، اس کا کہنا نہ مانے، موجودہ دور میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

٦)وَأَدْنَى صَدِيقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ (اور اپنے دوستوں کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے) یعنی دوست کی قدر و منزلت تو دل میں ہو مگر باپ کی خدمت اور دلداری کا خیال نہ ہو باپ کی بات پر دوست کی فہمائش و فرمائش مقدم ہو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں وبرَّ صَدِيقَهُ وَجَفَا اَبَاهُ (کہ دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے اور باپ پر ظلم کرے) جیسا کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے ایسے واقعات دیکھ رہے ہیں کہ لوگ ماں باپ کی خدمت سے بہت ہی غافل ہیں، حالانکہ احادیث میں رزق کی وسعت اور عمر بڑھنے کے لیے ماں باپ اور رشتے داروں کے ساتھ حسن

سلوک کرنے کو ارشاد فرمایا گیا ہے، بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالی جس گناہ کو چاہتے ہیں معاف فرمادیتے ہیں لیکن والدین کے ستانے کی سزا مرنے سے پہلے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔

۷)وَظَهَرَتِ الأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ (اور مسجدوں میں شور ہونے لگے) یعنی مسجدوں کا ادب واحترام دل سے رخصت ہو جائے اور شور وشغب، چیخ وپکار سے مسجد یں گونج اٹھا کریں، عموماً آج کل مساجد کے ساتھ مسلمانوں کا یہی سلوک وبرتاؤ ہے۔

۸)وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ (بددین خاندان کے سردار اور کمینے قوم کے ذمہ دار بن جائیں) بالکل یہی آجکل ہو رہا ہے کہ دیندار اور متقی انسان کو خاندان کی باگ ڈور نہیں سونپی جاتی بلکہ بددین لوگ خاندان کے سردار اور بڑے سمجھے جاتے ہیں، جب کوئی جماعت یا پارٹی بنتی ہے تو گو اس کے اغراض ومقاصد محض دینی اور اسلامی بنائے جاتے ہوں اور نام بھی خالص مذہبی ہو مگر اس کا صدر و سیکریٹری ایسے شخص کو چنا جاتا ہے جس میں دینداری اور پرہیزگاری، خداترسی، رحم، زہد، دیانت، امانت وغیرہ صفاتِ حَسَنَہ نام کو بھی نہ ہوں۔

۹)وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ (اور انسان کی عزت اس لئے کی جائے کہ وہ شرارت نہ پھیلائے) یعنی ادب واحترام تعظیم وتکریم دل میں تو نہ ہو لیکن ظاہری طور پر اس لیے تعظیم سے پیش آنے کا رواج ہو جائے کہ اگر فلاں شخص کو آداب اور سلام عرض نہ کریں تو کوئی شرارت پھیلا دے گا اور اپنے اقتدار اور روپئے پیسے کے غرور میں نہ جانے کس وقت کون سی مصیبت کھڑی کر دے گا، اس وقت ہو بہو ایسا ہی ہو رہا ہے کہ جن کے سامنے عزت کی جاتی ہے پیٹھ پیچھے ان پر گالیوں کی بوچھار کی جاتی ہیں، شریروں کے ہاتھ میں اقتدار آنے اور مال ودولت ان کے پاس ہونے اور عوام کے اس قدر گر جانے کے باعث کہ کسی بااقتدار شخص کو شریر سمجھتے ہوئے بھی برائیوں سے

روکنے اور اس کے سامنے حق کہنے کے بجائے عزت سے پیش آنے لگیں۔

۱۰)وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ (گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان رائج ہو جائیں) جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ جہاں کچھ پیسے پاس ہو جاتے ہیں یا معقول ملازمت مل جاتی ہے تو سب سے پہلے لہو و لعب اور گانے بجانے کا سامان خرید نا ہی ضروری سمجھا جاتا ہے، گھر میں گراموفون، اَنڈرائیڈ (**Android**) فون اور ٹیلی ویژن کا ہونا ترقی کا معیار اور آسودگی کی علامت بن چکا ہے، بیاہ شادی اور دوسری تقریبوں میں باجے اور گانے کا انتظام نہ ہو تو اس تقریب کو بدمزہ اور پھیکا سمجھا جاتا ہے بزرگوں کے مزارات پر عرس کے نام سے اجتماع ہوتا ہے اور گانے بجانے کا سامان مہیا کر کے تفریح اڑائی جاتی ہے، طوائف کے ناچ گانے میں مشغول ہو کر نماز کی بھی فرصت نہیں ہوتی، جن بزرگوں کی زندگیاں خلافِ شرع چیزوں کو مٹانے کے لیے وقف تھیں ان کے مزارات کھیل تماشوں، ناچ اور گانوں کے اڈے بنے ہوئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں الغناءُ ينبت النفاقَ في القلبِ؛ كما ينبت الماءُ الزرعَ (بیہقی:۵۱۰۰) کہ گانا دل میں نفاق کو ایسا پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہادی بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کا سامان اور اور بت اور صلیب (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کی چیزوں کو مٹادوں (رواہ احمد)

آجکل گانا بجانا زندگی کا اہم جز بنا ہوا ہے اور ازدواجی زندگی کا معیار بھی اس قدر بدل گیا کہ شوہر اور بیوی کے انتخاب کے لئے دیندار اور خداترس ہونا نہیں دیکھا جاتا بلکہ مرد نازنین رقّاصہ اور ہیروئن واداکارہ ڈھونڈتا ہے اور جبکہ عورتوں کو فلمی ایکٹر ہیرو واداکار درکار ہوتا ہے، مال وزر کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت کو خاک

میں ملا کر ناچ گانوں کے اسٹیج پر آرہی ہیں، کمپنی کے ایجنٹ اور دلال بہلا پھسلا کر انہیں تباہ وبرباد کرتے ہیں ایک ایکٹر اور اداکارہ اپنے حسن کے جنون میں ہر وہ حرکت کر گزر جاتی ہے جو نہ کرنی چاہیے تھی، جب پوسٹروں اور اخباروں میں ان کا تعارف کرایا جاتا ہے اور اس کے رقص کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کا دل اور بڑھتا ہے اور بے حیائی کے اور زیادہ مراتب طے کرتی چلی جاتی ہے، ضرورتِ زمانہ کو دیکھ کر اب تو بعض اسکولوں میں بھی رقص و سرود اور ناچ کی باقاعدہ تعلیم دیجاتی ہے، اور مزید تعجب یہ ہے کہ جو ملک اسلامی اسٹیٹ اور اسلامی ریاست کہلاتے ہیں وہاں بھی گانے بجانے، لہو ولعب کے آلات، ٹھیٹر سنیما پر کوئی پابندی نہیں۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وظهرت القينات والمَعازف کا جملہ ارشاد فرمایا ہوگا اس وقت اس کا وہ تفصیلی نقشہ حضرات صحابہ کے سامنے نہ آیا ہوگا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں، قربان جائے اس ہادی ورہنما کے جس نے چودہ سو برس پہلے انسانوں کی موجودہ خرابیوں سے باخبر فرمایا تھا۔

۱۱) وَشُرِبَتِ الْخُمُور (اور شرابیں پی جانے لگیں گی) اسکی تشریح کی ضرورت نہیں، سب جانتے ہیں کہ عموماً شراب پی جاتی ہے حتیٰ کہ ممالک اسلامیہ میں بھی اس کا اسی طرح رواج ہے جس طرح غیر اسلامی ملکوں میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

۱۲) وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا (اور بعد میں آنے والے لوگ امت کے پچھلے یعنی نیک لوگوں پر لعنت کرنے لگیں) یہ پیشین گوئی بھی اس وقت کے مسلمانوں پر صادق آرہی ہے حتیٰ کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دورِ حاضر کے مسلمان کہلانے والوں کی تنقید سے محفوظ نہیں۔

ایک بڑی امید افزا اور تسلی بخش حدیث

آں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے أمتي هذه أمةٌ مرحومةٌ ، ليس عليها عذابٌ في الآخرةِ ، عذابُها في الدُّنيا ، الفتنُ ، والزلازلُ ، والقتلُ (سنن ابی داود: ۴۲۷۸) کہ میری یہ امت، امت مرحومہ ہے (جس کی تفصیل یہ ہے) کہ آخرت میں اس پر کوئی خاص عذاب نہ ہوگا (تھوڑا بہت ہوا تو ہوا) اس کا عذاب تو دنیا میں فتنوں، زلزلوں اور قتل کی شکل میں ہے یعنی دنیا میں جو فتنے آئیں گے اور گناہ نافرمانی کی وجہ سے جو آسمانی اور زمینی آفتیں و مصیبتیں پائی جائیں گی مثلا زلزلے، قحط سالی اور قتل و غارت گری وغیرہ بس یہی چیزیں اس امت کے لیے کفارہ بن جائیں گی ، آخرت میں اس امت کو ان شاء اللہ کوئی خاص عذاب و سزا نہ ہو گا۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اس امت کو جو یہ شرف اور فضل حاصل ہوا ہے وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و فیض سے حاصل ہوا ہے جیسا کہ اس پر حدیث کا یہ ٹکڑا اُمّتِيْ هٰذِہٖ (کہ میری یہ امت) بصراحت دلالت کرتا ہے۔

نیکوں کی قلت اور بروں کی کثرت

قیامت کی ایک علامت صالحین اور نیک لوگوں کی قلت اور شریر و برے لوگوں کی کثرت ہے، نیک لوگ روز بروز کم ہوتے جائیں گے اور برے لوگ بڑھتے جائیں گے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ نیک لوگ بالکل ہی ختم ہو جائیں گے صرف برے ہی برے لوگ بچیں گے اور انھیں پر قیامت برپا ہو گی۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَأْخُذَ اللَّهُ شَرِيطَتَهُ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ ، فَيَبْقَى

عَجَاجٌ لا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا ، وَلا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا (مسند احمد: ۶۹۶۴)
کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ اللہ رب العزت اہلِ زمین میں سے اپنے نیک اور دیندار بندوں کو اٹھالیں گے, زمین میں صرف رذیل و شریر لوگ رہ جائیں گے جو نہ کوئی نیکی و بھلائی جانیں گے اور نہ کسی برائی کو برا سمجھیں گے اور سننِ ابی داود کی روایت میں ہے "يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ زَمَانٌ يُغَرْبَلُ النَّاسُ فِيهِ غَرْبَلَةً، تَبْقَى حُثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ، قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ "(۴۳۴۲) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں لوگ چھان دیئے جائیں گے، لوگوں میں سے صرف چوکر اور بھوسی بچیں گے یعنی بالکل رذیل و ذلیل اور ناکارہ قسم کے لوگ رہ جائیں گے جن کے نزدیک عہد وپیمان کی کوئی حیثیت نہ ہو گی ، اور بخاری شریف میں ہے يذْهَبُ الصَّالِحُونَ الأَوَّلُ فالأَولُ، وتَبْقَى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيرِ أَوْ التَّمْرِ ، لاَ يُبالِيهِمُ اللهُ بالَةً (بخاری:۶۴۳۴) کہ نیک لوگ یکے بعد دیگرے ختم ہوتے جائیں گے اور بے کار لوگ رہ جائیں گے جیسے ردّی جَوْ یا کھجور کا کوڑا رہ جاتا ہے خدا ان کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرے گا۔ اور ایک روایت میں ہے إِذَا تَقَارَبَ الزَّمَانُ اِنْتَقَىٰ الموتُ خِيَارَ أُمتِي كَمَا يَنْتَقِي أَحَدُكم خِيَارَ الرُّطَبِ مِنَ الطَّبَقِ (رواه الرامهرمزي ۳۸۵۰۶) کہ جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو موت میری امت کے نیک لوگوں کو ایسے چن لے گی جیسے تم میں کا ایک شخص طبق سے عمدہ کھجوریں چن لیتا ہے ، اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ ۔(ترمذی:۲۲۰۹) کہ قیامت اس وقت تک برپا نہ ہو گی جب تک دنیا کا سب سے زیادہ حصہ ایسے شخص کو نہ مل جائے جو خود بھی کمینہ ہو گا اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو گا اور ترمذی شریف کی ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس

وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے امام یعنی بادشاہ کو نہ قتل کر دو اور تلوار لے کر آپس میں نہ لڑو اور دنیا کے وارث شریر لوگ نہ بن جائیں۔

سلام جان پہچان کی بنیاد پر کرنا

قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ لوگ صرف جان پہچان کی بنیاد پر سلام کیا کریں گے جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ إِذَا كَانَتِ التَّحِيَّةُ عَلَى الْمَعْرِفَةِ ۔(رواه أحمد:٣٦٦٤)، و في رواية : أن يُسَلِّمَ الرَّجُلُ على الرجلِ لا يُسَلِّمُ عليه إلا لِلْمَعْرِفةِ" (رواہ احمد:۳۸۴۸) کہ بیشک قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ آدمی آدمی کو صرف جان پہچان کی بنیاد پر سلام کرے گا اور دوسری روایت میں ہے۔"إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمَ الْخَاصَّةِ" کہ قیامت سے پہلے صرف خاص خاص لوگوں کو سلام کیا جانا ہے۔(مسند احمد:۳۸۷۰)

آج ہم اس علامت کا اچھی طرح مشاہدہ کر رہے ہیں کہ بکثرت لوگ صرف جان پہچان اور رشتہ و ناطہ کی بنیاد پر سلام کرتے ہیں جبکہ یہ خلاف سنت ہے سنت طریقہ یہ ہے کہ سلام ایمان و اسلام کی بنیاد پر ہونا چاہئیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ " (مسلم:۵۴) کہ آپس میں سلام کا خوب رواج ڈالو۔ اور فرمایا "وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ "(بخاری:۱۲) کہ جسے پہچانتے ہو اسے بھی سلام کرو اور جسے نہیں پہچانتے اسے بھی۔

سلام کے متعلق کچھ باتیں

سلام، اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، دنیا و آخرت دونوں جگہ اہلِ اسلام و

اہلِ جنت کا تحیّہ ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ کہ جنت میں ان کا آپسی تحیہ ٔسلام ہو گا۔

آپس میں اس کا بکثرت رواج اس امت کے خصائص اور اس کے شعائر میں سے ہے۔

حقوقِ مسلم میں سے ایک حق ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ إذاغابَ أو شهِدَ (نسائی:۱۹۳۸) کہ ایک مؤمن کے دوسرے مومن پر چھ حقوق ہیں، جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، جب انتقال کر جائے تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت کرے، دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے، جب اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے، چھینک آئے (اور وہ الحمد للہ کہے) تو اس کی چھینک کا جواب (یرحمك اللہ سے) دے، سامنے اور پیٹھ پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے۔

سلام کرنے والا سلام کر کے اپنے بھائی کو سلامتی کی دعا دینے کے ساتھ اسے اپنی طرف سے بے خوف و بے ضرر ہونے کا اطمینان دلاتا ہے۔

سلام کرنا اسلام اور ایمان کے اچھا و عمدہ ہونے کی علامت ہے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا أيُّ الإسلامِ خيرٌ؟ قالَ: تُطعِمُ الطَّعامَ، وتُقرئُ السَّلامَ على من عرَفتَ ومن لَم تعرف (متفق علیہ، ب:۱۲) کہ سب سے اچھا اسلام کونسا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو لوگوں کو کھانا کھلائے اور جسے پہچانتا ہے اسے بھی سلام کرے اور جسے نہیں پہچانتا اسے بھی۔

سلام میں ابتدا و پہل کرنا اللہ کے قرب و نزدیکی کا ذریعہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إنَّ أَوْلَى النّاسِ بِاللهِ مَنْ بَدَأَهُم بِالسَّلامِ (سنن

ابی داود:۵۱۹۷) کہ اللہ کے سب سے قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔

سلام میں پہل کرنا کبر و تکبر کا بہترین علاج ہے جیسا کہ فرمانِ رسول ہے اَلْبَادِيُ بِالسَّلَامِ بَرِيٌّ مِنَ الكِبَرِ (رواہ البیہقی / مشکوۃ ۴۶۶۲) کہ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے، سلام کرنا آپس میں محبت پیدا کرنے کا نبوی نسخہ ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایالا تَدْخُلُونَ الجَنَّةَ حتّی تُؤْمِنُوا، ولا تُؤْمِنُوا حتّی تَحابُّوا، أوَلا أدُلُّكُمْ على شيءٍإذافعَلْتُمُوهُ تَحابَبْتُمْ؟أفْشُوا السَّلامَ بيْنَكُم (مسلم:۵۴) کہ تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جب تم کرو تو آپس میں محبت کرنے لگ جاؤ، وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

سلام کرنا اگرچہ سنت ہے لیکن اس کا جواب دینا واجب ہے۔

سلام کا جواب سلام سے بہتر دینا افضل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ (النساء:۸۶) کہ جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر انداز میں جواب دو یا کم از کم اسی کو لوٹا دو۔

اور سلام پر سلام کا جواب جتنا بہتر ہو گا اسی قدر نیکی و ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا، چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے انہوں نے کہا السلام علیکم آپ نے ان کو جواب دیا اور فرمایا عَشَرٌ (دس نیکی) دوسرے شخص آئے انہوں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے ان کو جواب دے کر فرمایا عِشْرُوْن (بیس) پھر ایک تیسرے صاحب آئے انہوں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے ان کو جواب دیا اور فرمایا ثَلاثُوْنَ (تیس) (سنن أبی داود:۵۱۹۵) یعنی جس نے صرف السلام علیکم کہا اس کے لئے دس حسنات کا

ثواب ، جس نے سلام میں ورحمتہ اللہ کا اضافہ کیا اس کے لئے (بیس) حسنات اور جنہوں نے وبرکاتہ بھی کہا تو ان کے لئے تیس حسنات ، ہر کلمہ کے بدلے میں دس نیکیوں کا اضافہ۔

سلام کا ضابطہ یہ ہے يُسلِّمُ الراكبُ علَى الْماشِي، وفي روايةٍ: يُسلِّمُ الصغيرُ علَى الكبيْرِ وَالمَاشِي على القاعدِ، والقليلُ على الكثيرِ (متفق علیہ) کہ سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو والصغیر علي الكبير اور چھوٹے کو چاہیے کہ وہ اپنے بڑے کو سلام کرے اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو ،یعنی جو کسی اعتبار سے بھی مفضول ہو اس کو چاہیے کی افضل کو سلام کرنے میں پہل کرے۔

آنے والی جماعت میں سے ایک شخص کا سلام پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے اور جس جماعت کو سلام کیا گیا ہو اس میں سے ایک فرد کا جواب پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے، جیساکہ حدیث شریف میں ہے يُجزى عَنْ الجماعةِ إذا مَرُّوا أن يُسلِّمَ أحدُهم ،ويُجزى عنِ الجلوسِ أن يَرُدَّ أحدُهم .أخرجه أبو داود (۵۲۱۰) کہ جب کچھ لوگ گزر رہے ہوں تو اس میں سے کسی ایک کا سلام کرنا ان سب کی طرف سے کافی ہو گا اسی طرح وہ لوگ جو بیٹھے ہیں ان میں سے کسی ایک کا جواب دینا سب کی طرف سے کفایت کرنے والا ہے۔

غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنا چاہیے اور اگر وہ السلام علیکم کے ذریعے سلام کریں تو جواب میں صرف علیکم پر اکتفا کرنا چاہیئے، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے إذا سَلَّمَ علَيْكُم أهلُ الكِتابِ فَقُولُوا: وَعَلَيْكُم (متفق علیہ) کہ جب تمہیں اہلِ کتاب سلام کریں تو تم اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہو، (یا پھر جواب میں ھداك اللہ کہ دے)۔

اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے سلام پہنچائے تو پہنچانے والے پر سلام بھیجا جائے اور جس کی طرف سے پہنچایا جارہا ہے اس پر بھی یعنی اس طرح سے جواب دے: علیكَ وعلٰي فُلانٍ اَلسَّلامُ، یاعلیکَ وعلیهِ السلامُ، یاعَلیهِ وعَلَیکُمُ السَّلَامُ۔

علم ذلیل وکم ترین لوگوں سے حاصل کرنا

عبد اللہ بن مبارک، ابو امیہ جماحی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ ثَلاثًا، إِحْدَاهُنَّ أَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الأَصَاغِرِ "(جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر:۱۰۵۲) کہ تین چیزیں علامات قیامت میں سے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ علم اَصَاغِر یعنی ذلیل لوگوں سے حاصل کیا جانے لگے، عبد اللہ بن مبارک سے اصاغر کی تفسیر معلوم کی گئی تو انہوں نے کہا "الذین یقولون برائیھم " کہ اصاغر وہ لوگ ہیں جو اپنی رائے سے باتیں کریں یعنی دین وشریعت میں عقلی گھوڑے زیادہ دوڑائیں، اصاغر سے یہاں عمر میں چھوٹا مراد نہیں ہے، اور بعض حضرات نے "الاصاغر" کی تفسیر اہلِ اَہْوَاء اور اہلِ بدعت سے کی ہے۔

مؤمن کے خواب کا سچا ہونا

قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آخر زمانے میں مؤمنین کے خواب محتاجِ تعبیر نہ ہوں گے بلکہ اکثر سچے ثابت ہوں گے کہ جو کچھ حالتِ خواب میں دیکھا ہوگا بیداری میں وہ اسے ویسا ہی پائے گا جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ أَنْ تَكْذِبَ، وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ

حَدِیثًا"(سنن ابی داود:۵۰۱۹) کہ جب زمانہ قریب قریب ہو گا یعنی جلدی جلدی گزرنے لگے تو قریب نہیں کہ مسلمان کا خواب جھوٹا ثابت ہو (بلکہ سچا ہی ثابت ہو گا) اور جو آدمی جتنا زیادہ بات کا سچا ہو گا اتنا ہی زیادہ اس کا خواب کا سچا ہو گا۔

قربِ قیامت خوابِ مؤمن کے سچا ہونے کی حکمت

حکمت نمبر (۱)

قیامت کے قریب کا زمانہ چونکہ کثرتِ فتن و اختلافات کا زمانہ ہو گا جس میں مردِ مؤمن رہبری و رہنمائی کا زیادہ محتاج ہو گا، پس سچے خوابوں کے ذریعے اس کی رہبری و رہنمائی کی جائے گی اور اس کی تسلی و تسکین کا سامان فراہم کیا جائے گا۔

حکمت نمبر (۲)

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ غَرِيبًا"(ابن ماجہ:۳۹۸۶) کہ اسلام کی ابتدا و شروعات اجنبیت کی حالت میں ہوئی تھی اور وہ پھر اجنبی بن جائے گا، اس حدیث کے مطابق اخیر زمانے میں اسلام غربت و اجنبیت اور کس مپرسی کی حالت میں پہنچ جائے گا، مذہبِ اسلام، شریعتِ محمدیہ پر عمل کرنے والے لوگ دنیاوالوں کی نظروں میں اجنبی و غریب معلوم ہوں گے کوئی ان کا مونس و غمگسار، معاون و مددگار نہ ہو گا، پس ایسے وقت میں اللہ رب العزت رویائے صالحہ و صادقہ کے ذریعے اپنے مؤمن بندوں کی تسلی و تسکین فرمائیں گے۔

حکمت نمبر (۳)

قربِ قیامت چونکہ کثرتِ قتل و قتال اور فتن و اختلافات کی نحوست سے علم و علماء اور نیکوکار لوگ اٹھالیے جائیں گے، مؤمنین کی تعداد کم ہو جائے گی، کفر و جہل اور فسق کا غلبہ ہو گا، دین و شریعت کی نشانیاں مٹ جائیں گی، ایسے وقت کے مؤمنین زمانۂ

فَتَرَتْ (دونبیوں کے بیچ کا زمانہ جس میں کوئی نبی نہ ہو) کے لوگوں کے مشابہ ہوں گے ، جن کے لئے کسی مُجَدِّد و مُذَکِّر یا کسی مُونس و غمگسار کی ضرورت ہو گی، جیسا کہ اُمَمِ سابقہ و ماضیہ میں ایسا ہوتا چلا آیا ہے کہ انبیاء ورسل کے ذریعے ان کی تذکیر و تبشیر اور تانیس کی ضرورت پوری کی جاتی تھی، لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں اب آپ کے بعد اس امت میں کوئی نیا نبی ورسول نہیں آسکتا پس رویائے صالحہ اور صادقہ جو کہ انذار و تبشیر یعنی ڈرانے اور خوش خبری سنانے اور غیب کی خبر دینے کے اعتبار سے نبوت کا ایک جزء و حصہ ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّة" (مسلم:۲۲۶۴)(کہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے) اس کے ذریعے اس امتِ محمدیہ کے آخری لوگوں کی تنبیہ و تذکیر اور تبشیر کی جائے گی۔

فنِ خط و کتابت اور آلاتِ نشر و اشاعت کا عام ہونا

قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ پڑھنا پڑھانا اور تحریر و کتابت اور طباعت و چھپائی عام ہو جائے گی، نشر و اشاعت کا رواج خوب عام ہو گا جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا أَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ الی ان قال... وَظُهُورَ الْقَلَمِ۔ (۳۸۷۰) کہ بیشک قیامت سے پہلے قلم ظاہر ہو گا، اور دوسری روایت میں ہے إِنَّ من أشراطِ الساعةِ أن يَكْثُرَ التُّجّارُ ويَظْهَرَ القلمُ کہ یقیناً علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ تاجر زیادہ ہو جائیں گے اور قلم ظاہر ہو گا۔ (یعنی لکھنے پڑھنے کے آلات بہت ہونگے) اور نسائی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إِنَّ مِن أشراطِ **السَّاعَةِ ---- أن يَكْثُرَ التُّجّارُ ويَظْهَرَ العلمُ** کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ تاجروں کی کثرت

ہو گی اور علم عام ہو گا۔

علم و قلم ظاہر ہونے کا مطلب

علماء فرماتے ہیں کہ قلم ظاہر ہونے سے مراد، فنِ کتابت و طباعت اور آلاتِ تحریر کا عام ہونا ہے اور ظہورِ علم سے مراد علم کے اسباب و وسائل کا عام ہونا اور پھیلنا ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کیسے کیسے علوم و فنون ظاہر ہو چکے ہیں اور ان کے لکھنے پڑھنے، سیکھنے سکھانے اور ان کو چھاپنے اور پھیلانے کے واسطے کیسی کیسی مشینیں اور کیسے کیسے آلات و اسباب ایجاد ہو چکے ہیں کہ عقلِ انسانی حیران و ششدر ہے، کسی زمانے میں ایک معمولی سی کتاب ور سالہ لکھنے و چھاپنے اور اسے پھیلانے میں کافی وقت درکار ہوتا تھا لیکن اب ٹائپنگ مشین، کمپیوٹر، موبائل، انٹرنیٹ اور پریس وزیروکس جیسے آلات و مشینوں کے ذریعے آناً فاناً یہ سب کام بہت جلد انجام پذیر ہو جاتے ہیں، لیکن افسوس صد افسوس کہ ان تمام تر عروج و ترقیات کے باوجود علمِ کتاب و سنت اور علمِ دین و شریعت کا سیکھنا سکھانا کم ہوتا جا رہا ہے اور ان پر عمل کرنا روز بروز گھٹتا جا رہا ہے، لوگوں کی زندگیاں بننے و سنورنے کے بجائے بگڑتی جا رہی ہیں، جہالت و بد عملی عام ہوتی جا رہی ہے، کتابوں کی کثرت، آلاتِ علم و کتابت و طباعت اور نشر و اشاعت کی زیادتی سے کچھ نفع نہیں ہو رہا ہے۔

شعائرِ اسلام کی تعظیم نہ کرنا

علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت شعائرِ اسلام کے ساتھ تعظیم و توقیر کا معاملہ نہ کرنا بھی ہے، اور جن سنن و آداب کے بجالانے کی اسلام نے ترغیب دی ہے اس میں

سستی و کاہلی برتتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَمُرَّ الرَّجُلُ فِي الْمَسْجِدِ لَا يُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ" (شعب الایمان:۸۳۹۹) کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ آدمی مسجد کے پاس سے ہو کر گزرے گا لیکن اس میں دو رکعت نماز نہ پڑھے گا، صحیح ابن خزیمہ اور مسند بزار میں ہے اَنْ يَجْتَازَ الرجلُ فَلا يُصَلِّي فِيْهِ کہ آدمی مسجد سے ہو کر گزرے گا لیکن اس میں اسے نماز پڑھنے کی توفیق نہ ہو گی کہ چلو اس میں دو رکعت نمازِ تَحِيَّةُ الْمَسْجِد ہی پڑھ لیں اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے کہ مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ طُرُقًا کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ مسجدوں کو گزر گاہ اور راستہ بنایا جائے گا، (ابن ابی شیبۃ:۳۷۷) اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی مروی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مسجدوں کو راستہ بنالیا جائے۔

پس مسجد کو گزر گاہ اور راستہ بنانا کسی طرح مناسب نہیں، مساجد شعائرِ اسلام میں سے ہیں اور شعائرِ اسلام کی تعظیم و توقیر ایمان و تقوی کی علامت ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوب (الحج ۳۲) اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقوی سے حاصل ہوتی ہے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ " (بخاری:۱۱۶۳) کہ جب تم میں کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت یعنی تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے، (بشرطیکہ اوقات مکروہہ و ممنوعہ نہ ہوں) پس احادیث مذکورہ کی بنا پر نماز اور ذکر و تلاوت کے ذریعے مساجد کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیے، اسے راستہ و گزر گاہ بنا کر یا اس سے بے

اعتنائی اور بے توجہی برت کر یا اس میں بیٹھ کر دنیاوی بات چیت کر کے اس کی بے ادبی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ اور مسجدوں کو سیر و سیاحت اور کافروں کی آمد و رفت اور ان کی تفریح گاہ بنا دینا یہ تو مسجدوں کی حد درجہ بے تعظیمی ہے، جس کا اس زمانے میں کہیں کہیں مشاہدہ ہو رہا ہے۔

چاند کا پھولنا اور موٹا ہونا

قیامت کے قریب آنے کی ایک علامت چاند کا پھولنا اور موٹا ہونا ہے کہ پہلی رات و پہلی تاریخ کا چاند اتنا موٹا اور بڑا ہوگا کہ لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ تو دو تاریخ کا چاند ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ انتفاخُ الْأَهِلَّةِ، حَتَّى يُرَى الْهِلَالُ لِلَيْلَتِه، فَيُقَالُ: هُوَ لِلَيْلَتَيْنِ " (معجم الاوسط:۶۸۶۴) کہ علاماتِ قیامت میں سے چاند کا پھول جانا اور بڑا ہو جانا ہے یہاں تک کہ پہلی رات کا چاند دیکھ کر کہا جائے گا یہ تو دوسری رات کا چاند ہے، اور دوسری روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "مِنَ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ يُرَى الْهِلَالُ قُبُلاً فَيُقَالُ : لِلَيْلَتَيْنِ ، وَأَنْ تُتخذَ الْمَسَاجِدُ طُرُقاً " (معجم الاوسط للطبرانی:۹۳۷۶) کہ قیامت کے نزدیک آنے کی نشانی یہ بھی ہے کہ پہلی رات کا چاند دیکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ تو دو رات اور دو تاریخ کا چاند ہے اور مسجدوں کو راستہ بنا لیا جائے۔

جھوٹ کی کثرت اور بے تحقیق حدیثوں و خبروں کا نقل کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ، وَلَا آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ "(مسلم:٦) کہ عنقریب میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو تم سے ایسی چیزیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہو گا اور نہ تمہارے آباواجداد نے پس تم ان سے بچنا اور ان کو اپنے سے بچانا یعنی ان سے دور رہنا، اور ایک روایت میں ہے " يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ ، يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ ، وَلَا آبَاؤُكُمْ ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ ، لَا يُضِلُّونَكُمْ ، وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ " (مسلم:٧) کہ آخر زمانے میں جھوٹے دجال ظاہر ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں اور خبریں لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہو گا اور نہ تمہارے پُرکھوں نے پس تم خود کو ان سے بچانا اور ان کو اپنے سے بچانا، کہ وہ تمہیں گمراہ اور مبتلائے فتنہ نہ کرنے پائیں۔

اور جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ (مسلم:۱۸۲۲) کہ قیامت سے پہلے بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے لوگ ہونگے تم ان سے بچنا ،یعنی جھوٹی روایات گھڑنے والے یا نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے، یا بدعات و خرافات کو نکالنے والے جو اپنی خواہشات فاسدہ اور اعتقادات باطلہ کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کی طرف منسوب کریں گے اور اپنے کو جادۂ حق وراہِ سنت پر چلنے والا قرار دیں گے حالانکہ وہ پلّے درجے کے جھوٹے ہونگے۔ نعوذ باللہ منهم

اور صحیح مسلم میں ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا " إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ، فَيَأْتِي الْقَوْمَ، فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ، فَيَتَفَرَّقُونَ، فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ: سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ، وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ "(مسلم:١٧) کہ یقیناً آئندہ زمانہ میں شیطان انسانی صورت

میں آکر لوگوں کو جھوٹی باتیں سنائے گا، اس کی باتیں سن کر لوگ متفرق ہو جائیں گے جب ان میں کوئی شخص اس کی باتوں کو دوسروں سے نقل کرے گا تو کہے گا کہ میں نے یہ بات ایک ایسے شخص سے سنی ہے جسے چہرے سے تو پہچانتا ہوں، نام نہیں جانتا ہوں اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں:

"إِنَّ فِي الْبَحْرِ شَيَاطِينَ مَسْجُونَةً، أَوْثَقَهَا سُلَيْمَانُ، يُوشِكُ أَنْ تَخْرُجَ، فَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْآنًا "(مسلم:۱۸) کہ سمندر میں کچھ شیاطین مقید ہیں جنہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے قید کر دیا ہے قریب ہے کہ وہ نکلیں گے اور لوگوں کے سامنے ایک بناوٹی قرآن پڑھیں گے۔

شارحِ مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں شیاطین گمراہ کرنے اور دھوکا دینے کے واسطے لوگوں کے سامنے قرآن کے نام پر کچھ پڑھیں گے اور کہیں گے کہ یہ قرآن ہے لیکن پھر بھی لوگ ان کے دھوکے میں نہ آئیں گے، اور ان کی دال نہ گلے گی۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جھوٹ کس قدر عام ہو چکا ہے اور کیسی کیسی بے سند و بے تحقیق حدیثیں، خبریں اور باتیں سننے میں آتی ہیں کہ الامان والحفیظ، لوگ تحقیق و تفتیش کئے بغیر ہی صرف سن سنا کر خبروں اور باتوں کو سچ سمجھ بیٹھتے ہیں اور ان کو اخبارات و رسائل کی زینت بنا دیتے ہیں، موبائل، یوٹیوب اور واٹس ایپ کے ذریعے پھیلانے و مشہور کرنے کے عادی ہو چکے ہیں، جس کے بے انتہا خراب و مُضِر اثرات عوام و خواص سب پر ظاہر ہو رہے ہیں، جس کا ہمیں مشاہدہ ہے، جبکہ اسلام میں بے تحقیق بات کہنے اور نقل کرنے کی اجازت نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ "(سورۃ الحجرات ٦)

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانی سے کوئی نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کیے پر پچھتانا پڑے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ"(مسلم:۷)۔ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات نقل کر دے۔

جھوٹی گواہی کی کثرت اور حق گواہی کا چھپالینا

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" ان بين يدي الساعة......وشَهَادَةَ الزُّورِ، وكتمانَ شهادةِ الحَقِّ "(مسند احمد:۳۸۷۰) کہ قیامت سے پہلے جھوٹی گواہیاں دی جائیں گی اور حق گواہی چھپائی جائے گی، اور ایک مرتبہ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُونُونَ وَلا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَشْهَدُونَ وَلا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَنْذِرُونَ وَلا يَفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ. (بخاری شریف ۲۶۵۱) کہ یقیناً تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو خیانت کریں گے قابلِ اعتماد (بالکل) نہ ہوں گے، گواہ بنائے بغیر یا گواہی کا مطالبہ کے بغیر ہی گواہی دیں گے اور منّت ونذر مان کر بھی اسے پوری نہ کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو گا۔

مسند احمد اور نسائی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کی عزت کرو تم میں سب سے اچھے لوگ یہی ہیں پھر ان کے بعد وہ اچھے ہونگے جو ان کے بعد آئیں گے یعنی " تابعین "، اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا حتی کہ یقینًا ایک ایسا وقت بھی آئے گا انسان بغیر قسم دلائے قسم کھائے گا اور بغیر گواہ بنائے گواہی دے گا۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس قدر جھوٹی گواہی کا بازار گرم ہے کہ عدالت کے باہر جھوٹے گواہان خریدے وبیچے جاتے ہیں، اور خوفِ آخرت دلوں سے ایسا رخصت ہوچکا ہے کہ لوگ ڈر وخوف یا دنیاوی لالچ و طمع کی بنیاد پر حق وسچ گواہی دینے سے بھاگتے وکتراتے ہیں، خیال رہے کہ جس طرح جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس سے ابطالِ حق لازم آتا ہے اور دوسرے کا حق مارا جاتا ہے اسی طرح سچی گواہی چھپانے سے بھی اگر کسی کا حق مارا جاتا ہو تو سچی گواہی چھپانا بھی بڑا گناہ ہے کیونکہ ابطالِ حق میں دونوں برابر ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں "وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ" (البقرہ) اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا۔

اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے پس آپ نے ارشاد فرمایا أَلاَأُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِالكَبَائِرِ؟ (ثلاثاً) فی روایۃ) قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: "الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلاَوَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلاَوَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ " فَمَا زَالَ يَقُولُهَا، حَتَّى قُلْتُ: لاَ يَسْكُتُ (بخاری:۵۹۷۶) کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں ؟ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ کہا، ہم نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بتائیں تو آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور جھوٹی گواہی دینا، یا جھوٹ بات بولنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے پس سیدھے بیٹھ گئے اور اس جملے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم کہنے لگے کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے۔

جھوٹی گواہی کس درجہ بری چیز ہے ذرا غور کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو عقوقِ والدین اور شرک جیسے بدترین گناہ کے ساتھ شمار کرایا ہے

اور کیوں نہ ہو کیونکہ اس سے ظلم وزیادتی کا بازار گرم ہوتا ہے، لوگوں کے حقوق اور ان کے اموال ضائع ہوتے ہیں اور ان کی عزت وآبروئیں پامال ہوتی ہیں اور اس کا ظہور ایمان کی کمزوری اور خدائے رحمٰن سے نڈر ہو جانے کی دلیل ہے۔ اعاذنا الله منه

عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت

قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی، حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا

"مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ: أَنْ يَقِلَّ العِلْمُ، وَيَظْهَرَ الجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً القَيِّمُ الوَاحِدُ" (بخاری:۸۱) کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھ جائے گا، جہالت بڑھ جائے گی، زنا کی کثرت ہو گی، شراب بہت پی جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے، عورتیں اس قدر زیادہ ہو جائیں گی کہ پچاس / ۵۰ عورتوں کی خبر گیری کے لئے ایک ہی مرد ہو گا۔ متفق علیہ

اس حدیث شریف میں جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اس وقت ہو بہو ہو رہا ہے البتہ عورتوں کی ابھی اتنی زیادتی نہیں ہوئی ہے جتنی اس حدیث میں مذکور ہے، ممکن ہے زمانۂ مستقبل میں لڑکیوں کی کثرتِ پیدائش و افزائش سے یہ پیشین گوئی پوری ہو جائے یا پھر یورپ وغیرہ کی جنگیں عنقریب اس پیشین گوئی کو سچا کر دکھائیں گی یا کوئی اور صورت پیش آئے۔

عورتوں کی کثرت کے اسباب

علماء نے عورتوں کی کثرت کے مختلف اسباب بیان کیے ہیں:

۱) بکثرت فتنے ظاہر ہوں گے جس کے سبب لوگوں میں جنگ و جدال کا بازار گرم ہو گا جن میں مرد بکثرت قتل ہوں گے اور عورتیں بچیں گی پھر وہ صورت ظاہر ہو گی جو حدیث میں مذکور ہے۔

۲) کثرتِ فتوحات کے سبب باندیاں زیادہ ہوں گی پس ایک ایک مرد پچاس پچاس باندیاں رکھے گا۔

۳)حدیث میں پچاس کے عدد کا ذکر تحدید کے لئے نہیں بلکہ تکثیر وزیادتی کے لئے ہے، اس لئے کہ بعض حدیث میں پچاس سے کم کا ذکر بھی آیا ہے جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً. يَلُذْنَ بِهِ (بخاری:) ۴) آخری دور میں علم اٹھ جانے اور جہالت عام ہو جانے کے سبب، اللہ تعالی کی طرف سے ایسا کر دیا جائے گا کہ لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیاں زیادہ پیدا ہوں گی، چنانچہ آج ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ لڑکیوں کی شرحِ پیدائش لڑکوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، زمانۂ مستقبل میں اس میں اور کیا کچھ اضافہ ہونے والا ہے وہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔اللہ اعلم.

قیامت کی علامت غیروں کی نقل و تقلید

قیامت کی ایک علامت امتِ مُسلِمہ کا یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی تقلید کرنا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَأْخُذَ أُمَّتِي بِأَخْذِ الْقُرُونِ قَبْلَهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَفَارِسَ وَالرُّومِ

فَقَالَ وَمَنْ النَّاسُ إِلَّا أُولَئِكَ" [۷۳۱۹ البخاری] کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ میری امت اپنے سے پہلی قوموں کی بالشت بالشت ذراع بذراع یعنی قدم بقدم ہو بہو پیروی نہ کرنے لگ جائے، پوچھا گیا یارسول اللہ! پہلی قوموں سے مراد فارس و روم کے لوگ ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سے ان کے سوا اس کا مصداق اور کون ہو سکتا ہے؟ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوهُ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى قَالَ فَمَنْ؟ [۳۴۵۶ البخاری] کہ ضرور بالضرور تم اپنے سے پہلے لوگوں کی ہو بہو پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی اس میں جا گھسو گے، ہم نے پوچھا کیا یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تو پھر اور کون؟

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالی عنہ سے سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ حنین کی طرف تشریف لے گئے تو لوگوں کا گزر مشرکین کے ایک ایسے درخت کے پاس سے ہوا جس پر وہ (بطور تبرک و تعظیم) اپنا اسلحہ لٹکایا کرتے تھے اسے ذات انواط کہا جاتا تھا تو اسے دیکھ کر کچھ لوگوں نے (یعنی نو مسلموں نے) کہا یا رسول الله؟ اجعَل لنا ذاتَ أنواطٍ كما لهم ذاتُ أنواطٍ کہ ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط مقرر کر دیں جیسا کہ ان کے لئے ذات انواط تھا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان الله هذا كما قالَ قومُ موسى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ یہ تو اسی طرح کی بات ہے جیسے قوم موسی علیہ السلام نے کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دیجئے جیسا کہ ان کے لئے ہے، والَّذي نفسي بيدِهِ لتركَبُنَّ سنَّةَ مَن كانَ قبلَكم کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہ پر چلو گے (ترمذی

شریف:۲۱۸۰)

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً میری امت پر وہ زمانہ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا جس طرح ایک پیر کا جوتا دوسرے پیر کے جوتے کے برابر ہوتا ہے اسی طرح ہو بہو حتی کہ اگر ان بنی اسرائیل میں سے کسی نے اعلانیہ اپنی ماں سے زنا کیا ہو گا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والے ہوں گے۔

دورِ حاضر میں یہ پیشین گوئی کس حد تک پوری ہو چکی ہے وہ ہمارے سامنے ہے اور زمانۂ مستقبل میں اس میں اور کیا کچھ اضافہ ہونے والا ہے اس کا انتظار ہے، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امت مسلمہ کے اکثر افراد کس طرح سنت و شریعت اور اسلامی روایات و رواج کو پس پشت ڈال کر یہود و نصاریٰ اور دیگر قوموں کے رسوم و رواج اور طور طریقوں پر فریفتہ ہوتے جارہے ہیں کہ الامان و الحفیظ، دینی و دنیاوی شعبوں کو یورپ و مغرب کے طرز پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے، سیاسی و حکومتی ادارے ان ہی کے طرز و انداز پر چلائے جاتے ہیں، تمام سیاسی سرگرمیاں انہی کے طریقوں پر انجام دی جاتی ہیں، دینی و دنیاوی شعبوں میں یورپ و مغرب کی نقل اتاری جاتی ہے، حتی کہ اب تو استنجا خانے و بیت الخلاء تک غیروں کے طرز و انداز پر بنائے جاتے ہیں اور انھیں کے انداز اور طریقوں پر پاخانہ پیشاب اور دیگر تمام ضروریات کو پورا کرنے کو پسند کیا جاتا ہے۔

افسوس صد افسوس کہ اب تو مساجد و مدارس اور اسلامی ادارے بھی اسلامی تشخص و اسلامی امتیازات سے محروم ہوتے جارہے ہیں، سادگی و کفایت شعاری جو ایمان و اسلام کا خصوصی زیور اور اس کا طرۂ امتیاز تھا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ. إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ (سنن أبي داود: ۴۱۶۱) (کہ بیشک سادگی

ایمان میں سے ہے، بیشک سادگی ایمان میں سے ہے) بعض مسجدیں اور دینی درسگاہیں اس سے دور ہوتی جارہی ہیں اور اب بعض دینی اداروں میں بھی وہی ٹھاٹ باٹ نظر آتا ہے جو یورپی اور مغربی کالجوں اور اسکولوں میں نظر آتا ہے، تعلیم و تعلّم اور تربیت کا نظام و طریقہ بدل کر یہود و نصاریٰ کے انداز پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے، بھلا جس امت کا نبی ہر چیز میں اللہ کی طرف سے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا مأمور ہو اور جس نبی کی ساری زندگی یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں گزری ہو اور جس نے اپنی امت کو بڑی تاکید کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں، انکے رسم رواج سے اجتناب اور دور رہنے کا حکم دیا ہو اگر اسی نبی کی امت یہود و نصاریٰ کے طور طریقے کو اپنے سینے اور گلے سے لگا کر بیٹھ جائے تو کتنے افسوس کی بات ہے۔

غیروں کی مخالفت پر چند احادیث

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی مخالفت پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں

۱) یہود صرف دس محرم الحرام کو روزہ رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت میں دس کے ساتھ نو یا گیارہ محرم الحرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا جیساکہ حدیث پاک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ ، وَخَالِفُوا فِيهِ الْيَهُودَ ، صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا). رواہ ابن خزیمۃ(۲۰۹۵)

کہ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھو لیکن اس میں یہود کی مخالفت کرو اس سے پہلے ایک دن روزہ رکھ کر یا اس کے بعد ایک دن روزہ رکھ کر۔

۲) یہود موزہ اور جوتا اتار کر نماز پڑھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ ، وَلَا خِفَافِهِمْ (سنن ابی داود:۶۵۲) کہ

یہود کی مخالفت کرو اپنے موزوں و جوتوں میں نماز پڑھ کر کیونکہ وہ اپنے موزوں و جوتوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

نوٹ موزہ وجوتا اگر پاک ہو تو اس کو پہن کر اگرچہ نماز پڑھنا جائز و درست ہے لیکن چونکہ آجکل جوتے چپل پہن کر نماز پڑھنا گستاخی و بے ادبی سمجھی جاتی ہے اور جوتے چپل کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا مسجدوں کی صفائی و ستھرائی کے خلاف ہے، اس میں مسجدوں کی بے حرمتی اور بے ادبی سمجھی جاتی ہے اور نیز اس زمانے کے یہود و نصاریٰ جوتے چپل اتار کر نہیں بلکہ اپنے جوتے چپل سمیت نماز پڑھتے ہیں اس لئے اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام کو اب جوتوں اور چپلوں کے ساتھ نماز پڑھنا یا مسجدوں میں داخل ہونا مناسب نہیں۔

۳) یہود اپنے بالوں میں خضاب اور مہندی نہیں لگایا کرتے تھے اور سر کے بیچ سے مانگ نہیں نکالتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت میں اپنی امت کو حکم دیا (اِخْتَضِبوا، وافرُقوا، وخالِفوا اليَهودَ) (میزان الاعتدال:۷ ۱۶۳) کہ بالوں میں خضاب کرو اور سر کے بیچ سے مانگ نکالو اور یہود کی مخالفت کرو۔

۴) یہود بے بہبود حالتِ حیض میں اپنی عورتوں کو گھر سے باہر نکال دیتے تھے ان کے ساتھ کھانا پینا لیٹنا بیٹھنا سب کچھ ترک کر دیتے تھے اس کے برعکس نصاری کی حالت تھی کہ وہ اس حالت میں بھی اپنی بیوی سے ہمبستری سے باز نہیں آتے تھے تو آپ صلی وسلم نے ان کی مخالفت میں ارشاد فرمایا جَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، وَاصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ (سنن ابي داود:۲۵۸) کہ ان کو اپنے گھروں میں رکھو (یعنی ان کے ساتھ لیٹو بیٹھو، کھاؤ پیؤ) اور صحبت کے علاوہ سب کچھ کر سکتے ہو۔

۵) مشرکین اپنی مونچھیں بڑھاتے تھے اور داڑھی منڈاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ، وَأَوْفُوا اللُّحَى (مسلم:۲۵۹) کہ مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

(۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں

رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ» : إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا (مسلم:۲۰۷۷) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بدن پر رنگِ عُصفر میں رنگے ہوئے دو کپڑے دیکھ کر فرمایا یہ کافروں کا لباس ہے اس کو نہ پہنو، نیز آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن ابی داود:۴۰۳۱) کہ جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا حشر اور شمار اسی قوم کے ساتھ ہو گا۔

قیامت کے قریب لوگ بکثرت کُتّا پالیں گے

الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ میں المستدرک علی الصحیحین کے حوالے سے لکھا ہے اذا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ ـ ـ ـ وَيُرَبِّي الرَّجُلُ جِرْوَكَلْبٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يُرَبِّيَ وَلَدًا لَه (المستدرک علی الصحیحین:۸۴۷۴) کہ قیامت کے قریب لوگ کتے کا بچہ پالیں گے اور لوگوں کے نزدیک کتے کے بچے کی پرورش اپنے بچے کی پرورش سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہو گی۔

چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں لوگوں کے دلوں میں کتوں اور پلوں سے اس قدر انسیت اور محبت ہے اور کتا پالنے اور اس پر وقت اور پیسہ خرچ کرنے کا اس قدر شوق ہے کہ اس کی پروش اور اس کی دیکھ بھال پر جس قدر وقت و پیسہ خرچ کرنے کا اہتمام ہے اتنا اپنے بوڑھے والدین اور دیگر اعزاء واقارب پر نہیں، باقاعدہ مستقل طور پر کتوں کو گھمانے ٹہلانے اور انہیں نہلانے کھلانے کے واسطے علیحدہ گاڑی اور نوکر رکھے

جاتے ہیں۔

اچانک اور حادثاتی موت کی کثرت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ ...... وَأَنْ يَظْهَرَ مَوْتُ الْفُجَاءَةِ کہ قیامت کے قریب آنے کی ایک علامت بکثرت اچانک موت کا واقع ہونا ہے (المعجم الاوسط:۹۳۷۶) آج ہمیں اس پیشین گوئی کا بکثرت مشاہدہ ہو رہا ہے کہ ایک توانا وصحت مند آدمی ہارٹ اٹیک وغیرہ جیسی جان لیوا بیماریوں سے اچانک مر جاتا ہے، فضائی یا زمینی حادثہ کا شکار ہو کر دفعتہً واچانک لوگ لقمۂ اجل بن جاتے ہیں اعاذنا اللہ من ذٰلک پس ہر عاقل و سمجھ دار شخص پر ضروری ہے کہ فانی دنیا سے ہر گز دل نہ لگائے بلکہ زیادہ سے زیادہ توشۂ آخرت جمع کرنے کی فکر کرے، اور اچانک و حادثاتی موت آنے سے پہلے پہلے توبہ، استغفار اور انابت الی اللہ کے ذریعے مرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے

شعر: اِغْتَنِمْ فِيْ الفَرَاغِ فَضْلَ رُكُوعٍ۔ فَعَسٰى اَنْ يَكُونَ مَوتُكَ بَغْتَةً،

كَمْ صَحِيْحٍ رَاَيْتُ مِن غَيْرِ سُقْمٍ۔ ذَهَبَتْ نَفْسُهُ الصَّحِيْحَةُ فَلْتَةً

ترجمہ: فرصت کی حالت میں ایک رکوع کی فضیلت کو بھی غنیمت جان کیونکہ ممکن ہے تیری موت اچانک ہو جائے، بہت سے تندرستوں کو میں نے دیکھا کہ انکی صحت مند جان اچانک چل بسی۔

لوگوں کے درمیان نفرتوں وعداوتوں کا پیدا ہونا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ راوئ حدیث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا گیا، "کہ وہ کب آئے گی" تو آپ نے ارشاد فرمایا " عِلْمُهَا عِندَ رَبِّيْ "کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے "لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا إِلا هو "اس کو تو وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی علامتیں اور جو کچھ اس کے پہلے واقع ہو گا اسے بتا دیتا ہوں، یقیناً قیامت سے پہلے فتنے برپا ہوں گے اور ہرج واقع ہو گا یعنی قتل و قتال کا بازار گرم ہو گا: وَيُلْقَى بَيْنَ النَّاسِ التَّنَاكُرُ، فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ أَنْ يَعْرِفَ أَحَدًا (مسند احمد:۲۳۳۰۶) اور لوگوں کے درمیان نفرت ڈال دی جائے گی پس کوئی کسی کو پہچاننے کے لئے تیار نہ ہو گا، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صل وسلم نے ارشاد فرمایا: يَكونُ في آخِرِ الزَّمانِ أقوامٌ إخوانُ العَلانِيَةِ أعداءُ السَّريرَةِ کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو ظاہر میں بھائی ہوں گے اور باطن میں دشمن ہوں گے، عرض کیا گیا یارسول اللہ! ایسا کیوں کر ہو گا؟ تو آپ نے فرمایا ذلِكَ بِرَغبَةِ بَعضِهِم إلى بَعضٍ، ورَهبَةِ بَعضِهِم إلى بَعضٍ (مرقاۃ المفاتیح:۵۳۳۰، مجمع الزوائد ۱۲۲۳۹) کہ بعض کو بعض سے لالچ ہو گا اور بعض کو بعض سے خوف لاحق ہو گا اس لئے ظاہر دوست اور پوشیدہ دشمن ہوں گے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ فتنے فساد، اختلاف وانتشار اور لڑائی جھگڑوں کے سبب کس قدر لوگوں کے دلوں میں نفرتیں وعداوتیں بھری ہیں کہ کوئی اپنے مخالف کا چہرہ تک دیکھنا پسند نہیں کرتا، حرص وطمع، دنیاوی مفاد واغراض کے لئے تو سامنے تعریفیں کی جاتی ہیں اور دوستانہ تعلقات ظاہر کئے جاتے ہیں لیکن پیٹھ پیچھے مذمت وبرائی کے پُل باندھے جاتے ہیں، جاہ وحشمت، عہدہ واقتدار کے باعث ایک شخص کی خوب تعظیم و تکریم کی جاتی ہے حالانکہ دل اس کی برائیوں سے پُر ہوتا ہے اور سینے میں بغض وحسد کی آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔

بارش کی کثرت اور پیداوار کی قلت

قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ایک سال بارش خوب ہو گی لیکن اس کی وجہ سے نباتات اور پیداوار کچھ بھی نہ ہو گی جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا تقوم الساعة حتی یمطر الناس مطراً عاما ولا تنبت الأرض شیئا (احمد: ۱۲۰۲۱) قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ لوگوں پر ایک سال خوب بارش ہو گی لیکن اس کے باوجود زمین سے کچھ نہ اُگے گا۔

بارش، زمین سے نباتات وغیرہ اگانے کا سبب ہے جبکہ اللہ رب العزت خالق الاسباب ومسبب الاسباب ہیں جب وہ چاہیں جس سبب کو ناکارہ بنادیں، وہ ہر چیز پر قادر ہیں، اسے کوئی چیز عاجز ودرماندہ نہیں کر سکتی۔

سرزمینِ عرب کا چراگاہوں میں بدل جانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَعُودَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوجًا وَأَنْهَارًا (رواہ مسلم:۱۵۷) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ سرزمینِ عرب چراگاہوں اور نہروں میں بدل جائے گی۔

یعنی عرب کی سرزمین جو انتہائی سنگلاخ اور ریگزار ہے اس کی کافی آبادکاری ہو گی، چراگاہوں اور پانی کی کثرت ہو گی، جگہ جگہ نہریں اور چشمے جاری ہونگے، پائپ لائن بچھا کر آب رسانی کی سہولیات فراہم کی جائیں گی جس کے سبب بکثرت کھیتیاں کی جائیں گی ،باغات لگائے جائیں گے، گلشن اور پھول واڑیاں سجائی جائیں گی، آج یہ سب کچھ

سرزمینِ عرب میں ہو رہا ہے اور اس میں مزید بہتری لانے کی کوشش جاری ہے۔

دریائے فُرات سے سونے کے پہاڑ کا ظہور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ، يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ، تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ، وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ: لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو (متفق علیہ)
کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ دریائے فرات کھل جائے گا (یعنی اس کا پانی اتر جائے گا) اور اس کے نیچے سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہو گا اور لوگ اس کی خاطر آپس میں لڑیں گے جن میں سو میں سے ننانوے قتل ہو جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص یہی کہہ رہا ہو گا کاش کہ بچنے والا شخص وہی بن جائے، دوسری روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا (سنن ابی داود: ۴۳۱۳) کہ قریب ہے کہ فرات سونے کا خزانہ ظاہر کر دے، جو اس وقت تم میں سے موجود ہو تو اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لے۔
کیوں کہ اس مال کا لینا باہم قتل و قتال اور لڑائی جھگڑے کا باعث ہو گا۔

فُرات:- کوفہ کے قریب بہنے والا معروف مشہور دریا ہے۔

تنبیہ:- خیال رہے کہ حدیث میں مذکور سونے کے پہاڑ سے مراد سونے کا پہاڑ ہی ہے پٹرول یا کوئی دوسرا قیمتی سیال مادہ ہرگز نہیں (جیسا کہ بعض حضرات کی رائے ہے) جس کے چند قرائن ہیں۔

(۱) حدیث پاک میں سونے کے پہاڑ کا ذکر ہے اور پٹرول سونا نہیں ہے لہذا

بلاوجہ حدیث کے ظاہر کو چھوڑ کر کوئی اور معنی مراد لینا مناسب نہیں۔

(۲) حدیث شریف میں مذکور ہے کہ فرات کا پانی اترنے اور سوکھنے کی وجہ سے وہ خزانہ ظاہر ہو گا اور لوگ اسے دیکھیں گے جبکہ پٹرول تو زمین کی انتہائی تہ و گہرائی سے مشینوں کے ذریعے کھینچا جاتا ہے۔

(۳) آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ خبر دی ہے کہ وہ سونے کا پہاڑ دریائے فرات سے ظاہر ہو گا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پٹرول تو زمین کی طرح بے شمار سمندروں اور دنیا کے بے شمار خطوں سے بر آمد ہو رہا ہے۔

(۴) آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اس خزانے کے پاس ایک گھمسان کی جنگ ہو گی جبکہ پٹرول نکلتے وقت ایسی کوئی جنگ نہیں ہوئی! اور آپ نے تو اس خزانے کو ہاتھ لگانے سے منع فرمایا ہے پس جو لوگ اس کا مصداق پٹرول کو قرار دیتے ہیں انہیں تو پٹرول کے استعمال سے لوگوں کو روکنا چاہیے جبکہ آج تک کسی بھی عالم کی طرف سے پٹرول کے استعمال اور اسکے چھونے کی ممانعت منقول نہیں ہے۔

انسانی اعضاء اور درندوں وغیرہ کا کلام کرنا

قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ درندے اور انسانی اعضاء وغیرہ انسانوں سے کلام کریں گے اور اس کی غیر موجودگی میں جو کچھ ہوا ہو گا اس کی خبر دیں گے چنانچہ کوڑے، جوتے کے تسمے اور انسان کی ران بتائے گی کہ اس کے گھر والوں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و ناموس اور اس کے مال و زر میں کیا کیا خیانتیں کی ہیں، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُكَلِّمَ السِّبَاعُ الإِنْسَ، وَحَتَّى تُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهِ وَشِرَاكُ

نَعْلِهِ وَتُخْبِرَهُ فَخِذُهُ بِمَا أَحْدَثَ أَهْلُهُ مِنْ بَعْدِهِ (ترمذي-الفتن:۲۱۸۱)
کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں سے بات چیت نہ کریں اور جب تک انسان کے کوڑے کا اگلا حصہ یا کوڑے کی رسی اور اس کے جوتے کا تسمہ اس سے ہم کلام نہ ہو، اور جب تک اس کی ران اسے یہ خبر نہ دے دے کہ تیرے پیچھے تیرے گھر والوں نے کیا کام کیا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ایک واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے کا واقعہ ہے جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا ایک چرواہے کے پاس آیا اور اس کے ریوڑ سے ایک بکری لے کر بھاگا، چرواہے نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ وہ بکری اس کے منہ سے چھین لی وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور دُم رانوں کے درمیان ڈال کر بیٹھ گیا اور بولا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے عطا کیا تھا تو نے وہ مجھ سے چھین لیا، تو اس آدمی نے کہا قسم ہے خدا کی آج تک میں نے کوئی ایسا بھیڑیا نہیں دیکھا جو بات کرتا ہو۔ فَقَالَ الذِّئْبُ : أَعْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ، يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ۔ بھیڑیا بولا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ ایک شخص نخلستان و سنگلاخ سرزمین یعنی سرزمینِ حجاز میں تمہیں گزشتہ اور آئندہ کی خبریں سناتا ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وہ آدمی یہودی تھا وہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ کو اس واقعے کی خبر دی تو آپ نے اس کی تصدیق کی پھر ارشاد فرمایا یہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے قَدْ أَوْشَكَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ فَلَا يَرْجِعَ، حَتَّى يُحَدِّثَهُ نَعْلَاهُ وَسَوْطُهُ مَا أَحْدَثَ أَهْلُهُ بَعْدَهُ۔

(مسند احمد: ۸۰۴۷)

کہ قریب ہے کہ آدمی گھر سے باہر جائے اور واپسی پر اس کے جوتے اور اس کا کوڑا وہ سب کچھ اسے بتا دے جو کچھ اس کے گھر والوں نے اس کی عدمِ موجودگی میں کیا ہو۔

مصائب کی شدت و سختی کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا

علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آدمی دنیاوی تکلیف و مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کرے گا اور دنیاوی اُلجھنوں اور پریشانیوں سے تنگ آکر چھٹکارہ پانے کے لئے جینے پر مرنے کو ترجیح دے گا جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ: يَالَيْتَنِي مَكَانَهُ (بخاری: ۷۱۱۵) کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ آدمی ،آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا کہ کاش میں ہی اس قبر میں ہوتا اور وہ یہ تمنا و آرزو اللہ سے ملاقات کے شوق میں نہیں کرے گا، مَا بِهِ حُبُّ لِقَاءِ اللهِ عز وجل کہ اس کے دل میں اللہ سے ملاقات کی چاہت نہ ہوگی بلکہ اس کی یہ تمنائے موت دنیا کی پریشانیوں کی وجہ سے ہوگی۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "والذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ على الْقَبْرِ، فيتمَرَّغَ عَلَيْهِ، ويقولُ: يَا لَيْتَنِي كنت مَكَانَ صَاحِبِ هذَا الْقَبْرِ، وَلَيْس بِهِ الدِّينُ إلاَّ الْبَلاَءُ" (مسلم: ۱۵۷)

کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ انسان کا گزر قبر کے پاس سے ہوگا اور وہ اس پر لوٹے پھوٹے گا اور

کہے گا کہ کاش میں ہی اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور وہ دین اور دینداری کی وجہ سے یہ تمنا نہ کرے گا بلکہ مصیبت و پریشانی میں گرفتار ہونے کی وجہ سے کرے گا، یعنی اس زمانہ میں فسق و فجور اور برے ماحول سے گھٹ کر اور گھبرا کر تمنائے موت کرنے والے لوگ نہ ہوں گے بلکہ دنیاوی پریشانیوں و مصیبتوں سے تنگ و پریشان ہو کر موت کی تمنا کرنے والے لوگ ہوں گے جو زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "إِنَّهُ سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ لَوْ وَجَدَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ يُبَاعُ لَاشْتَرَاهُ" (السنن الواردۃ فی الفتن للدانی:۲۳۴) کہ عنقریب تم پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو موت بکتی ہوئی ملے گی تو وہ اسے خرید لے گا۔ اسی کی منظر کشی کسی شاعر نے اس طرح کی ہے

شعر: اَلَا مَوْتٌ يُبَاعُ فَأَشْتَرِيْهِ۔ فَهٰذَا الْعَيْشُ مَا لَا خَيْرَ فِيْهِ

کیا موت کہیں فروخت ہو رہی ہے کہ میں اسے خرید لوں، اپنی اس زندگی کے بدلے جس میں خیر نام کی کوئی چیز نہیں۔

اور ایک روایت میں اس طرح سے بھی آیا ہے کہ لوگوں پر اس شدت کی تکلیف اور مصیبت آئے گی کہ وہ خروجِ دجال کی تمنا کرنے لگیں گے یعنی قیامت آنے کی جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صل وسلم نے ارشاد فرمایا "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي زَمَانٌ يَتَمَنَّوْنَ فِيهِ الدَّجَّالَ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ، مِمَّ ذَاكَ ؟ قَالَ : مِمَّا يَلْقَوْنَ مِنَ الْعَنَاءِ وَالْعَنَاءِ" (المعجم الاوسط:۴۲۸۹)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اس میں خروجِ دجال کی تمنا کریں گے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسا کیوں ہو گا تو آپ نے فرمایا مصیبت کی وجہ سے، مصیبت کی وجہ سے۔

حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا ضروری نہیں کہ مذکورہ حالات ایک ہی ساتھ پوری دنیا میں تمام لوگوں کے اندر پائے جائیں بلکہ یہ پیشین گوئی پوری ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ایسے حالات بعض علاقوں میں اور بعض زمانے میں پا لیئے جائیں۔

چنانچہ آج بہت سے ممالک کے حالات ہمارے سامنے ہیں کہ کس طرح ان پر جنگیں مسلط کر کے ان کی زندگیاں حد درجہ بد سے بدتر بنا دی گئی ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگیوں پر موت کو ترجیح دینے پر مجبور ہیں، افسوس صد افسوس کہ کچھ ممالک ایسے بھی ہیں جو اپنی ہی رعایا اور پبلک کو مذہبی اور نظریاتی اختلافات کی بنیاد پر ظلم و تشدد کا نشانہ بنا رہی ہیں جس کے سبب ان کی زندگیاں دوزخ بنی ہوئی ہیں اور انہیں اب اپنے جینے اور زندہ رہنے میں کوئی لطف اور مزا محسوس نہیں ہوتا، زمانۂ مستقبل میں اس کے اندر مزید اور کیا کچھ اضافہ ہوتا ہے اس کا انتظار ہے۔

مسلمانوں کا مدینہ میں محصور ہو جانا

قیامت کے قریب مسلمان مدینہ منورہ میں محصور کئے جائیں گے اور ان کی سرحد سمٹ کر سلاح نامی جگہ پہنچ جائے گی، یہ سلاح نامی گاؤں مدینہ منورہ سے چند منزل پر واقع ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں

يُوشِكُ المُسلِمونَ أنْ يُحاصَروا إلى المَدينةِ، حتّى يكونَ أبعَدَ مَسالِحِهم سَلاحُ. (سنن أبي داود: ۴۲۵۰)

کہ قریب ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں محصور کر دیا جائے، یہاں تک کہ ان کی سب سے دور کی سرحد مقامِ سلاح ہو گی، راوی کہتے ہیں کہ سلاح خیبر کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے دشمنوں میں گھر جائیں گے، یا مسلمان کفار سے

بھاگیں گے اور مدینہ منورہ اور مقامِ سلاح کے درمیان جمع ہوں گے، یا مراد یہ ہے کہ ان میں سے بعض لوگ مدینہ کے اندر داخل ہوں گے اور دوسرے لوگ اس کی حفاظت کے لیے ثابت قدم رہیں گے۔

نصاریٰ کی کثرت اور ان کی مسلمانوں کے ساتھ صلح وجنگ

حضرت مستورد قرشی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا "تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرُّومُ أَكْثَرُ النَّاسِ" (مسلم:۲۸۹۸) کہ قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ اس وقت لوگوں میں نصاری کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی، یعنی قیامت قائم ہونے کے قریب۔

اور عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت سے پہلے چھ چیزیں شمار کرو اور ان میں ایک چیز آپ نے یہ فرمائی کہ "ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الأَصْفَرِ ، فَيَغْدِرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً ، تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا" (رواه البخاري:۳۱۷۶) کہ پھر تمہارے اور بنی اَصفر یعنی روم و نصاریٰ کے درمیان صلح ہوگی اور وہ صلح و عہد کو توڑ کر تم پر حملہ آور ہوں گے اور ان کا لشکر (۸۰) اسّی جھنڈوں کے زیر سایہ ہوگا اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے،

بارہ ہزار کو اسّی میں ضرب دینے سے ان کی کل مجموعی تعداد نولاکھ ساٹھ ہزار بنتی ہے، معلوم ہونا چاہیے کہ نصاریٰ وروم کے ساتھ مسلمانوں کی یہ جنگ ملک شام کے اندر آخری زمانے میں خروج دجال سے پہلے ہوگی، اگرچہ اس وقت نصاریٰ کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوگی جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہے، لیکن حدیث ہی کے مطابق ان پر فتح و غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہوگا، جیسا کہ جابر بن سمرہ،

نافع بن عتبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نافع بن عتبہ نے فرمایا کہ ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں تھے، پس میں نے آپ سے چار باتیں یاد کیں جس کو میں اپنے ہاتھ پر شمار کر رہا ہوں چنانچہ آپ نے فرمایا تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ، ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ، ثُمَّ تَغْزُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ، ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللَّهُ قَالَ : فَقَالَ نَافِعٌ : يَا جَابِرُ ، لَا نَرَى الدَّجَّالَ يَخْرُجُ ، حَتَّى تُفْتَحَ الرُّومُ (مسلم:۵۲۹۲) کہ تم جزیرۃ العرب سے غزوہ کرو گے پس اس کو اللہ تمھارے لیے فتح کرے گا پھر تم اہلِ فارس سے جہاد کرو گے وہ اللہ تمہارے لئے فتح کرے گا، پھر تم روم سے جہاد کرو گے پس وہ تمہارے لئے اللہ فتح کرے گا، پھر تم دجال سے جہاد کرو گے پس اس پر اللہ تمہیں فتح نصیب کرے گا، جابر بن سمرہ کہتے ہیں، پس نافع نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ دجال کا خروج روم کی فتح کے بعد ہی ہو گا۔

عیسائیوں کے ساتھ صلح اور اس کے توڑنے کی کیفیت

عیسائیوں کے ساتھ صلح اور اس کے توڑنے کی کیفیت حدیث پاک میں اس طرح منقول ہے کہ حضرت ذی مخبر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم عیسائیوں سے صلح کرو گے جو امن والی صلح ہو گی تم اور عیسائی آپس میں مل کر اپنے ایک دوسرے دشمن لشکر سے جنگ کرو گے، اس جنگ میں تمہاری فتح ہو گی، غنیمت کا مال ہاتھ لگے گا اور صحیح سالم واپس آکر بڑے بڑے ٹیلوں والے میدان میں ٹھہرو گے، جہاں درخت بہت ہوں گے، بیٹھے بٹھائے ایک عیسائی صلیب کو ہاتھ میں اٹھائے گا اور کہے گا صلیب کی برکت سے فتح ہوئی یہ سن کر ایک مسلمان کو غصہ آجائے گا اور وہ اس سے صلیب چھین کر توڑ ڈالے گا، یہ حال دیکھ کر

عیسائی صلح کو توڑ دیں گے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے جمع ہو جائیں گے مسلمان بھی اپنے ہتھیار لے دوڑیں گے اور عیسائیوں سے جنگ کریں گے اور اس لڑنے والی جماعت کو شہادت کی عزت سے نوازا جائے گا۔ (سنن ابی داود: ۴۲۹۲)

نصاریٰ کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ کی کیفیت

نصاریٰ کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ کی نوعیت و کیفیت کے تعلق سے دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیں ایک کے راوی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ایک کے حضرت ابوہریرہ، دونوں حدیثیں مسلم شریف کی ہیں چونکہ دونوں حدیثیں لمبی ہیں اس لئے اختصاراً صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میراث تقسیم نہ ہو اور غنیمت پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہلِ شام یعنی 'مسلمانوں' کے مقابلہ کیلئے، لشکر جمع ہوگا اور اہلِ شام یعنی 'مسلمان' رومیوں یعنی 'نصاریٰ' سے مقابلہ کی تیاری کریں گے، مسلمان موت کے لئے (یعنی شہادت یا فتح تک) لڑنے کے واسطے ایک دستہ منتخب کریں گے جو غالب ہو کر لوٹنے کا عزم وارادہ لے کر جائیگا، وہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ رات ان کے درمیان میں حائل ہو جائے گی اور ہر ایک فریق اس حال میں لوٹے گا کہ کوئی بھی ان میں سے غالب نہ ہوگا اور یہ منتخب دستہ فنا ہو جائے گا۔

پھر دوسرے دن مسلمان موت تک لڑتے رہنے کے لئے دوبارہ شرط لگائیں گے کہ بغیر غلبہ پائے نہ لوٹیں گے، وہ شام تک لڑتے رہیں گے اور دونوں لشکر بغیر غلبہ کے لوٹیں گے اور یہ منتخب دستہ بھی فنا ہو جائے گا۔

پھر تیسرے دن مسلمان موت تک لڑنے کے لیے ایک اور جماعت کا انتخاب

کریں گے وہ منتخب جماعت اس عزم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جائے گی کہ ہم غالب ہو کر ہی لوٹیں گے پھر وہ جنگ کریں گے یہاں تک کہ شام ہو جائے گی تو مسلمان بھی لوٹ جائیں گے اور رومی بھی اور ان میں سے کوئی بھی غالب نہ ہو گا اور وہ منتخب شدہ جماعت فنا ہو جائے گی۔

جب چوتھا دن آئے گا تو جتنے مسلمان باقی بچے ہوں گے وہ سب رومیوں سے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے، (تو اللہ تعالیٰ ان کافروں پر شکست مقرر کر دیں گے) اس دن ایسی خوں ریز جنگ ہو گی کہ کسی نے ویسی جنگ دیکھی نہ ہو گی، (مقتولین کی اتنی کثرت ہو گی) کہ پرندہ ان کے لاشوں کے اوپر سے اڑے گا تو لاشوں کی کثرت اور بدبو کی وجہ سے ایک جانب سے دوسری جانب پہنچنے سے پہلے ہی مر کر گر پڑے گا۔

ایک باپ کی اولاد جن کی تعداد ۱۰۰ ہو گی وہ شمار کی جائیں گی تو لوگ ایک آدمی کے سوا ان میں سے کسی کو بچا ہوا نہیں پائیں گے، پس کون سی خوشی اس غنیمت سے ہو گی اور کونسی میراث ان میں تقسیم کی جائے گی اور وہ اسی حالت میں ہونگے کہ وہ اس سے بڑی جنگ کی بات سنیں گے، ایک چیخ سنائی دے گی کہ دجال ان کی اولاد میں گھس آیا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں کی ہر چیز چھوڑ دیں گے اور اِدھر اُدھر متوجہ ہوں گے پھر دس شہسواروں کو بطور جاسوس بھیجیں گے، جناب رسول اللہ صلی وسلم نے فرمایا میں ان سواروں کے نام، ان کے آباء کے نام، ان کے گھوڑوں کے رنگ تک پہچانتا ہوں، وہ بہترین شہسوار ہوں گے یا روئے زمین پر بسنے والے تمام شہسواروں سے بہتر ہوں گے (مسلم شریف: ۵۲۸۲)

۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ رومی یعنی نصاریٰ تمہارے مقابلہ کے لئے مقامِ اعماق یا دابق میں نہ اتریں، ان کے مقابلہ کے لئے

مدینہ یعنی حلب یا دمشق یا مدینہ منورہ سے ایک لشکر نکلے گا (تینوں قول ہیں) جو اس وقت اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہو گا، جب وہ نصاریٰ کے بالمقابل صف بندی کر لیں گے تو نصاریٰ کہیں گے کہ ہمارے ان قیدیوں کو رہا کر دو جنہیں پیچھے تم نے قید کیا ہے ہم اُن سے لڑیں گے، مسلمان کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے پھر وہ ان سے لڑیں گے، تو لشکر کا ایک تہائی حصہ شکست کھا کر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو گا جن کی توبہ کبھی قبول نہ ہو گی اور ایک تہائی حصہ شہید ہو جائے گا جو اللہ کے یہاں افضل ترین شہید ہوں گے اور ایک تہائی فتح پائے گا، جو پھر کبھی کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو گا اور وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور وہ ابھی مالِ غنیمت کی تقسیم میں مصروف ہوں گے اور انہوں نے اپنی تلواریں زیتون کے درخت سے لٹکا رکھی ہوں گی کہ شیطان ان میں اعلان کرے گا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے گھروں میں داخل ہو چکا ہے پس وہ نکلیں گے تو اس خبر کو غلط پائیں گے لیکن جب وہ ملک شام میں پہنچ جائیں گے تو مسیح دجال حقیقت میں نکل چکا ہو گا پس وہ اسی دوران لڑائی کی تیاری کر کے صفوں کو درست کرنے میں مصروف ہوں گے، جب اقامت کہی جائے گی تو عیسی علیہ السلام اتر پڑیں گے، جیسے ہی ان کو اللہ کا دشمن (یعنی دجال) دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھلے گا جس طرح پانی سے نمک پگھلتا ہے اگر اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے تو پگھل کر ہی وہ ہلاک ہو جائے گا لیکن اللہ تعالی اس کو عیسی علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل کروائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتلِ دجال کے بعد لوگوں کو اپنا وہ خون آلود نیزہ دکھائیں گے جس سے دجال کو قتل کریں گے۔ (مسلم:۵۲۸۱)

ایک بڑی جنگ اور قسطنطنیہ کی فتح

حدیث پاک میں قُربِ قیامت خروجِ دجال سے پہلے مسلمانوں کی نصاری کے

ساتھ ایک جنگِ عظیم کی خبر دی گئی ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی اور اس کے بعد امامُ المجاہدین حضرت مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کی قیادت میں قسطنطنیہ شہر کی فتح کی بشارت سنائی گئی ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطَنْطِينِيَّةَ وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ خُرُوجُ الدَّجَّالِ" (سنن ابی داود: ۴۲۹۴) کہ بیت المقدس کی آبادی یثرب کی خرابی و ویرانی میں ہے اور یثرب یعنی مدینہ کی بربادی و خرابی وہ بڑی جنگ کا ظہور ہے اور بڑی جنگ کا ظہور وہ قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح میں دجال کا خروج ہے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کا وقوع اور وجود دوسرے کے متّصلاً بعد واقع اور موجود ہونے کی علامت ہے۔

عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِينَةِ سِتُّ سِنِينَ، وَيَخْرُجُ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ فِي السَّابِعَةِ "(سنن ابی داود: ۴۲۹۶) کہ بڑی جنگ اور فتحِ مدینہ یعنی فتحِ قسطنطنیہ کے درمیان چھ سال لگیں گے اور ساتویں (سال) میں دجال کا ظہور ہو گا۔

اور ایک روایت میں جو اوپر والی روایت سے کمزور ہے اس طرح آیا ہے "الْمَلْحَمَةُ الْعُظْمَى، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ" (ترمذی: ۲۲۳۸) کہ بڑی جنگ اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہو گا۔

سوال: بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض ہے کیونکہ ایک حدیث میں جنگِ عظیم، فتحِ قسطنطنیہ اور خروجِ دجال تینوں کے سات / ۷ ماہ میں ہو جانے کا ذکر آیا ہے جب کہ دوسری روایت میں جنگِ عظیم اور فتحِ قسطنطنیہ دونوں میں چھ سال لگنے کا ذکر موجود

ہے؟

جواب(۱): چھ سال والی روایت سات ماہ والی روایت کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔

جواب(۲): سات ماہ والی روایت سے اختتامِ لڑائی مراد ہے کہ لڑائی کے ختم ہونے اور فتحِ قسطنطنیہ میں سات ماہ لگیں گے اور چھ برس والی روایت میں لڑائی کی ابتدا مراد ہے کہ لڑائی کے شروع ہونے کے بعد سے اس کے ختم ہونے تک چھ برس لگیں گے اور ساتویں برس میں دجال نکلے گا۔

قسطنطنیہ کا تعارف

قسطنطنیہ :- مشرق و مغرب کے سنگم پر واقع روم کا دارُ السلطنت تھا یہ یوروپ کا ایک بڑا اور مشہور شہر ہے جس کو قسطنطینہ کہا جاتا ہے، اِس وقت استنبول کے نام سے مشہور ہے جو اسلامی ملک ترکی کی راجدھانی ہے، قدیم زمانہ میں بازنطینی سلطنت کا دارالحکومت ہونے کی وجہ سے اس کا نام بیزنطہ تھا لیکن جب روم کا بادشاہ قسطنطین اکبر تخت نشیں ہوا تو اس نے اس شہر کے ارد گرد ایک مضبوط فصیل و شہر پناہ تعمیر کرائی اور اس کا نام بدل کر قسطنطنیہ رکھ دیا، یہ شہر ایشیا اور یورپ کی سرحد پر واقع یورپ میں داخل ہونے کا دروازہ ہے، اس شہر کا غربی و جنوبی حصہ تو خشکی کی طرف واقع ہے اور شرقی و شمالی حصہ سمندر سے نکلی ہوئی ایک کھاڑی سے گھرا ہوا ہے حدیث پاک میں اس پر سب سے پہلے حملہ کرنے والے مجاہدین کے لئے مغفرت کی بشارت وارد ہوئی ہے اور نیز اس کے مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

"أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ" (بخاری:۲۹۲۴) کہ میری

امت میں سے جو لشکر سب سے پہلے قسطنطنیہ شہر پر جہاد کرے گا وہ بخشا بخشایا ہے۔

اور فرمایا "لَتُفْتَحَنَّ الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ ، فَلَنِعْمَ الْأَمِيرُ أَمِيرُهَا ، وَلَنِعْمَ الْجَيْشُ ذَلِكَ الْجَيْشُ "(المستدرک للحاکم:۸۳۰۰) کہ ضرور قسطنطنیہ فتح کیا جائے گا پس فاتح لشکر اور اس کا امیر کیا ہی اچھے لوگ ہوں گے، چنانچہ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ امارت میں یزید کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا، اس لشکر میں میزبانِ رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ بھی شامل تھے، لیکن قسطنطنیہ مکمل فتح نہ ہو سکا اور اس کے بعد بھی سلاطینِ اسلام اس کے فتح کی مسلسل کوشش کرتے رہے، سلطان محمد فاتح تک متعدد بار قسطنطنیہ شہر کا محاصرہ کیا گیا لیکن بے نتیجہ رہا، درحقیقت اس کے مکمل فتح کی سعادت تو اللہ رب العزت نے سلطان محمد فاتح آلِ عثمان کے ہاتھوں مقدر کر رکھی تھی، کہ جس نے آٹھویں ہجری کے بعد اس کو فتح کیا اور قیصرِ قسطنطنیہ کو قتل کیا جس کے قتل پر رسول اللہ صل وسلم کی یہ پیشین گوئی بھی سچی ثابت ہوئی، "وَإِذَاهَلَكَ قَيْصَرُ فَلَاقَيْصَرَ بَعْدَهُ" (بخاری:۳۱۲۰) کہ جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد قیصر نہ ہو گا، قیصر روم کے بادشاہوں کا لقب ہوا کرتا تھا۔

تنبیہ:- معلوم ہونا چاہئے کہ احادیث میں دو مرتبہ فتحِ قسطنطنیہ کا ذکر آیا ہے پہلی مرتبہ تو سلطان محمد فاتح عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر پورا ہو چکا ہے اور دوسری مرتبہ جو فتح کا ذکر آیا ہے وہ اَلْمَلْحَمَۃُ الْکُبْریٰ یعنی جنگِ عظیم کے بعد خروجِ دجال سے پہلے، امام المجاہدین والاولیاء حضرت مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کی قیادت میں فتح ہونے کا ہے جو عنقریب ان شاء اللہ العزیز پورا ہو گا۔

قسطنطنیہ کی فتحِ اوّل سے اگرچہ یورپ کی چابی مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئی تھی مگر یورپ پھر بھی مسلمانوں کی دست رس سے دور رہا، اب ان شاء اللہ العزیز اس کی

دوسری فتح سے یورپ اسلام کے زیر سایہ ہو گا اور اس پر اسلامی راج کا سکہ جاری ہو گا اور اس کے باشندگان حلقہ بگوش اسلام ہوں گے، گویا کہ قسطنطنیہ کی فتحِ اول، فتحِ اصغر ہے اور اس کی فتح اکبر وہ ہے جو حضرت مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کی امارت و قیادت میں ہو گی اور یہ فتحِ اول گویا کہ، فتحِ ثانی کا مقدّمہ، اس کی تمہید اور اس کا پیش خیمہ ہے۔

اور بعض حضرات کا قول ہے کہ در حقیقت قسطنطنیہ کی وہ فتح علامتِ قیامت ہے جو حضرت مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کی امارت و قیادت میں ہتھیار کے بغیر محض مجاہدین کی تکبیر و تہلیل سے ہو گی، جو ابھی تک نہیں ہوئی جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "فَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ مَعَ قِيَامِ السَّاعَةِ" (ترمذی:۲۲۳۹) کہ قسطنطنیہ کی فتح قیامت کے واقع ہونے کے ساتھ ہو گی، اور قسطنطنیہ کے بغیر قتل و قتال کے فتح ہونے کی روایت یہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم نے ایسے شہر کے متعلق سنا ہے؟ جس کی ایک جانب خشکی ہے اور دوسری جانب سمندر ہے، (اس سے مراد قسطنطنیہ کا شہر ہے) صحابہ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ستر ہزار آدمی (عرب کے مسلمان) جہاد کریں گے، جب وہ شہر کے پاس جا اتریں گے تو نہ وہ ہتھیاروں سے لڑائی کریں گے، نہ وہ ان پر تیر پھینکیں گے بلکہ وہ لاالہ الااللہ واللہ اکبر کا نعرہ بلند کریں گے تو اس شہر کی ایک جانب کی فصیل گر جائے گی، ثور بن یزید راوی کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس جانب کی فصیل کے بارے میں فرمایا جو سمندر کی طرف ہے، پھر وہ دوسری مرتبہ لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کہیں گے تو دوسری جانب والی فصیل گر جائے گی، پھر وہ تیسری مرتبہ لا الہ اللہ واللہ اکبر کہیں گے تو ان کے

لیے شہر میں داخل ہونے کا راستہ کھل جائے گا، چنانچہ وہ اس میں داخل ہو کر غنیمت حاصل کریں گے، ابھی وہ تقسیم میں مصروف ہوں گے کہ ان کے کانوں میں ایک زوردار آواز پڑے گی کہ دجال نکل آیا، وہ ہر چیز کو چھوڑ کر واپس لوٹ آئیں گے (مسلم: ۲۹۲۰)

حدیث شریف میں مذکور شہر سے مراد قسطنطنیہ کا شہر ہے کیونکہ اس کا محلِ وقوع جو اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہ قسطنطنیہ پر صادق آتا ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ بعض شُرّاحِ حدیث نے اس کا مصداق شہر قسطنطنیہ کے علاوہ روم کے کسی اور شہر کو قرار دیا ہے پس ان حضرات کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ شہر قسطنطنیہ تو کچھ قتل و قتال کے ذریعے فتح ہو گا اور روم کا یہ شہر مجاہدین کے نعرۂ تکبیر سے۔

نوٹ: حدیث مذکور کا ایک مطلب تو وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا کہ شہر قسطنطنیہ مجاہدین اسلام کے فلک شگاف نعرۂ تکبیر سے فتح ہو گا یعنی حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے۔

اور بعض شراحِ حدیث نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ شہر کی فصیل مجاہدین اسلام کو اس شہر میں داخل ہونے سے نہ روک پائے گی جس کی تعبیر حدیث شریف میں نعرۂ تکبیر کے ذریعے فتح ہونے سے کی گئی ہے یعنی حدیث سے اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ اللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم

ایک اشتباہ کا ازالہ

سوال:- اس حدیث میں تو بنو اسحاق کی اولاد میں سے ستر ہزار لوگوں کے جہاد کرنے کی بات مذکور ہے، جبکہ بنو اسحاق کا مصداق تو اہلِ روم یعنی نصاریٰ ہیں، تو پھر وہ کیسے جہاد کریں گے اور قسطنطنیہ فتح کریں گے؟

جواب:۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ حدیث پاک میں معروف و محفوظ لفظ "بنو اسحاق" کی جگہ بنو اسماعیل ہے۔

اور اگر بنو اسحاق ہی کا لفظ ہو تو ان سے مراد عرب کے مسلمان ہیں، اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آخر زمانے میں اہلِ روم مسلمان ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ ان کی ایک جماعت کے ہاتھوں قسطنطنیہ فتح ہو۔

سوال وجواب

سوال: قسطنطنیہ یعنی استنبول جب اسلامی ملک ترکی کا دارالسلطنت ہے اور جب سے فتح ہوا اس وقت سے آج تک مسلمانوں کے قبضے میں ہے تو پھر دوبارہ اس کے فتح ہونے کا کیا مطلب؟

جواب (۱) یہ شہر مسلمانوں کے قبضے سے نکل جائے گا اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو آمدِ مہدی سے پہلے یہ شہر مسلمانوں کے قبضے سے نکلے اور حضرت مہدی آکر اسے دوبارہ فتح کریں، یا آمدِ مہدی کے بعد مسلمانوں کے قبضے سے نکلے، حضرت مہدی ہی کے دور میں اس پر نصاریٰ کا قبضہ ہو اور حضرت مہدی رضی اللہ تعالی عنہ دوبارہ اسے فتح کریں دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

جواب (۲) بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ قسطنطنیہ شہر تو گویا اُسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے جس وقت تُرک حکومت نے اَعداءِ اسلام یعنی یہود و نصاری کے ساتھ معاہدہ کیا اور اسلامی و شرعی نظام اور دستور کو بالائے طاق رکھ کر مغربی و یورپی دستور و نظام کو قبول کیا اور اعلان کیا کہ ہماری یہ حکومت اسلامی حکومت نہیں ہے، اب ان شاء اللہ العزیز اسکے بعد پھر دوبارہ اس کی وہ اسلامی اور شرعی فتح لوٹے گی جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے۔

آلِ قحطان کا جابر بادشاہ

مارے ڈر کے جس کی لوگ اطاعت کریں گے اور اس کے پاس جمع رہیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ، يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ " (بخاری:۷۱۱۷) کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک قبیلۂ قحطان سے (جو یمن کا قبیلہ ہے) ایک ایسا شخص نہ ظاہر ہو جو (اپنے اقتدار کے زور پر) لوگوں کو اپنی لاٹھی سے نہ ہانکے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص سخت طبیعت اور ظالم ہونے کے سبب حقیقتاً ان لوگوں کو اونٹوں اور بکریوں کی طرح ہانکے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ شخص نیک اور منصف بادشاہ ہو گا ضربِ عصا یعنی لاٹھی مارنے سے مراد لوگوں کی اس کی حد درجہ اطاعت و فرماں برداری ہے، ہاں البتہ عاصی اور نافرمانوں کے لیے ضرور سخت ہو گا، اس قول کی تائید حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ورَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ كُلُّهُمْ صَالِحٌ کہ ایک آدمی قبیلۂ قحطان کا خلیفہ ہو گا وہ سب (خلفاء) نیک ہوں گے۔ (نعیم بن حماد)

جہجاہ نامی بادشاہ کے متعلق پیشین گوئی

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صل وسلم نے ارشاد فرمایا "لَا تَذْهَبُ الْأَيَّامُ وَاللَّيَالِي، حَتَّى يَمْلِكَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاه" و فی روایۃ: حَتَّى يَمْلِكَ رَجُلٌ من الموالی يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ" کہ اس وقت تک رات ودن ختم نہ ہوں گے جب تک جہجاہ نامی ایک شخص بادشاہ نہ بن جائے جو غلاموں کی نسل سے ہو گا۔ (مسلم:۲۹۱۱)

مسلمانوں سے یہود کی آخری جنگ

علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت مسلمانوں کی یہودیوں کے ساتھ جنگ ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ یہود، مسیحِ ضلالت دجال اکبر کا لشکر ہونگے اور اہل اسلام، مسیحِ ہدایت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سپاہی ہوں گے، اور یہ لڑائی ایسی ہو گی کہ اس میں یہود بے بہود چُن چُن کر مارے جائیں گے ان کے واسطے زمین کا کوئی حصہ جائے پناہ ثابت نہ ہو گا یہاں تک کہ درخت و پتھر بھی بول کر ان کی نشاندہی کریں گے، جیساکہ حدیث پاک میں آیاہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

" لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ، فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ اوالشَّجَرِ، فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللهِ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي، فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغَرْقَدَ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ"(مسلم:۲۹۲۲)

کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ مسلمان یہود سے جنگ کریں گے اور مسلمان یہود کو قتل کریں گے یہاں تک کہ جو یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپا ہوا ہو گا تو وہ پتھر مسلمان کو آواز دے کر کہے گا کہ اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے (چھپا) ہے اسے قتل کردے سوائے غرقد نامی درخت کے کیونکہ یہ یہود کے درختوں میں سے ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی مسلمانوں کی یہود کے ساتھ جنگ ہوئی اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ و فتح حاصل ہوئی اور آنحضور ﷺ کے بعد بھی مسلمانوں نے آپ کے ارشاد مبارک

"لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِمًا" (مسلم:۱۷۶۷)

کہ میں ضرور یہود و نصاری کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کرونگا یہاں تک کہ جزیرۃ العرب میں صرف مسلمان رہیں گے.

اس حدیث کے تحت یہود کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کیا گیا لیکن یہ لڑائی علامت قیامت والی لڑائی نہیں تھی بلکہ احادیث صحیحہ کے مطابق یہود کے ساتھ علامت قیامت والی لڑائی، وہ لڑائی ہو گی جو ان کے ساتھ خروجِ دجالِ اکبر اور نزولِ عیسی مسیح علیہ السلام کے بعد ہو گی۔

حرمِ محترم کی بے حرمتی اور کعبۃُ اللہ کا انہدام

قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ خود مسلمان حرمِ محترم کی حرمت و تعظیم کو پامال کریں گے، اس کی جو شرعی تعظیم و توقیر لازم ہے اس کا پاس ولحاظ نہ رکھیں گے، اور جو کچھ اس کے خصوصی احکام و آداب بجالانے ضروری ہیں انہیں بالائے طاق رکھ کر اس کی بے حرمتی کے مرتکب ہوں گے اور جب مسلمانوں کی طرف سے حرمِ محترم کے ساتھ یہ سلوک وبرتاؤ پایا جائے گا تو اس وقت مسلمان ہر طرف سے ہلاکتوں اور بربادیوں سے گھر جائیں گے، اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اہلِ حبشہ بیت اللہ پر چڑھائی کر دیں گے اور ایک چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبۃ اللہ کو ڈھائے گا، اس کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا اس کے زیورات نوچ ڈالے گا، غلافِ کعبہ سے کعبہ شریف کو ننگا کر دے گا اور اس کا خزانہ لوٹ لے جائے گا اور اس کے بعد پھر کبھی کعبہ آباد نہ ہو گا بلکہ اس کے بعد قیامت ہی آئے گی اور یہ سب کچھ اس وقت ہو گا جب روئے زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہ جائے گا اور ظاہر سی بات ہے کہ جب کوئی

مومن ہی نہ بچے گا تو پھر اسے دوبارہ آباد کون کرے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایاوَلَنْ يَسْتَحِلَّ هَذَا الْبَيْتَ إِلا أَهْلُهُ ، فَإِذَا اسْتَحَلُّوهُ فَلا تَسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ ، ثُمَّ تَأْتِي الْحَبَشُ ، فَيُخَرِّبُونَهُ خَرَابًا لا يَعْمُرُ بَعْدَهُ أَبَدًا ، وَهُمُ الَّذِينَ يَسْتَخْرِجُونَ كَنْزَهُ (مسند أحمد:۷۸۹۷)

کہ ہرگز بیت اللہ کو حلال قرار نہیں دیں گے یعنی اس کی حرمت کو پامال نہیں کریں گے مگر بیت اللہ والے ہی یعنی مسلمان، پس جب وہ اس کی حرمت کو پامال کریں گے تو ان کی ہلاکت کے متعلق نہ پوچھو، پس اہلِ حبشہ آئیں گے اور وہ بیت اللہ کو اس طرح ویران کر دیں گے کہ پھر اس کے بعد وہ کبھی آباد نہ ہو گا اور یہی لوگ اس کا خزانہ بھی نکالیں گے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ، وَيَسْلُبُهَا حِلْيَتَهَا ،وَيُجَرِّدُهَا مِنْ كِسْوَتِهَا،وَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِأُصَيْلِعَأُفَيْدِعَ، يَضْرِبُ عَلَيْهَا بِمِسْحَاتِهِ وَمِعْوَلِهِ (مسند احمد:۷۰۵۳)

کہ کعبۃ اللہ کو دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی شخص ویران کرے گا، وہ اس کی خوبصورتی کو پامال کرے گا اور اسے اس کے غلاف سے ننگا کر دے گا، اور گویا کہ میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ سر کا گنجا اور ٹیڑھے پاؤں والا خانہ کعبہ پر اپنا بیلچا اور کدال چلا رہا ہے۔

اور سنن ابی داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا اتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوكُمْ، فَإِنَّهُ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ إِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ

الْحَبَشَةِ (سنن ابی داود:۴۳۰۹)

کہ حبشیوں کو چھوڑے رکھو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں یعنی ان سے لڑائی میں پہل نہ کرو اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی بیت اللہ کے خزانے کو نکالے گا۔

خزانۂ کعبہ سے مراد

(۱) وہ خزانہ ہے جو اس کے نیچے دفن ہے۔
(۲) یا وہ خزانہ ہے جو اللہ رب العزت نے بیت اللہ کے نیچے پیدا کیا ہے۔
(۳) یا وہ مال ہے جو بطور نذرانہ بیت اللہ کو دیا جاتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کئی مرتبہ بیت اللہ شریف کی حرمت پامال ہو چکی ہے سب سے پہلے یزید کے زمانے میں، اور عبد الملک بن مروان کے عہد خلافت میں جب اس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو مکۃ المکرمہ سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے مکہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا چنانچہ حجاج بن یوسف نے مکۃ المکرمہ پر حملہ کیا، حرمِ محترم میں لڑائی کی، اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کو حرم محترم کے اندر قتل کیا اور بیت اللہ کو ڈھایا۔

اور سن ۳۲۰ ہجری خلیفہ مقتدر باللہ عباسی کے دورِ اقتدار میں ابو طاہر القرمطی نے حرم کے اندر بے شمار حاجیوں کو قتل کیا، حجرِ اسود کو خانۂ کعبہ سے اکھاڑا اور اپنے ساتھ لے گیا اور پھر چند سالوں کے بعد دوبارہ واپس لایا گیا جس کا ذکر پیچھے ص ۱۰۰ پر آ چکا ہے، پھر سب سے آخر میں بالکل قیامت کے قریب یہ حبشی شخص جس کا ذکر اوپر ہوا، حرمِ محترم کی حرمت کو پامال کرے گا اور خانۂ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا پھر اس کے بعد دوبارہ کعبہ کبھی آباد نہ ہو سکے گا، بلکہ قیامت ہی آئے گی۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت وہ کوفیوں کی دعوت پر کوفہ جانے لگے تو لوگوں نے انہیں کوفہ نہ جانے کا مشورہ دیا تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ میرے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ) نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ عنقریب بیت اللہ کی حرمت کو پامال کیا جائے گا قال الحسین رضي الله عنه وَلاَنْ اُقْتَلَ خَارِجها بِشِبْرٍ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اُقْتَلَ دَاخِلَهَا (الاشاعه) حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا البتہ میں ایک بالشت کے بقدر حرم کے باہر قتل کیا جاؤں یہ مجھے اس سے بہت زیادہ محبوب ہے کہ میں حرم کے اندر قتل کیا جاؤں۔

سوال جواب

سوال اہلِ حبشہ بیت اللہ شریف کو کیسے منہدم کریں گے جب کہ ارشاد باری تعالی ہے أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا (سورۂ عنکبوت:۶۷) کیا ان لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے شہر مکہ کو امن والا حرم بنایا ہے۔

اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اصحابِ فیل کو تو عذاب آسمانی کے ذریعے بھسم کر دیا گیا تھا جب وہ بیت اللہ کے گرانے کے ارادے سے اس کے قریب پہنچے تھے ؟۔

(۱)جواب: حدیث پاک میں بیت اللہ شریف کی جو ویرانی مذکور ہے وہ بالکل قیامت کے قریب ہوگی جس وقت روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا مؤمن نہ بچے گا اور بیت اللہ کا حرمِ آمن اور آباد ہونا ہمیشہ کے لیے نہیں ہے بلکہ قُربِ قیامت تک کے لیے ہے اور اس وقت تک کے لیے ہے جب تک اہلِ ایمان خود اس کی حرمت کو پامال نہ کریں۔

جواب (۲) اس کو حرماً آمناً غالب اور اکثر اوقات کے اعتبار سے کہا گیا ہے، آیت

کریمہ اس کے ہمیشہ ہمیش حرمِ آمن ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔

جواب(۳) آیت کریمہ میں بندوں کو حکم ہے کہ اس جگہ کو امن والی جگہ بنائے رکھیں، بایں طور کہ اس میں کسی قسم کی فتنہ پردازی نہ کریں اور نہ ہی کسی شخص یا کسی چیز سے کسی قسم کی چھیڑ خانی کریں۔

احوالِ زمانہ کا متغیر ہونا

لا یزدادُ الأمرُإلّاشدّةً ولا الدُّنیاإلّاإدبارًا (ابن ماجہ) معاملہ سخت سے سخت تر ہوتا جائے گا اور دنیا پسپائی و تنزلی ہی کی طرف بڑھتی جائے گی۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہےلایَزدادُالزمانُإلّا شدَّةً،ولایَزدادُالنّاسُ إلّا شُحًّا،ولاتقومُ الساعةُ إلّا على شِرارِ النّاسِ، (المستدرک:۴۴۲) کہ زمانہ سختی ہی بڑھاتا جائے گا اور لوگ بخل ہی میں ترقی کریں گے اور قیامت برے ہی لوگوں پر قائم ہو گی۔

قیامت کی ایک علامت زمانہ کے احوال کا بدل جانا ہے کہ دنیا نیکی سے بدی، اچھائی سے خرابی کی طرف پلٹ جائے، مثلاً سب سے برا شخص سب سے اچھا سمجھا جانے لگے، کمینہ در کمینہ شخص دنیا سے سب سے زیادہ حصہ یافتہ بن جائے، جیسا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ (ترمذي ۲۲۰۹) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ دنیا کا کامیاب ترین شخص خبیث ابن خبیث ہو گا۔

لوگ اپنے امیر و پیشوا کو قتل کر کے آپس میں دست و گریباں ہو جائیں اور بدترین لوگ دنیا کے وارث بن جائیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تقومُ الساعةُ حتیٰتقْتُلُوا إمامَكم وتجْتَلِدُوا بأسيافِكم ويرِثَ

دنیا کم شرا رُکم (ترمذی:۲۱۷۰) کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک کہ تم اپنے امام کو قتل نہ کردو اور ایک دوسرے پر اپنی تلواریں نہ چلاؤ اور بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث نہ بن جائیں۔

نیکوں پر برے لوگوں کا غلبہ ہو جائے، مسجدوں پر اہل فسق کا تسلط ہو جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لِلسّاعةِأَشراطٌ. قيل: وما أَشراطُها؟ قال: غُلوُّ أهلِ الفِسقِ في المساجِدِ، وظهورُ أهلِ المنكرِ على أهلِ المعروفِ (حلية الأولياء)

کہ قیامت کی کچھ علامتیں ہیں، پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا مسجدوں پر اہلِ فسق کا تسلط اور نیکوں پر بروں کا غلبہ۔

امانتوں کا ضیاع اور ہر قسم کی ذمہ داریاں اہل داروں کو چھوڑ کر نااہلوں کے سپرد کی جائیں جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا اذَاضُيِّعَتِ الاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ کہ جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔

اور فرمایا اذَا وُسِّدَ الأمرُ إلىٰ غَيْرِ أَهْلِهٖ فانتظر الساعة کہ جب معاملہ نااہلوں کے سپرد ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا، فاسق و فاجر لوگ قبیلے اور خاندان کے سردار بن جائیں اور قوم کے پیچ اور ذلیل لوگ قوم کے لیڈر و سربراہ ہو جائیں، حکومت و امارت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں ہو جاے، جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا وَسَادَالقبيلةَفاسقُهم وكان زعيمُ القومِ أَرْذَلَهم (ترمذی) کہ بد دین خاندان کے سردار اور کمینہ قوم کے ذمہ دار بن جائیں۔

اور آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے قیامت کی علامت پوچھنے پر بیان فرمایا کہ تم ننگے بدن، ننگے پیر، غریب اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھو کہ وہ بلند و بالا عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہوں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ تم ننگے پیروں ننگے بدن بہرے گونگے لوگوں کو زمین کا حکمراں دیکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تأتي على النّاسِ سَنواتٌ [خدّاعاتٌ] يُصدَّقُ فيها الكاذبُ، ويُكَذَّبُ فيها الصّادقُ، ويؤتَمنُ فيها الخائنُ ويخوَّنُ فيها الأمينُ، وينطِقُ الرُّوَيْبضة قيلَ: يا رسولَ اللّهِ وما الرُّوَيْبضةُ؟ قالَ: الرَّجلُ التّافِهُ يتَكَلَّمُ في أمرِ العامَّةِ (المستدرک للحاکم: ٦٥٩) کہ یقیناً لوگوں پر دھوکا دہی والے سال آئیں گے جس میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور خائن کو امانتدار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا اور بے وقوف اور خسیس لوگ عوام اور رعایا کے معاملات طے کریں اور انکے مسائل میں لب کشائی ورائے زنی کریں گے۔

زہد و قناعت کی جگہ عیش و تنعم والی زندگی گزاری جائے، سادگی اور کفایت شعاری کے بجائے آرائش وزیبائش اور فضول خرچی میں روپیہ صرف کیا جائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہمارے سامنے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالی عنہ آئے جن کے جسم پر صرف پیوند لگی ہوئی ایک چادر تھی، جب رسول اللہ سلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے، آپ کو ان کی خوش حالی کا وہ منظر یاد آیا گیا جس میں کل یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے تھے، اور آج اسلام قبول کرنے کے بعد وہ جس تنگ دستی میں ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیف بکم إذا غدا أحدُكم في حلةٍ وراح في حلةٍ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم میں سے کوئی شخص ایک جوڑا صبح کو

پہنے گا تو دوسرا شام کو

وَوُضِعَت بینَ یدَیه صَحفَةٌ ورُفِعَت أخری اور اس کے سامنے کھانے کا ایک پیالہ رکھا جائے گا تو دوسرا اٹھایا جائے گا

وستَرتم بیوتَکم کما تُستَرُ الکعبةُ اور تم اپنے گھروں کو ایسے کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ کو پہنائے جاتے ہیں

صحابہ کرام نے عرض کیا نحن یومئذٍ خیرٌ منا الیومَ نتفرغُ للعبادَةِ ونُکفی المؤنةَ؟ ہم اس دن آج کے دن سے اچھے ہوں گے کہ عبادت کے لئے فارغ ہوں گے اور مشقت سے کفایت ہو گی؟ آپ نے فرمایا لا بل أنتم الیومَ خیرٌ منکم یومئذٍ نہیں بلکہ آج کے دن تم اس کے مقابلے میں اچھے ہو، (ترمذی شریف: ۲۴۷۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوتی نظر آرہی ہے، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس قدر گھروں کو عمدہ وقیمتی کپڑوں کے ذریعے سجایا جاتا ہے، جلسہ وجلوس اور تقریبات کے موقعوں پر کیسے کیسے پر تکلف شامیانے اور منڈپ سجائے جاتے ہیں، مرد اور عورتیں دن میں کئی کئی جوڑے بدلتی ہیں خصوصاً خوشی اور شادی بیاہ کے مواقع پر، اور کھانے پینے میں متعدد ڈشوں کا انتظام رہتا ہے، ایک پیالہ ایک ڈش اگر سامنے سے اٹھائی جاتی ہے تو دوسری فوراً رکھی جاتی ہے، ایک دستر خوان سے لوگ اٹھ کر دوسرے دستر خوان پر بیٹھتے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ دنیا میں آنے کا مقصد صرف کھانا پینا اور موج مستی کرنا ہے، جبکہ صرف پیٹ اور شہوت کی فکر کافروں اور جانوروں کی صفت ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وَالَّذِینَ کَفَرُوا یَتَمَتَّعُونَ وَیَأْکُلُونَ کَمَا تَأْکُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًی لَهُم (محمد / ۱۲) (اور جنہوں نے کفر اپنا لیا وہ یہاں تو مزے اڑا رہے ہیں اور اس طرح کھا رہے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا آخری ٹھکانہ ہے)۔ اور جیسا کہ کہا گیا ہے ھم المؤمن فرسه وھم المنافق

بطنہ کہ مومن کو اپنے گھوڑے کی فکر رہتی ہے (جہاد اور آخرت کی) اور منافق کو اپنے پیٹ کی۔

آدمی مال و دولت کی بنیاد پر اجنبیہ، دنیہ ورذیلہ اور غیر معروفُ النسب عورت کو پیغامِ نکاح دے گا اور اپنی شریف، معروفُ النسب رشتہ دار عورت کو اس کی غربت کی وجہ سے نظر انداز کردے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا تقوم الساعةُ حتی ترجعوا حرابین، وحتی یعمَدَ الرجلُ إلی النَّبَطیَّةِ فیتَزَوَّجُها علی معیشته، ویترك بنت عمِّه لا ینظرُ إلیها (طبرانی عن ابی امامة) کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم پھر آپس میں دست و گریباں ہو جاؤ گے اور آدمی عام اجنبیہ اور خسیس عورت سے نکاح کا ارادہ کرے اور اس سے اس کی مالداری کی بنیاد پر شادی کرے اور اپنے چچا کی لڑکی کو چھوڑے (شادی کے واسطے) اسے دیکھنے تک گوارا نہ کرے۔

لوگوں کا دین پر چلنا انتہائی مشکل اور دشوار ہو جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یأتي علی النّاسِ زمانٌ الصّابرُ فیهم علی دینِه کالقابضِ علی الجمرِ (ترمذی: ۲۲۶۰) کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آرہاہے کہ اس میں دین پر جمارہنے والا چنگاری کو ہاتھ میں لینے والے کی طرح ہوگا

یعنی جس طرح انگار کو پکڑنا اور اس کو دیر تک اپنے ہاتھ میں روکے رکھنا نہایت مشکل اور دشوار ہے اسی طرح دین پر ثابت قدم رہنا اور اخیر زمانہ میں اس پر استقامت اختیار کرنا انتہائی مشکل ہوگا کیونکہ فسق و فجور کا ظہور اور فساق و فجار کا غلبہ ہوگا اور دین کی حمایت و موافقت کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگی۔

امتِ مسلمہ کثرتِ تعداد کے باوجود کُوڑا کرکٹ کے مانند بے وقعت و بے حیثیت ہوگی۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے یوشِكُ الأممُ أن تَداعی

عليكم، كما تَداعى الأكَلةُ إلى قصعتِها، فقال قائلٌ: ومن قِلّةٍ نحن يومئذٍ؟ قال: بل أنتم يومئذٍ كثيرٌ، ولكنّكم غُثاءٌ كغُثاءِ السَّيلِ، ولينزِعَنَّ اللهُ من صدورِ عدوِّكم المهابةَ منكم، وليقذِفَنَّ اللهُ في قلوبِكم الوهْنَ، فقال قائلٌ: يا رسولَ اللهِ وما الوهْنُ؟ قال حبُّ الدُّنيا وكراهيةُ الموت(سنن ابي داود:۴۲۹۷) کہ قریب ہے لوگ تم پر (حملہ کرنے کے واسطے) ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں جیسے کھانے والا اپنے پیالہ کی طرف بلاتا ہے، ایک شخص نے عرض کیا ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہو گا؟ فرمایا بلکہ اس وقت تو تمہاری کثرت ہو گی مگر تم سیلاب کے کوڑا کرکٹ کی طرح ہو گے (یعنی تمہاری قوت و شجاعت ختم ہو جائے گی) اور اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ! وھن کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔

ظاہر سی بات ہے جب دنیا سے محبت ہو گی تو اس کی طرف کثرت سے رغبت ہو گی اور اس میں حد درجے کا انہماک ہو گا اور جب آدمی دنیا میں مستغرق ہو گا تو وہ موت کو پسند نہیں کرے گا یعنی دشمن سے مقابلہ کی طاقت اپنے اندر نہ پاوے گا۔

میراث تقسیم نہ کی جائے اور مالِ غنیمت پر کوئی خوشی اور فرحت نہ ہو جیساکہ حدیث پاک میں ہے اِنّ السَّاعَةَ لَاتَقُومُ حتی لایُقَسَّمُ میراثٌ وَلایُفْرَحَ بِغَنِیْمَةٍ (مسلم)

وہ چند علاماتِ قیامت جن کو "الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ" کے مصنف نے ذکر فرمایا ہے

مومن کی قدر و قیمت قبیلے اور خاندان میں روپے پیسے سے بھی زیادہ کم تر

ہو گی،اَنْ یَّکُونَ المُومِنُ فِي الْقَبِيلَةِ اذَلَّ مِنَ الْنَقَدِ (طبراني عن ابن مسعود)

لوگوں میں ایمان والا ایسا چھپے گا جیسے کہ پہلے زمانہ میں منافق ایمان والوں میں چھپا کرتا تھا،یاتي علي الناس زمان یستخفي المومن فیهم کمایستخفي المنافق فیکم ،(ابن السني عن جابر)

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں علماء کو اس طرح قتل کیا جائے گا جیسے کہ کتوں کو قتل کیا جاتا ہے، یعنی علما بے قدر ہو جائیں گے یاتِي علي الناسِ زمانٌ یقتل فیهاالعلماء کماتقتل الکلاب۔۔۔(الدیلمي. عن علي)

علماء پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں ان کے نزدیک موت سرخ سونے سے بھی زیادہ محبوب ہو گی، یاتي علی العلماء زمان الموت احب الی احدهم من الذهب الاحمر ،(ابو نعیم. ابو هریره)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں نہ تو عالم کی پیروی کی جائے گی اور نہ حلیم و بردبار شخص سے شرم کی جائے گی ،یاتي علي الناس زمان لایتبع فیه العالم ولایستحي فیه من الحلیم ،

اور نہ بڑوں کی تعظیم و توقیر کی جائے گی اور نہ چھوٹوں کیساتھ رحم اور شفقت کا معاملہ کیا جائے گا،لایوقر فیه الکبیر ولایرحم فیه الصغیر ،

لوگ دنیاوی امور پر ایک دوسرے کو قتل کریں گے یقتل بعضهم بعضا علی الدنیا،

ان کے دل عجمیوں کے مانند ہونگے اور زبانیں عربوں کے مثل،قلوبهم قلوب الاعاجم ،والسنتهم السنة العرب،

نہ نیکی و بھلائی جانیں گے اور نہ کسی برائی سے روکیں گے،لایعرفون معروفا ولاینکرون منکرا۔

غیروں اور اجنبیوں کے ساتھ تعلقات قائم کیے جائیں گے اور اپنوں اور رشتے داروں کے ساتھ تعلقات توڑے جائیں گے،ان یتواصل الاطباق وتقطع الارحام (طبراني عن ابن مسعود)

اہلِ علم تحصیلِ علم کو مال و دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیں اور قرآن کو ذریعۂ معاش بنالیا جائے۔

من اقتراب الساعة...اذا تعلم علماءکم ليجعلوا به دنانيركم ودراهمكم واتخذتم القران تجارة.(ديلمي. عن علي)

یہ بھی قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ پڑوسی پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے، رشتے ناطے توڑے جائیں، تلوار جہاد سے رکھ دی جائے یعنی فریضۂ جہاد بالکل ترک دیا جائے، دین کے ذریعے دنیا کمائی جائے ،من اشرا ط الساعة سوءالجواروقطيعة الارحام وان يعطل السيف من الجهاد وان تجلب الدنيا بالدين (ابن مردويه. عن ابي هريرة)

یہ بھی قیامت کے قریب آنے کی علامت ہے کہ پچاس لوگ نماز پڑھیں گے لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی نماز درجۂ قبولیت نہ حاصل کر سکے گی ، من اقتراب الساعة ان تصلي خمسون نفسالايقبل لاحدهم صلوة (رواه ابوالشيخ. عن ابي الدرداء)

اور ایک حدیث میں ہے يوشك أن يأتي على الناس زمان لا يبقى من الإسلام إلا اسمه ، ولا يبقى من القرآن إلا رسمه ، مساجدهم عامرة وهي خراب من الهدى ، علماؤهم شر مَن تحت أديم السماء ، مِن عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود)رواه ابن عدي في " الكامل " (۴/۲۲۷)، والبيهقي في " شعب الإيمان) کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں اسلام کا صرف نام رہ

جائے گا یعنی لوگ صرف نام کے مسلمان ہونگے اور قرآن کے صرف حروف و نقوش رہ جائیں گے یعنی ان کے احکام پر عمل کرنے والے نہ ہوں گے، ان کی مسجدیں تو ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے خوب آباد ہوں گی لیکن ہدایت سے ویران اور خالی ہوں گی یعنی یا تو نمازی نہ ہوں گے اور اگر ہوں گے بھی تو خشوع خضوع سے عاری اور خالی ہوں گے، اس زمانے کے علماء آسمان کے نیچے سب سے برے ہوں گے انہیں کے درمیان سے فتنہ اٹھے گا انہیں میں دفن ہو گا۔

عقل ناپید ہو جائے گی اور سمجھ گھٹ جائے گی [إنَّ من علاماتِ البلاءِ وأشراطِ الساعةِأن تَعْزُبَ العقولُ وتنقصَ الأحلامُ (مجمع الزوائد)عن ابن عمر۔

دنیا کا ویران حصہ آباد کیا جائے گا اور آباد حصہ ویران کیا جائے گا،ان یعمر خراب الدنیاو یخرب عمرانها(طبراني)

لوگوں پر ایک ایسازمانہ آئے گا کہ جس میں لوگوں کی فکر صرف اپنے پیٹوں تک محدود ہو کر رہ جائے گی ،یعنی صرف کھانے پینے اور کمانے کے چکر میں رہیں گے، اور ان کی برائی (ان کا فتنہ) ان کے مال و اسباب ہوں گے، ان کا مرکزِ توجہ ان کی عورتیں ہوں گی ،یعنی اپنی شہوت پوری کرنا اور بیویوں کو راضی اور خوش رکھنا ہی ان کا نصبُ العین ہو گا، ان کا دین و مذہب ان کے دراہم و دنانیر ہوں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں ان کے لئے اللہ کے پاس کوئی حصہ نہیں کما عن علي رضي الله یاتي علي الناس زمان همهم بطونهم وشرهم متاعهم وقبلتهم نساءهم ودينهم دراهمهم ودنانيرهم اولئك شر الخلق لا خلاق لهم عندالله!

فصلِ ثانی: علاماتِ کبریٰ کے بیان میں

قیامت کی دس بڑی علامتیں:

علاماتِ کبریٰ و قریبہ "اَلتِيْ تَعْقبُهَا السَّاعَةُ" یعنی وہ علامتیں جو بالکل وقوعِ قیامت کے قریب اخیر میں یکے بعد دیگرے پے درپے ایسے ظاہر ہوں گی جیسے دھاگے میں پرویا ہوا دانہ دھاگہ ٹوٹنے سے گرتا ہے اور یہ سمجھیئے کہ بس اس کے بعد قیامت آہی جائے گی اور جن علامتوں کا تعلق کائنات میں واقع ہونے والے عجیب و غریب واقعات سے ہے۔ ایسی کل دس بڑی علامتیں ہیں، جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے ایک ہی خُطبہ کے اندر بیان فرمادیا ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے عن حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ ، قَالَ : اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ ، فَقَالَ : " مَا تَذَاكَرُونَ ؟ " ، قَالُوا : نَذْكُرُ السّاعَةَ ، قَالَ : " إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ ، فَذَكَرَ الدُّخَانَ ، وَالدَّجَّالَ ، وَالدَّابَّةَ ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا ، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ ، وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ " (مسلم:۲۹۰۱) حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم (قیامت کا) تذکرہ کررہے تھے کہ اتنے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کس چیز کا تذکرہ کررہے ہو؟ لوگوں نے کہا قیامت کا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے ان علامات کو بیان فرمایا اور وہ

دس علامتیں یہ ہیں: (۱) دُخان (یعنی ایک عالمگیر دھواں، جو اٹھے گا اور آسمان و زمین کے خلا کو بھر دے گا) (۲) خروجِ دجال (۳) خروجِ دابۃُ الارض (یعنی زمین سے ایک عجیبُ الخِلقت جانور کا نکلنا جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔) (٤) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) نزولِ عیسی مسیح علیہ السلام (٦) خروجِ یاجوج و ماجوج ، تین زلزلے (۷) ایک زلزلہ مشرق میں (۸) ایک مغرب میں (۹) اور ایک جزیرۃُ العرب میں (۱۰) یمن کے قعرِ عدن سے نکلنے والی آگ جو تمام لوگوں کو محشر میں جمع کر دے گی۔

تنبیہ

خیال رہے کہ علاماتِ کبریٰ کے وقوع کی ترتیب کے سلسلے میں کہ کون علامت پہلے ظاہر ہو گی اور کون بعد میں، کوئی صریح نص موجود نہیں ہے بلکہ وقوع کی ترتیب کے بارے میں احادیث مختلف ہیں، بعض احادیث میں ترتیب کچھ مذکور ہے اور بعض میں کچھ، اس لیے حدیثِ بالا میں علامات عشرہ کی جو ترتیب ذکر کی گئی ہے اس کو وقوع کی ترتیب پر نہ سمجھا جائے اور یہاں حدیث میں جو "واو" مذکور ہے وہ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے اس لیے یہ دسوں علامتیں وقوع کی ترتیب کے موافق مذکور نہیں ہیں بلکہ غیر مرتب طور پر مذکور ہیں جیسا کہ بذل المجہود میں ہے "وھذہ الاٰیات لم تذکر مرتبۃ علی ترتیب وقوعھا" صفحہ نمبر ۱۱٦ جلد نمبر ۱۷، اور مرقات میں ہے۔ "فالواؤ لِمُطلقِ الجمع"

لیکن اہلِ علم حضرات نے دیگر احادیث کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے اس کی روشنی میں ان علامات کے وقوع کی ایک ترتیب اس طرح بیان فرمائی ہے کہ سب سے پہلے تین زلزلے آئیں گے اس کے بعد خروج دجال ہو گا، پھر حضرت عیسی علیہ السلام

آسمان سے اتریں گے پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے پھر ایک حیرت انگیز دخان یعنی دھواں نمودار ہوگا اس کے بعد سورج مغرب سے طلوع ہوگا پھر زمین سے ایک جانور نکلے گا اور سب سے آخر میں یمن کے قعرِ عدن سے آگ نکلے گی جیساکہ بذل المجھود میں ہے فاوّل الآیات الخسوفات ثم خروج الدجال ثم نزول عیسی ثم خروج یاجوج و ماجوج (جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۷) کہ سب سے پہلی نشانی چند زلزلے ہیں پھر دجال کا نکلنا ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا ہے پھر یاجوج ماجوج کا خروج ہے۔

پس اسی ترتیب کے مطابق ہر ایک علامت کی تفصیل لکھی جاتی ہے لیکن یہ ترتیب حتمی و یقینی نہ سمجھی جائے، کیونکہ اس کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں علماء کے اقوال منقول ہیں۔

صاحبِ فتح الودود کی رائے

علاماتِ کبریٰ کے وقوع کی ترتیب کے بابت سب سے اچھی رائے صاحبِ فتح الودود کی ہے جو توقُّف اور تفویض کے قائل ہیں (کہ کون علامت پہلے واقع ہوگی اور کون بعد میں اس کا صحیح علم اللہ کو ہے) جیساکہ بذل المجھود میں ہے الأقرب فی الإیمان مثله التوقف والتفویض إلی عالمه (جلد ۱۷ ص ۱۱۶) کہ ان جیسی باتوں پر ایمان لانے کے سلسلے میں حق کے قریب بات، توقف اور اسکے جانکار کے حوالے کرنا ہے۔

اور یہ قول آیتِ کریمہ لَا تَأْتِیکُمْ إِلَّا بَغْتَةً (الاعراف ۱۸۷) (کہ قیامت تو تم پر اچانک آئے گی) کے زیادہ موافق ہے کہ جس طرح متعین طور پر وقوعِ قیامت کا علم حکمت و مصلحت کے تحت بندوں سے مخفی رکھا گیا ہے اسی طرح اس کی علامتوں کے وقوع کی ترتیب کو بھی حکمةً مخفی اور پوشیدہ رکھنا تھا اس لیے احادیث میں ان کو تقدیم و تاخیر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

علاماتِ کبریٰ کے بیان کے موقع پر سب سے پہلے ذکر آتا ہے آمدِ مہدی کا اس

لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے حالات پر کچھ روشنی ڈال دی جائے۔

عقیدۂ آمدِ مہدی

خروجِ دجّال کذّاب اور نزولِ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے آمدِ حضرت مہدیؓ ہے، علماء نے قیامت کی علامات کبریٰ و قریبہ میں سب سے پہلے آمدِ مہدی کو بیان فرمایا ہے، ظہور اور آمدِ مہدی امّت مسلمہ کے مسلّمہ، متّفقہ اور مسائل اعتقادیہ میں سے ہے، جس کا ثبوت احادیثِ کثیرہ و شہیرہ اور اجماعِ امّت سے ہے۔ خیرُ القرون صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک مسلسل ہر طبقۂ خاص و عام میں نقل ہوتا چلا آرہا ہے اس لیے زمانۂ اخیر میں ان کے ظہور و خروج کو قطعی و یقینی اور حق و سچ سمجھنا اور اس پر ایمان و اعتقاد رکھنا لازم وضروری ہے کما فی شرح عقیدۃ السفارینی: "فالإیمان بخروج المهدی واجب"، وفی النبراس: "فالتصدیق بخروجه واجب" اور انکار یا کسی قسم کی تاویل ضلالت و گمراہی ہے۔

ذِکرِ مہدیٔ آخر الزماں

حضرت مہدی کی پیدائش و ظہور، نام وحُلیہ اور دیگر صفات و خصوصیات کے متعلق بکثرت اتنی احادیث آنحضور اقدس ﷺ سے منقول ہیں جو حدِّ تواتر کو پہنچی ہیں جن کے انکار کی گنجائش نہیں کما في شرح عقیدۃ السفارینی: "قد کثرت الرّوایات بخروج المهدی حتّی بلغت حدّ التواتر المعنوی"، وقال الشیخ عبدالحق في اشعۃ اللمعات: ”دریں باب احادیث بسیار وارد شدہ قریب بتواتر“ کہ اس باب میں بہت روایات وارد ہوئی ہیں جو تواتر کے بالکل قریب پہنچی ہوئی ہیں، اور یہ تمام تفاصیل ان

کے متعلق اس لئے بیان کردی گئی ہیں تاکہ جب آپ تشریف لائیں تو ان کے متعلق کوئی اشتباہ واقع نہ ہو اور مسلمان ان کو بآسانی پہچان سکیں۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرکے ان کی نصرت اور مدد کرسکیں اور ان کے جھنڈے تلے جمع ہو کر تمام اسلام دشمن قوتوں سے جہاد کرسکیں۔ اور اگر کوئی جنونی اور خبطُ الحواس مہدیٔ آخر الزماں ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اس کے جھوٹ کا پردہ چاک کرسکیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قربِ قیامت میں آنے کے حتمی و یقینی ہونے کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ اگر دنیا کے تمام ایّام گذر کر صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے اور بالفرض اس وقت تک مہدی کا ظہور نہ ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کو طویل فرمادیں گے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص کو دنیا میں بھیجیں گے جو مجھ سے یا میرے اہلِ بیت سے ہو گا اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہو گا اور وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح سے کہ وہ اس سے پہلے ظلم و ستم سے بھری ہو گی۔ کما قال: ''لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلاَّ يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتَّى يَبْعَثَ فِيهِ رَجُلاً مِنِّي أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ أَبِي يَمْلأُ الأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلاً كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا'' (سنن أبي داود/ ۴۲۸۲) وفي سنن الترمذي [۲۲۳۰]: قال النبي ﷺ: ''لَاتَذْهَبُ الدُّنْيَاحَتَّى يَمْلِكَ العَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي'' یعنی دنیا اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک میرے گھرانے کا ایک ایسا شخص سرزمین عرب کا مالک نہ ہو جائے جس کا نام میرے نام جیسا ہو گا۔ وکما في البخاري ۳۴۴۹: ''كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ'' یعنی اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جبکہ عیسیٰ ابن مریم تمہارے درمیان اتریں گے دراں حالیکہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہو گا (یعنی حضرت مہدی) حدیث مذکور ''إمامكم منكم''

میں امام سے مراد حضرت مہدی ہیں جو اسی امت محمدیہ میں سے ہوں گے اور عیسی ابن مریمؑ ایک نماز ان کی اقتداء میں پڑھیں گے کما في فتح الباري [ج۷ ص۴۱۱]: "تواترت الأخبار بأن المهدى من هذه الأمة و أن عيسى يصلى خلفه" اور ایک موقع پر آنحضور ﷺ نے اس طرح فرمایا کہ یہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جبکہ میں اس کے شروع میں ہوں، مہدی درمیان میں اور حضرت عیسی اس کے آخر میں ہیں۔ كما في كنز العمال [۳۸٦: "لن تهلك أمة أنا في أولها و عيسى ابن مريم في أخرها و المهدي في أوسطها"۔

خیال رہے کہ وہ پہلے سے دجال اور شیعوں کے مہدی اَلْغَائِب کی طرح پیدا نہیں ہوئے ہیں بلکہ عام انسانوں کی طرح قربِ قیامت میں پیدا ہوں گے اور جب ان کی عمر چالیس برس کی ہو گی تو امّتِ مسلمہ ان کو اپنا امام اور قائد بنائے گی اور ان کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کر کے کفر کے برپا کردہ مظالم کے خلاف وہ عظیم جہاد شروع کرے گی کہ جس کا اختتام ان شاء اللہ عالمی خلافتِ اسلامیّہ کے قیام پر ہو گا۔

نوٹ: حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات جاننے کے لیے بندہ کی کتاب "مہدئ موعود" کا مطالعہ کیجیے۔

علاماتِ کبری کی تفصیل

(۱، ۲، ۳) تین خسوفات (یعنی تین بڑے زلزلے)

یہ دنیا کے طول و عرض میں زمین کے اندر دھنس جانے کے تین بڑے واقعات ہیں جو نہایت بھیانک اور بڑے سخت ہونگے، ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃُ العرب میں جیسا کہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ کہ ہر گز قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس سے پہلے دس (بڑی) علامتوں کو نہ دیکھ لوں (فذکر منھا) وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ (مسلم/۲۰) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علامتوں میں سے تین زلزلے ذکر فرمائے ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، اور ایک جزیرۃ العرب میں۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا بھی روایت کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

«سَيَكُونُ بَعْدِي خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُخْسَفُ بِالْأَرْضِ وَفِيهِمُ الصَّالِحُونَ؟ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَعَمْ إِذَا كَانَ أَكْثَرُ أَهْلِهَا الْخَبَثَ» (المعجم الاوسط للطبراني:۳۶۴۷)

کہ عنقریب میرے بعد مشرق میں ایک خسف ہو گا، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ایسے وقت میں بھی زمین دھنسائی جائے گی جبکہ اس میں نیک لوگ موجود ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ہاں جب زمین والے بکثرت برائی کریں۔

اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ مختلف زمانوں میں زمین کے طول و عرض میں جو زلزلے آچکے ہیں وہ سب علاماتِ صغری میں سے تھے اور یہ تین زلزلے جن کا اس حدیث میں ذکر آیا ہے یہ بڑی علامت ہیں کیونکہ انکا ذکر بڑی علامتوں کے ساتھ ہوا ہے اوران کا ظہور ابھی تک نہیں ہوا بلکہ آئندہ ہو گا اور یہ تینوں زلزلے گزشتہ تمام

زلزلوں سے وُسعت و پھیلاؤ اور کیفیت میں بڑھے ہونگے۔

(۴) خروجِ دجالِ اکبر

خروجِ دجالِ اکبر قیامت کی علامات کبریٰ و قریبہ میں سے ہے، جس کا ثبوت احادیثِ کثیرہ و شہیرہ سے ہے، جس کے متعلق بعض علماء کا قول حدِّ تواتر تک پہنچنے کا ہے، اس لئے یہ مسئلہ اہلِ سنت والجماعت کے عقائدِ مُسلّمہ و مُتَّفَقَہ میں سے شمار ہوتا ہے، ان کی عقائد کی کتابیں اِس اجماعی عقیدہ سے پُر ہیں، اور تمام اہلِ حق اس بات پر پختہ اِذعان ویقین رکھتے ہیں کہ فی الحال دنیامیں اس کا وجود بر حق اور قربِ قیامت میں خروج و ظہور حتمی و یقینی ہے، اور یہ کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کی ابتلاء و آزمائش اور ظاہر اُکھرے و کھوٹے میں امتیاز پیدا کرنے کی خاطر وقتی طور پر اس کو کچھ خوارقِ عادت قدرت عطاء فرمائیں گے مثلاً مُردوں کو زندہ کر دینا، اس کے حکم پر بادلوں سے بارش کا ہونا اور زمین کے خزانوں کا اس کے حکم سے اس کے پیچھے پیچھے چلنا وغیرہ وغیرہ، پھر اُس سے اِس قوت کو سلب کرکے اس کو عاجز و درماندہ کر دیں گے۔ البتہ فِرَقِ باطلہ میں سے کچھ خوارج و معتزلہ اور جَہمیہ نصوصِ صریحہ و کثیرہ کے باوجود اس کے وجود کے منکر ہیں، جو امت کے سوادِ اعظم کے مقابلہ میں اقّلِ قلیل ہونے کے سبب "لایُعبَأُ بِہٖ" کے درجہ میں ہیں، جن کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ کما فی فتح الباري ج ص : قال القاضي عياض: فی هذه الأحاديث حجة لأهل السنة فی صحة وجود الدجال و أنه شخص معين يبتلي الله به العباد و يُقدره على أشياء كإحياء الميت الذي يقتله و ظهور الخصب و الأنهار و الجنة و النار، و اتباع كنوز الأرض له و أمره السماء فيمطر والأرض فتنبت، و كل ذلك بمشية الله تعالى ثم يعجزه الله تعالى، وقال: وقد خالف فی ذلك بعض الخوارج و المعتزلة و

الجھمیة فأنکروا وجوده وردوا الأحادیث الصحیحة۔

سب سے بڑا فتنہ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَالدَّجَّالُ، وَدَابَّةُ الْأَرْضِ " » (مسلم:۳۹۸) کہ تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں تو اس وقت ایمان لانا کسی ایسے شخص کے حق میں مفید نہ ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے نکلنا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّاب (مسلم:۷۳۶۳)

کہ کوئی ایسے نبی نہیں گزرے ہیں جنہوں نے اپنی امت کو کانے جھوٹے (دجال) سے نہ ڈرایا ہو۔ فتنۂ دجال در حقیقت ایمان کی ایک نہایت کڑی و بڑی آزمائش ہے۔ فتنۂ دجال تاریخِ انسانی کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اتنا بڑا اور بھیانک فتنہ کہ اس سے بڑا فتنہ نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہو گا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قیامت قائم ہونے تک کوئی فتنہ دجّال کے فتنہ سے بڑا نہیں ہو گا۔ کما قال: "مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ" [مسلم / ۷۳۹۵] گویا کہ وہ ابلیس لعین کے ترکش کا سب سے بڑا، سب سے آخری اور سب سے مہلک تیر ہے جس سے مقابلہ آرائی کسی کے بس میں نہیں۔

حضرت امّ شریک رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا «لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ»، قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ: يَا رَسُولَ اللهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «هُمْ قَلِيلٌ»، (رواہ مسلم:۲۹۴۵) کہ لوگ دجال

کے خوف سے بھاگ کر پہاڑوں پر چلے جائیں گے امّ شریک کہتی ہیں کہ میں نے پوچھایا رسول اللہ پس ان دنوں اہل عرب کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا وہ بہت تھوڑی تعداد میں ہوں گے (اس لئے ان میں دجال سے مقابلہ کی طاقت نہ ہو گی اور وہ اس کے مقابلے سے عاجز و قاصر ہوں گے)۔

اِس فتنہ کی سنگینی و اہمیت کا اگر ہم اندازہ لگانا چاہیں تو اس سے لگا سکتے ہیں کہ تمام انبیاءِ سابقین نے اپنی اپنی امّتوں کو اس فتنہ سے ڈرایا اور آگاہ کیا۔ کما قال رسول اللہ ﷺ: "مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الأَعْوَرَ الْكَذَّابَ" [مسلم:۷۳۶۳] کہ کوئی نبی نہیں گزرے جو اپنی امت کو جھوٹے کانے (دجال) سے نہ ڈرائے ہوں، اور آپ ﷺ جن کی امّت کی ابتلاء و آزمائش کے لئے یہ عظیم فتنہ پیدا ہی کیا گیا ہے، جب آپ ﷺ اپنے اصحاب کے سامنے اس کا تذکرہ فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایک عجیب قسم کا خوف طاری ہو جاتا اور انھیں یوں محسوس ہوتا کہ دجال یہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ میں روپوش ہے، ابھی نکل کر ہمارے سامنے آجائے گا۔ کما فی مسلم: ۷۲۹۳ "حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ" اور بطور تسلی آپ فرماتے ڈرو مت اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو میں تمہاری طرف سے مدافعت کرنے والا ہوں گا (یا) اس سے حجت و بحث کروں گا (اور حجت و بحث میں اس پر غالب آؤں گا۔) اور اگر میرے بعد نکلا تو پھر ہر شخص اپنا ذمہ دار خود ہے اور اللہ تعالیٰ میری طرف سے ہر مسلمان کا ناصر و محافظ تو ہے ہی۔ کما فی سنن أبي داؤد [۴۳۲۱]: "إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں اس وقت رو رہی تھی آپ ﷺ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا، میں نے کہا یا رسول

اللہ! مجھے دجال یاد آگیا تھا اُس کے خوف سے رورہی ہوں۔ (مسند احمد)

اور ایک رات امّ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو دجال یاد آگیا تو ان کی نیند اڑ گئی اور وہ پوری رات نہ سو سکیں اور صبح اس کا ذکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے انہیں تسلی کے کلمات ارشاد فرمائے کہ گھبراؤ نہیں اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو اللہ تعالی میرے ذریعے تمہاری طرف سے کفایت کرے گا اور اگر میری وفات کے بعد نکلا تو اللہ تعالی نیک بندوں کے ذریعے تمہاری کفایت کرے گا۔ قالت امّ سلمہ ذَكَرتُ المسيحَ الدَّجّالَ ليلةً، فلَم يأتني النَّومُ، فلمّا أصبحتُ دخلتُ على رسولِ اللّهِ ﷺ فأخبرتُهُ، فقالَ: لا تفعلي، فإنَّهُ إن يخرجْ وأنا حيٌّ يَكْفيكموهُ اللّهُ بي، وإن يخرجْ بعدَ أن أموتَ يَكْفيكموهُ اللّهُ بالصّالحينَ. (مجمع الزوائد: ۱۲۵۵۲)

آں حضور ﷺ عذابِ دوزخ کے ساتھ فتنۂ دجال سے پناہ مانگنے کا حکم دیتے تھے کما فی سنن أبي داؤد [۴۷۵۱]: "تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ"

اور آپ ﷺ باقاعدہ اپنے اصحاب کو قرآن کی سورتوں کی طرح بڑے اہتمام کے ساتھ منجملہ اور دعاؤں کے اس فتنۂ عظیم سے بچنے کی یہ دعا "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ" بھی سکھاتے تھے۔ اور سکھانے کے بعد فرماتے کہ اس طرح دعا مانگا کرو! کہ اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں عذابِ دوزخ و عذابِ قبر سے اور تیری پناہ طلب کرتا ہوں مسیح دجال کے فتنے اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔ کما فی سنن أبي داؤد [۱۵۴۲]: "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هَذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ آخرِ تشہد سے فراغت کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم فرماتے تھے (۱) عذاب دوزخ سے (۲) عذاب قبر سے (۳) زندگی اور موت کے فتنے سے (۴) مسیح دجال کے شر سے۔ کما فی مسلم [۱۳۲۶]: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ " اور تعلیمِ امت کی خاطر خود بھی اس کے فتنہ سے ہمیشہ پناہ مانگتے تھے۔ کما فی البخاری [۷۱۲۹]: عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَسْتَعِيذُ فِي صَلاَتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ"۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی نماز میں فتنۂ دجال سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

اس لیے جب یہ فتنہ اتنا سنگین و اہم ہے تو اس کی پوری تفصیل جاننا ہر مسلمان کے لیے خصوصًا موجودہ نسل کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر اس کی پوری تفصیلات لوگوں کے سامنے نہ ہوں گی تو اس کے دامِ تزویر میں پھنس جانے کا قوی اندیشہ ہے، اسی لئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم -فداہ ابی و امی- نے اپنی امت کو اس کے دامِ فریب سے بچانے کے واسطے اسکا حُلیہ، خدّوخال، شکل و صورت، چال ڈھال، رفتار و گفتار، اس کی فریب کاری و شعبدہ بازی حتی کہ وہ کس قوم و نسل اور کس جگہ ظاہر ہو گا اور اس کے پیروکار کون لوگ زیادہ ہوں گے یہ سب بالتفصیل بیان فرما دیا ہے، اور ساتھ ساتھ اس سے بچنے کی تدابیر بھی، اب ہمارا فریضہ اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم خود بھی اس فتنۂ عظیم کے متعلق پوری جانکاری حاصل کریں اور اپنی اولاد و نسل کو بھی آگاہ کریں۔

نوٹ: دجال اکبر کے مفصل حالات جاننے کے لیے بندہ کی کتاب "دجالِ اکبر"

کا مطالعہ کیجیے۔

(۵)نزولِ عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام

قیامت کی علاماتِ کُبریٰ و قریبہ میں سے ایک عظیمُ الشان علامت اور عقائدِ اسلام میں سے ایک اہم ترین عقیدہ قربِ قیامت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر اترنا بھی ہے، جو بے شمار احادیثِ متواترہ اور اجماع جیسے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ عہدِ صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک بالتواتر وبالتسلسل منقول ہوتا چلا آرہا ہے۔ کما قال ابن کثیر رحمه الله: وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أخبر بنزول عيسى قبل يوم القيامة إماما عادلا" کہ بالتواتر آں حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے احادیث منقول ہیں کہ آپ ﷺ نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے امام عادل بن کر تشریف لانے کی خبر دی ہے۔

پس نزولِ عیسیٰ کے عقیدہ پر ایمان لانا فرض و ضروری ہے اور اس کا انکار یا اس میں کسی قسم کی تاویل اور شک و شبہ کرنا سراسر زیغ و ضلال اور کفر واِلحَاد ہے۔ أعاذنا الله منها۔ كما في مقدمة عقيدة الإسلام: فالإيمان بها واجب والإنكار عنها كفر والتأويل فيها زيغ و ضلال و إلحاد۔

اور شرح مسلم میں ہے قال القاضي رحمه الله: نزول عيسى عليه السلام و قتله الدجال حق و صحيح عند أهل السنة والجماعة للأحاديث الصحيحة في ذلك و ليس في العقل و لا في الشرع ما يبطله فوجب اتباعه" ج ص۔ کہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ احادیث صحیحہ کی بنیاد پر اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول فرمانا اور ان کا دجال کو قتل کرنا حق اور سچ ہے اور

عقل و نقل یعنی شریعت کے کچھ خلاف نہیں۔ پس اس عقیدے کی اتباع اور اس کا یقین ضروری ہے۔

عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے متعلق اہلِ سنت والجماعت کا موقف و نظریہ

تمام اہلِ حق و اہلِ سنت والجماعت نصوصِ صریحہ اور براہینِ قطعیہ کی روشنی میں اس امر پر مجتمع و متفق ہیں اور بصمیمِ قلب اس بات پر پختہ ایمان ویقین رکھتے ہیں کہ مسیحُ الھُدیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہر گز یہود بے بہبود کے ناپاک ہاتھوں مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ زندہ و سلامت یہودیوں کے نرغے و محاصرے سے آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور اِس وقت آسمان پر موجود ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ: کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [المائدۃ:۱۵۷]: بلکہ تدبیرِ حق جلّ مجدہٗ نے ان کو شبہ میں ڈال دیا (کہ اپنے ہی ایک آدمی کو کہ جسے عیسیٰ مسیح کی شکل وصورت میں تبدیل کر دیا گیا تھا قتل کر کے خوش ہوگئے۔) وقال تعالیٰ: وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا [المائدۃ:۱۵۸]: کہ یقیناً یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف (روح مع الجسم زندہ آسمان پر) اٹھالیا ہے۔ (اور کوئی شخص اس امر کو بعید و محال نہ سمجھے کیونکہ) اللہ رب العزت ہر چیز پر غالب و قادر ہے اور اس کا ہر کام حکمت آمیز ہے۔

اور دلیل اس کی یہ ہے کہ عیسیٰ نام صرف روح کا نہیں ہے بلکہ روح مع الجسم دونوں کا ہے اور اپنی طرف اٹھالینا روح مع الجسم والجسد زندہ اٹھالینے کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہی اس کا معنیٔ حقیقی ہے پس بلا ضرورت حقیقی معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی مراد لینا درست نہیں۔

اور" وماقتلوہ یقینا" کا کلمہ و انداز بھی عدم قتل کے ساتھ جسم اور روح دونوں کے ساتھ اٹھالینے پر واضح دلیل ہے کیونکہ اگر موت مراد ہوتی تو" وماقتلوہ وماصلبوہ" کے ساتھ "بَلْ مَاتَ " بھی کہا جاتا کہ حضرت عیسیٰ مقتول ومصلوب تو نہیں ہوئے البتہ اپنی طبعی موت وفات پاگئے۔

(۲) وَمَاقَتَلُوْہُ وَمَاصَلَبُوْہُ اور وَمَاقَتَلُوْہُ یَقِیناًبَلْ رَّفَعَہُ اَللّٰہُ اِلَیْہِ میں عیسی علیہ السلام سے قتل اور سولی کی نفی کر کے ان کو اوپر اٹھالینے کا ذکر آیا ہے اور قتل وسولی کا محل اور اسکی جگہ جسم وجسد ہے نہ کہ روح، کیونکہ روح تو نظر ہی نہیں آتی تو پھر انسان کے لئے روح کا قتل کرنا یا اس کو سولی پر چڑھانا کیسے ممکن ہو گا اور انسان کی طرف قتل وسولی کی نسبت کیسے صحیح ہو گی، پس عیسیٰ علیہ السلام سے قتل وسولی کی نفی کرنے اور یہودیوں کے ان کو قتل وسولی نہ دے سکنے سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام اپنے جسم وجسد اور روح دونوں کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

اور آج تک تمام مفسرین ومحدثین نصوص سے یہی سمجھتے آئے ہیں اور اسی بات پر ان سب کا اجتماع واتفاق رہا کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسم عنصری ہی کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تلخیص الجبیر ۲/ ۴۶۲ کتاب الطلاق میں فرماتے ہیں "أما رفع عیسیٰ فاتفق أصحاب الأخبار والتفسیر علی أنه رفع ببدنه حیاً" کہ بہر حال عیسیٰ کا رفع یعنی آسمان پر اٹھایا جانا تو اس سلسلے میں تمام محدثین ومفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ اٹھائے گئے ہیں۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں "وھو حی فی السماء (روح المعانی) اور قربِ قیامت اِس امت کے آخری دور میں مسیحِ ضلالت دجالِ اکبر کے قتل کے واسطے آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے، اور جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں

نقل کیا ہے قال الحسن رضی اللہ عنہ ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع قبل یوم القیامة کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں ہیں اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹیں گے۔(رواہ الطبری فی جامع البیان) دجال اکبر کو قتل کریں گے اور حضرت مہدی اور ان کے رفقاء کے ساتھ ملکر اپنے تمام مخالفین و معاندین یہود وغیرہ پر فتح و ظفر حاصل کریں گے۔ یہودیت و عیسائیت اور دیگر تمام ادیانِ باطلہ کو ختم کر کے پرچمِ اسلام کو دنیا پر لہرا دیں گے اور ساری دنیا میں مذہبِ اسلام کو قائم اور نافذ فرمائیں گے اور آخر میں اپنی طبعی موت سے وفات پائیں گے۔ جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے (۴۰۷۸) لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، وَإِمَامًا عَدْلًا، فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ"۔ وفي مسلم [۱۵۵]: "وَاللهِ، لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ، وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ" کہ قسم بخدا وقوعِ قیامت سے پہلے ضرور بالضرور عیسیٰ ابن مریم حاکمِ منصف اور امامِ عادل بن کر اتریں گے پس صلیب کو توڑیں گے (یعنی دین عیسائیت کی علامت و پہچان اور ان کے باطل عقیدۂ کفارہ کی نشانی صلیب کو مٹا دیں گے اور اس کی پرستش ختم کر دیں گے۔) اور خنزیر کو قتل کریں گے (یعنی تردیدِ نصاریٰ اور ان کی تحریفات مٹانے کے واسطے ان میں حرمتِ خنزیر کا اعلان کریں گے کہ جس کو عیسائی اِس وقت حلال سمجھ کر بڑے مزے سے کھا رہے ہیں۔) اور جزیہ لینا بند کر دیں گے (یعنی قتل دجال کے بعد لوگوں سے صرف اسلام پر راضی ہوں گے اور جو لوگ اسلام قبول نہ کریں گے قتل کر دیے جائیں گے پس اس طرح دنیا میں نہ کوئی کافر بچے گا اور نہ کوئی ذمی کہ اس سے جہاد کرنے یا جزیہ وصول کرنے کی ضرورت پڑے۔)

اور سنن أبی داود میں ہے [۴۳۲۴] قال النبي صلى الله عليه وسلم "لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ يَعْنِي عِيسَى وَإِنَّهُ نَازِلٌ -- فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ

الصَّلِیبَ، وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیرَ، وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ، وَیُهْلِكُ اللّٰهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَیُهْلِكُ الْمَسِیحَ الدَّجَّالَ" کہ میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ آسمان سے نزول فرما کر لوگوں سے اسلام پر جہاد کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے یعنی دین عیسائیت، یہودیت اور تمام ادیانِ باطلہ کو ختم کر دیں گے اور جزیہ لینا بند کر دیں گے اور اللہ رب العزت آپ کے مبارک زمانہ میں اسلام کے علاوہ تمام ادیان و مذاہب کو ختم کر دے گا اور آپ کے ہاتھ مسیحِ ضلالت دجال اکبر کو قتل کرائے گا۔

اور ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت ذکر کرتے ہوئے یوں فرمایا: " إِنَّهَا (الساعة) لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔(رواہ مسلم:۲۹۰۱) کہ قیامت ہرگز اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ اس سے پہلے تم دس علامتیں نہ دیکھ لو اور مِن جُملہ ان علامات میں سے ایک علامت آپ نے نزولِ عیسیٰ ابن مریم کو ذکر فرمایا۔۔

نوٹ: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے مفصل حالات جاننے کے لیے بندہ کی کتاب" مسیحِ ہدایت عیسیٰ ابن مریم "کا مطالعہ کیجیے۔

(٦) یاجوج وماجوج

قیامت کی علامات کبری و قریبہ میں سے خروج یاجوج وماجوج بھی ہے۔ جس کا ظہور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں قتلِ دجال کے بعد ہو گا۔ فتنۂ دجال کے ختم ہونے کے بعد جس وقت مومنین کو ذرا اطمینان و سکون نصیب ہو گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنۂ دجال سے محفوظ رہنے والے اہل ایمان کو مبارکبادیاں اور عند اللہ ان

کے مراتب علیا کی بشارتیں سنا رہے ہونگے کہ اسی دوران یاجوج وماجوج کے نکلنے کی رکاوٹ دور ہو جائے گی اور ان کے تمام قبائل ایک ساتھ امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح نکل پڑیں گے اور ہر بلندی واونچائی سے پھسلتے اور لُڑھکتے ظاہر ہوں گے، یعنی اپنی مقامی بلندیوں سے تیزی کے ساتھ اترتے ہوئے زمین کے گوشے گوشے میں پھیل جائیں گے اور ہر طرف چھا جائیں گے جیساکہ قرآن کریم میں ہے "حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ " یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے نظر آئیں گے (سورۂ انبیاء ۹۶) وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ (سورۂ انبیاء:) سچا وعدہ پورا ہونے کا وقت قریب آجائے گا تو ان کی حالت یہ ہو جائے گی کہ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تھا ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (اور وہ کہیں گے کہ) ہائے ہماری کمبختی ہم اس چیز سے بالکل ہی غفلت میں تھے بلکہ ہم نے بڑے ستم ڈھائے تھے۔

ہر طرف انھیں کا ریلا، انھیں کی بھیڑ نظر آئیگی، دنیا میں قتل وغارت گری کا ایسا بازار گرم کریں گے کہ جدھر سے گزریں گے تباہی ہی تباہی مچائیں گے انسانی آبادی کو ختم کر دینے کے درپے ہوں گے اور جن دریاؤں سے گزریں گے ان کو چٹ کر جائیں گے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب ان کا اول لشکر بحیرۂ طبریہ سے ہو کر گزرے گا تو اس کا پانی پی کر بالکل صاف کر دیگا اور ان کے لشکر پچھلے لوگ جب اس پر پہنچیں گے تو انھیں یوں محسوس ہو گا کہ اس جھیل میں کبھی پانی رہا ہو گا کما في مسلم: فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهَٰذِهِ مَرَّةً مَاءٌ (۲۹۳۷)

ان کی تعداد پوری دنیا کے انسانوں کی تعداد سے بدرجہا زائد۔ کم از کم ایک اور

دس کی نسبت ہے مثلا اگر تمام انسانوں کے دس حصے کئے جائیں تو ان میں سے نو حصے یاجوج و ماجوج کے ہیں، جیسا کہ روح المعاني میں ہے "عن ابن عمر ان الله جزأ الانس عشرة اجزاء فتسعة منهم یاجوج وماجوج وجزأ سائر الناس ص ۳۶۵" عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے سارے انسانوں کو دس حصوں میں تقسیم فرمایا ان میں سے نو حصے تو یاجوج ماجوج کے ہیں اور ایک حصہ باقی انسانوں کا ہے۔ اور ان کی کثرت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی ہلاکت کے بعد مسلمان ان کی کمانوں تیروں ترکشوں سے سات برس تک آگ جلائیں گے جیسا کہ حدیث میں ہے

وَيَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُونَ مِنْ قِسِيِّهِمْ وَنُشَّابِهِمْ وَجِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِينَ (و في رواية : وأَتْرِسَتِهِمْ) (ترمذی:۲۲۴۰)

یہ لاتعداد وحشی انسان، خوں خوار درندوں کی طرح انسانی آبادیوں پر ایسے حملہ آور ہوں گے کہ کسی میں ان سے مقابلے کی طاقت نہ ہو گی حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بھی باذن الہی اپنے رفقاء کے ساتھ کوہ طور پر محصور ہو جائیں گے کما جاء في الحديث فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ إِلَى عِيسَى: إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي، لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ ،فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ (مسلم:۲۹۳۷)۔ کہ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ رب العزت عیسی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں اپنے ایسے بندوں کو نکالنے جارہاہوں کہ جن سے قتال کرنے کی کسی میں طاقت نہیں لہذا تو میرے بندوں کو کوہ طور پر لے کر چلا جا، اور دیگر لوگ بھی محفوظ مقامات پر مع اموال اپنی جانیں بچا کر روپوش ہو جائیں گے ،غذا کی اتنی شدید قلت ہو گی کہ لوگوں کو ایک بیل کا سر سو دینار میں بھی سستا معلوم ہو گا جیسا کہ مسلم شریف میں ہے حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ (مسلم:۲۹۳۷) کہ بیل

کا سر تم میں سے ہر شخص کے لیے سو/۱۰۰ دینار سے بھی بہتر معلوم ہو گا۔ ان کی دیدہ دلیری اس قدر بڑھی ہو گی کہ یہ لوگ زمین پر فتنہ و فساد اور قتل وغارت گری مچا کر آسمان کی طرف متوجہ ہوں گے اور کہیں گے

لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، فَيَرْمُونَ بِنُشَّابِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ، فَيَرُدُّ اللهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوبَةً دَمًا (مسلم:۲۹۳۷) کہ ہم نے زمین والوں کو قتل کر ڈالا اب آؤ ہم آسمان والوں کی خبر لیتے ہیں پس وہ اپنے تیروں کو آسمان کی طرف چلائیں گے تو اللہ تعالی ان پر ان کے تیروں کو خون آلود کر کے لوٹائے گا۔

اور ترمذی شریف میں ہے کہ یاجوج وماجوج آسمان کی طرف تیر چلانے اور ان تیروں کو خون آلود دیکھنے کے بعد فاخرانہ وفاتحانہ انداز میں بولیں گے

قَهَرْنَا أَهْلَ الْأَرْضِ، وَغَلَبْنَا مَنْ فِي السَّمَاءِ قُوَّةً وَعُلُوًّا (مستدرک للحاکم:۸۵۰۱) کہ ہم نے زمین والوں کو مغلوب کرنے کے بعد آسمان والوں پر بھی غلبہ حاصل کر لیا۔

یاجوج ماجوج کی اس ابتلاء و مصیبت سے نجات کے لئے حضرت عیسی اور مؤمنین بارگاہ خداوندی میں خوب گڑ گڑا کر دعائیں کریں گے تو اللہ رب العزت ان کی آہ وزاری اور دعاؤں کی بدولت اس ٹڈی دَل لشکر کو حلق اور گردن کی بیماری میں جس کو نَغَف کی بیماری کہتے ہیں مبتلا کر کے دفعۃً ہلاک کر دیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ، فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ (مسلم:۲۹۳۷) کہ اللہ کے نبی عیسی (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی دعائیں کریں گے پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں نغف کی بیماری پیدا کر دے گا تو وہ سب کے سب ایک شخص کے مرنے کی طرح مر جائیں گے۔ پوری زمین ان کی لاشوں سے بھر جائے گی، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ (مسلم:۲۹۳۷) پس لوگوں کو زمین میں بالشت بھر بھی ایسی جگہ نہ

ملے گی جہاں ان کی سڑن اور بدبو نہ ہو،

زمین کے جانور ان کے گوشتوں کو کھا کھا کر خوب فربہ و موٹے ہو جائیں گے، جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، إِنَّ دَوَابَّ الْأَرْضِ لَتَسْمَنُ وَتَبْطَرُ، وَتَشْكَرُ شَكَرًا مِنْ لُحُومِهِمْ (المستدرك للحاكم : ۸۵۰۱) کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے ضرور بالضرور زمین کے جانور ان کے گوشتوں سے موٹے و فربہ اور خوب لدابد ہو جائیں گے۔

تعفّن و بدبو کی وجہ سے زمین پر رہنا و بسنا مشکل ہو جائے گا دوبارہ پھر حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے رفقاء اس مصیبت کے ازالے کے واسطے دعا کریں گے تو اللہ رب العزت لمبی لمبی گردن والے بڑے بڑے پرندے بھیج دے گا جو اٹھا اٹھا کر ان سب لاشوں کو سمندر میں یا وہاں پھینک آئیں گے جہاں اللہ کو منظور ہو گا جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللهِ، فَيُرْسِلُ الله طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ ۔ (مسلم: ۲۹۳۷) وفي رواية في البحر کہ پھر اللہ کے نبی یعنی حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعائیں کریں گے تو اللہ تعالی اونٹوں کی گردنوں کے مانند پرندے بھیج دیں گے پس وہ انھیں اٹھائیں گے اور وہاں پھینک آئیں جہاں اللہ چاہے گا اور ایک روایت میں سمندر میں پھینکنے کا ذکر ہے۔

اس کے بعد ہر جگہ موسلا دھار بارش برسا کر زمین کو بالکل مثل آئینہ صاف کر دیا جائے گا، بحکم الہی زمین از سر نو اپنی برکات خوب ظاہر کرے گی اور لوگ خوب خوب آسودہ ہو جائیں گے، چالیس برس تک لوگ بے حد چین و سکون والی زندگی بسر کریں گے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي

بَرَكَتَكِ (مسلم:۷۳ ۲۹) پھر اللہ تعالی ایسی بارش برسائیں گے کہ کوئی بھی کچا پکا گھر ایسا نہ بچے گا جہاں بارش نہ ہو پھر زمین کو مثل آئینہ دُھل کر صاف کر دیا جائے گا اور اس کو حکم دے دیا جائے گا کہ تو اپنے پھل نکال اور اپنی برکات واپس لوٹا، پس اس وقت خیرات و برکات کا ظہور اس طرح ہو گا. فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقَحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ، حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ (مسلم:۷۳ ۲۹) کہ ایک انار اتنا بڑا ہو گا کہ اس سے ایک جماعت آسودہ ہو جائے گی اور اس کے چھلکے کے نیچے سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت ہو گی کہ ایک اونٹی، ایک گائے اور ایک بکری کا دودھ قبیلے اور بڑی جماعت کے لیے کافی ہو جائے گا۔

یاجوج وماجوج کون ہیں؟

یاجوج وماجوج عام انسانوں ہی کی طرح انھیں کی شکل و صورت اور جسمانی اوصاف و خصوصیات رکھنے والے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

اور یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے دو قبیلے کے نام ہیں۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے ص۳۰۹ قبیلتان من ولد یافث بن نوح علیہ السلام وبه جزم وهب بن منبه وغیرہ۔ کہ یہ لوگ نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد کے دو قبیلے ہیں وہب بن منبہ وغیرہ نے اسی پر اپنے جزم ویقین کا اظہار کیا ہے۔

جو تہذیب و تمدن اور انسانیت سے عاری و نا آشنا، بالکل وحشی و خونخوار اور ظالم لوگ ہیں۔ جو قتل و خوں ریزی اور غارت گری کے سوا کچھ نہیں جانتے ان کو ان کی وحشیت و بربریت اور مُتمَدن انسانیت سے بیر و دشمنی رکھنے کے سبب، متمدن آبادی

سے ورے اورالگ قُربِ قیامت تک کے لیے پہاڑوں کے پیچھے طویل و دراز کوہانی سلسلہ کے ذریعے یا من جانب اللہ کسی اور ذرائع سے محصور کر دیا گیا ہے۔ اور اس سے نکلنے کے تمام راستوں کو سدِّ سِکندری وغیرہ دیواروں کے ذریعے وقتِ موعود اور وقت مقدر تک کے لئے مسدود کر دیا گیا، تاکہ مہذب اور متمدن انسانی آبادیاں ان مفسد اور وحشی انسانوں کے تخت و تاراج سے مامون و محفوظ رہیں لیکن جب انکے خروج وظہور کا وقت آجائے گا تو اللہ رب العزت انکی رکاوٹ دور کر دیگا اور انکے نکلنے کا راستے کھول دے گا

من جانب اللہ ان کے نکلنے کی جو بھی رکاوٹ ہو قربِ قیامت اس کے دور ہوتے ہی وہ سب کے سب یکبارگی امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح نکلیں گے اور ہر طرف چھاجائیں گے جیسا کہ قرآن کریم کا بیان ہے "حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ " یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے نظر آئیں گے (سورۂ انبیاء ۹۶)۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یاجوج ماجوج کی رکاوٹ سدِّ سکندری ہے جو قیامت تک باقی رہے گی اور قربِ قیامت اس کے ٹوٹنے وگرنے کے بعد یاجوج ماجوج کا خروج وعروج ہوگا، ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ واحادیث نبویہ ہیں

آیت: فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا۔ (سورۂ کہف: ۹۷-۹۸) نہ تو یاجوج ماجوج اس (دیوار) پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ اس میں نقب لگا سکتے ہیں (ذوالقرنین نے) کہا یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آئے گا (یعنی اس کی فنا کا) تو اس کو ڈھا کر (زمین کے) برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔

ان حضرات کے نزدیک فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ میں وعدہ سے مراد وعدۂ قیامت ہے۔

ضروری تنبیہ: لیکن یہ بات ضرور ذہن نشین رہنی چاہئے کہ دیگر علماء کے نزدیک وَعْدُ رَبِّي سے قیامت کا مراد ہونا آیت کا صریح مفہوم اور آیت کی قطعی مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا صریح مفہوم تو یہ ہے کہ اس سدّ و دیوار کا ہمیشہ اور قیامت تک باقی اور بر قرار رہنا ضروری نہیں بلکہ اللہ تعالی جب چاہیں گے اس کو کھول دیں گے اور دیوار مسمار ہو جائے گی اس کے لیے ضروری نہیں کہ بالکل قیامت کے متصل ہو، پہلے بھی امکان ہے جیسا کہ مفسریں وَعْدُ رَبِّي کے مفہوم میں دونوں احتمال ذکر فرماتے ہیں، چنانچہ تفسیر بحرِ محیط میں ہے" و الوعد يحتمل ان يراد به يوم القيامة وان يراد به وقت خروج ياجوج وماجوج "کہ اس وعدہ میں دونوں احتمال ہیں قیامت کے قریب اور یاجوج ماجوج کے خروج کے وقت،

غرضیکہ قرآن اور سنت کی صریح نص سے نہ یہ قطعی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ سدِّ سکندری اور یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹ چکی ہے اور راستہ کھل گیا ہے، اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا تا قیامِ قیامت قائم رہنا ضروری ہے بلکہ احتمال دونوں باتوں کا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (انوار القرآن ج۶ ص ۱۱۹)

حدیث (۱) اُمُّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز نید سے ایسی حالت میں بیدار ہوئے کہ چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور آپ کی زبان مبارک پر یہ جملے تھے۔ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ اليومَ مِن رَدْمِ يَأْجُوجَ ومَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وعَقَدَ سُفْيانُ تِسْعِينَ أَوْ مِئَةً قيلَ: أَنَهْلِكُ وفينا الصّالِحُونَ؟ قالَ: نَعَمْ، إذا كَثُرَ الخَبَثُ (بخاری ۷۰۵۹) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں خرابی ہے عرب کی اس شر

سے جو قریب آچکا ہے آج کے دن یاجوج ماجوج کی ردم یعنی دیوار میں اتنا سوراخ کھل گیا اور آپ نے عقد تسعین یعنی انگوٹے اور انگشتِ شہادت کو ملا کر حلقہ بنا کر دکھایا، پوچھا گیا یا رسول اللہ ؟ کیا ہم ایسے حال میں ہلاک ہوسکتے ہیں جب کہ ہمارے اندر صالحین موجود ہوں ؟ آپ نے فرمایا ہاں ہلاک ہوسکتے ہو جب کہ خَبث یعنی شر کی کثرت ہو جائے۔

تنبیہ: دیوارِ یاجوج ماجوج میں حلقہ کے بقدر سوراخ ہو جانا اپنے حقیقی معنی میں بھی ہو سکتا ہے

اور مجازی طور پر دیوار کے کمزور ہو جانے کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ دیوار کمزور ہو چکی ہے اور ان کے نکلنے کا وقت قریب آگیا ہے اور اس کے آثار عرب قوم کے تنزل و انحطاط کے رنگ میں ظاہر ہوں گے جس کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے لئے شر وفتنہ کی علامت قرار دیا ہے۔

حدیث(۲) اور ترمذی شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یاجوج ماجوج ہر روز سدِ ذوالقرنین کو کھودتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس آہنی دیوار کے آخری حصہ تک اتنے قریب پہنچ جاتے ہیں کہ دوسری طرف کی روشنی نظر آنے لگے مگر یہ کہہ کر لوٹ جاتے ہیں کہ باقی کو کل کھود کر پار کر دیں گے مگر اللہ تعالی اس کو پھر ویسا ہی مضبوط درست کر دیتے ہیں اور اگلے روز پھر نئی محنت اس کے کھودنے میں کرتے ہیں، یہ سلسلہ کھودنے میں محنت کا اور پھر من جانب اللہ اس کی درستی کا اس وقت تک چلتا رہے گا جس وقت تک یاجوج ماجوج کو بند رکھنے کا ارادہ ہے، اور جب اللہ تعالی ان کو کھولنے کا ارادہ فرمائیں گے تو اس روز جب محنت کر کے آخری حد میں پہنچا دیں گے تو اس دن یوں کہیں گے اِنْ شَاءَ اللہُ (کہ اگر اللہ نے چاہا تو) ہم کل اس کو پار کر لیں گے (اللہ

کے نام اور اس کی مشیت پر موقوف رکھنے سے آج توفیق ہو جائے گی) تو اگلے روز دیوار کا باقی ماندہ حصہ اپنی حالت پر ملے گا اور وہ اس کو توڑ کر پار کر لیں گے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

ابنُ العربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حدیثِ مذکور کے متعلق ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں خدا تعالیٰ کے قدرت کی تین نشانیاں ہیں

(۱) اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہنوں کو اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا کہ دیوار کو کھودنے کا کام رات دن مسلسل جاری رکھیں، ورنہ اتنی بڑی قوم کے لئے کیا مشکل تھا کہ دن اور رات کی ڈیوٹیاں الگ الگ مقرر کر لیتے۔

(۲) دوم یہ کہ ان کے ذہنوں کو اس طرف سے پھیر دیا کہ اس دیوار کے اوپر چڑھنے کی کوشش کریں، اس کے لیے آلات سے مدد لیں، حالاں کہ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ صاحِبِ زراعت وصنعت ہیں، ہر طرح کے آلات واوزار رکھتے ہیں، ان کی زمین میں درخت بھی مختلف قسم کے ہیں ،کوئی مشکل کام نہ تھا کہ اوپر چڑھنے کے ذرائع ووسائل پیدا کر لیتے۔

(۳) سوم یہ کہ ساری مدت میں ان کے دلوں میں یہ بات نہ آئے گی کہ ان شاء اللہ کہہ لیں، صرف اس وقت یہ کلمہ ان کی زبان پر جاری ہو گا، جب ان کے نکلنے کا مقررہ وقت آجائے گا۔

ابنُ العربی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے وجود اور اس کی مشیت و ارادے کو مانتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر کسی عقیدے کے ہی ان کی زبان پر اللہ

تعالی یہ کلمہ (یعنی ان شاء اللہ) جاری کر دے اور اس کی برکت سے ان کا کام بن جائے۔

سوال: حدیثِ مذکور تو قرآن کے خلاف و معارض ہے کیونکہ قرآن کریم کا بیان تو یہ ہے فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا (سورۂ کہف:۹۷-۹۸) کہ نہ تو یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھ سکتے ہیں نہ اس میں نقب لگا سکتے ہیں۔

جبکہ حدیث بالا میں یہ مذکور ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ دیوارِ سکندری کو کھودتے ہیں؟

جواب: (۱) قرآنی ارشاد کہ یاجوج ماجوج اس دیوار میں نقب نہیں لگا سکتے یہ اس وقت کے حال کا بیان ہے جب ذوالقرنین نے اس دیوار کو تعمیر کرایا تھا۔

(۲) آیتِ کریمہ میں قیامت سے پہلے ایسا نقب لگانے اور ایسا سوراخ کرنے کی نفی کی گئی ہے جو آر پار ہو جائے جس سے وہ باہر نکل آئیں، اور حدیث مذکور میں تو صاف طور پر اس کی تصریح موجود ہے کہ کھودتے تو ہیں لیکن آر پار نہیں کر پاتے، ہاں البتہ جب ان کے نکلنے کا وقت آجائے گا تو پھر آر پار کر لے جائیں گے۔

(۳) اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ بعض حضرات کا قول یہ بھی ہیکہ یہ کعب احبار کی بات ہے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں إسناده جيد قوي ولكن متنه في رفعه نكارة کہ اس حدیث کی اسناد توجید اور قوی ہے لیکن اس کو مرفوع کرنے یا اس کو رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں نکارت اور اجنبیت ہے۔

فائدہ: قربِ قیامت یاجوج ماجوج کا خروج وعروج یعنی ان کے تمام قبائل کا ایک ساتھ نکل کر دنیا کی آبادی پر یلغار کرنا و حملہ آور ہونا اور دنیا میں عام غارت گری کا بازار گرم کرنا بنصِ صریح حتمی ویقینی طور پر قیامت کی علامت ہے جو قیامت کے

قریب خروجِ دجال کے بعد اور صور پھونکنے سے پہلے ظاہر ہو گی، لیکن سدِّ سکندری کا قیامت تک بر قرار رہنا اور اس کے ٹوٹنے کے بعد یاجوج ماجوج کا نکلنا یہ صریح نص سے حتمی ویقینی طور پر قیامت کی علامت نہیں ہے بلکہ احتمال ہے جیسا کہ اوپر 'ضروری تنبیہ' میں معلوم ہو چکا ہے۔

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ فرماتے ہیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا (الکھف:) ذوالقرنین کا اپنا قول ہے اور کوئی قرینہ سیاق وسباق میں ایسا موجود نہیں ہے جس سے دیوار کے ٹوٹنے کو علاماتِ قیامت شمار کیا جائے، اور شاید ذوالقرنین کو یہ معلوم بھی نہ ہو کہ اشراطِ قیامت میں خروجِ یاجوج ماجوج بھی ہے، انہوں نے وَعْدُ رَبِّي سے صرف اس کا کسی وقت میں ٹوٹ پھوٹ جانا مراد لیا ہے، پس اس صورت میں ارشادِ باری تعالیٰ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ استمرارِ تجددی پر دلالت کرتا ہے یعنی برابر ایسا ہوتا رہے گا کہ ان میں سے بعض قبائل بعض پر حملہ آور ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت کا وقت آجائے گا۔

البتہ وہ ارشاد جو سورۂ انبیاء میں وارد ہوا ہے "حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ" تو یہ بات بلاشبہ علاماتِ قیامت میں سے ہے مگر اس میں دیوار کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے، پس اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے یعنی سورۂ انبیاء میں فتح سے عروج وخروج مراد ہے، دیوار کا ٹوٹنا یا یاجوج ماجوج کا نکلنا مراد نہیں ہے اس لیے کہ اس آیت میں دیوار کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے (جمالین جلد۴ ص ۱۰۷)

سوال: اہلِ یورپ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ساری دنیا چھان ماری ہمیں کہیں اس

دیوار کا پتہ نہیں لگا؟

جواب: علامہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اہلِ یورپ کا یہ کہنا تو کوئی وزن نہیں رکھتا کہ ہم نے ساری دنیا چھان ماری ہے ہمیں کہیں اس دیوار کا پتہ نہیں لگا، کیونکہ اول تو خود انہی لوگوں کی یہ تصریحات موجود ہیں کہ سیاحت اور تحقیق انتہائی معراج پر پہنچنے کے باوجود آج بھی بہت سے جنگل اور دریا اور جزیرے ایسے باقی ہیں جن کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

دوسرے یہ احتمال بعید نہیں کہ اب وہ دیوار موجود ہونے کے باوجود پہاڑوں کے گرنے اور باہم مل جانے کے سبب ایک پہاڑ ہی کی صورت اختیار کر چکی ہو۔

لیکن کوئی نص قطعی اس کے بھی منافی نہیں کہ قیامت سے پہلے یہ سدّ (دیوار) ٹوٹ جائے یا کسی دور دراز کے طویل راستہ سے یاجوج ماجوج کی کچھ قومیں اس طرف آسکیں۔ (جمالین / ج ۴ ص ۱۱۰)

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی رائے

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں رہا مخالفین کا یہ شبہ کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا (یعنی سدِّ سکندری کا) پتہ نہیں ملا، اور اسی شبہ کے جواب کے لئے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے، اس کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ آلوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے دیا ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہو ں، اور یہ دعوی کرنا کہ ہم تمام خشکی وتری پر محیط ہو چکے ہیں، واجبُ التسلیم نہیں، عقلاً جائز ہے کہ جس طرح اب سے پانچ سو برس پہلے تک ہم کو چوتھے برِّ اعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا اب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو جہاں تک ہم رسائی

حاصل نہ کر سکے ہوں اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک یا وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں،
سمندر کی دیوارِ اعظم جو آسٹریلیا کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے آج کل برطانوی سائنسدان ڈاکٹر سی ایم ینگ کے زیر ہدایات اس کی تحقیقات جاری ہے، یہ دیوار ہزار میل سے زیادہ لمبی اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل چوڑی اور ہزار فٹ اونچی ہے جس پر بے شمار مخلوق بستی ہے، جو مہم اس کام کے لیے روانہ ہوئی تھی حال میں اس نے اپنی یک سالہ تحقیقات ختم کی ہے جس سے سمندر کے عجیب وغریب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور انسان کو حیرت و استعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم ہو رہی ہے پھر کیسے دعوی کیا جا سکتا ہے کہ ہم کو خشکی و تری کی تمام مخلوق کے مکمل اکتشافات حاصل ہو چکے ہیں، بہر حال مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے جب اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں اور ان واقعات کے منتظر رہیں جو مشککین (یعنی شرک کرنے والے) و منکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے۔

سَتُبْدِيْ لَكَ الْاَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلاً۔۔۔ وَيَاتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَالَمْ تُزَوِّدِ

(تفسیر عثمانی سورۃ الکہف / ح ۴۰۵)

یاجوج ماجوج کی شکل وصورت

وہ ترکوں کے ہم شکل اور ان کے ہم رنگ، چھوٹی آنکھوں والے، چپٹی ناکوں والے، بھورے بالوں والے اور چوڑے چہرے والے ہیں، جیسے موٹی اور گول ڈھال ہوتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے ابن حرملہ اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں:
خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَاصِبٌ إِصْبَعَهُ مِنْ لَدْغَةِ عَقْرَبٍ فَقَالَ:
«إِنَّكُمْ تَقُولُونَ لَا عَدُوَّ وَإِنَّكُمْ لَا تَزَالُونَ تُقَاتِلُونَ عَدُوًّا حَتَّى يَأْتِيَ يَأْجُوجُ

وَمَأْجُوجُ عِرَاضُ الْوُجُوهِ، صِغَارُ الْعُيُونِ، صُهْبُ الشِّعَافِ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ (مسند احمد: ۲۲۳۳۱) کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اس حال میں کہ بچھو کے ڈنک مارنے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنی انگلی میں پٹی باندھ رکھی تھی پس فرمایا تم کہتے ہو کہ تمہارا کوئی دشمن نہیں حالانکہ تم دشمن سے لڑتے رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج آئیں گے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے، آنکھیں چھوٹی ہوں گی، بال بھورے ہوں گے، ہر اونچائی سے پھسلتے ہوئے آئیں گے، گویا کہ ان کے چہرے موٹی ڈھال ہیں۔

یاجوج ماجوج کا حکم اُخروی

یہ سب دوزخی ہیں دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ حدیث پاک میں ان کو بَعثُ النار کہا گیا ہے یعنی دوزخی لوگ۔ جیساکہ مسلم شریف میں آیا ہے

يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى: " يَا آدَمُ، فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، فَيَقُولُ :أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ، قَالَ: وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟، قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ (بخاری:۳۳۴۸)

کہ (قیامت کے دن) اللہ رب العزت فرمائیں گے اے آدم! وہ جواب دیں گے کہ حاضر ہوں اور ہر طرح کی بھلائیاں آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، تو اللہ رب العزت ارشاد فرمائیں گے بَعثُ النار یعنی دوزخی گروہ کو نکال لے، آدم علیہ السلام کہیں گے کہ بعث النار کیا ہے؟ تو ارشاد ہو گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔

جس طرح دنیا میں دنیا کے تمام انسانوں کے مقابل ان کی تعداد دس گناہ زیادہ ہے اسی تناسب سے دوزخ میں بھی ان کی تعداد دس گنا زیادہ ہو گی کہ ہر ایک ہزار دوزخی میں سے نو سو ننانوے دوزخی یاجوج وماجوج میں سے ہونگے جیسا کہ حدیث

شریف میں ہے فَإِنَّ مِن يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفًا وَمِنْكُمْ رَجُلٌ (بخاری: ۶۵۳۰) یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار اور ان کے مقابلہ میں تم میں سے ایک آدمی دوزخ میں جائے گا۔

سوال: ان کو دوزخ میں کیوں ڈالا جائے گا؟

جواب: بوجہ انکار و کفر۔ کیونکہ آیات ربانی "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (سورۂ اسراء: ۱۵) (اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کہ کسی رسول کو ان کی ہدایت کے لیے نہیں بھیج دیتے)، اور "وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ" (سورۂ فاطر: ۲۴) (اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ پہنچا ہو) کے بموجب ان تک دعوتِ ایمان کسی رسول یا داعی و نذیر کے ذریعہ ضرور پہنچ چکی ہو گی لیکن اس کے باوجود یہ لوگ کفر و انکار پر جمے رہے جس کی بناء پر آتش دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

یاجوج ماجوج کہاں ہیں؟

سوال: دنیا کے رقبے پر یاجوج وماجوج کہاں آباد ہیں؟ اور سدِّ سکندری کہاں واقع ہے؟

جواب (۱) جغرافیائی اعتبار سے سدِّ سکندری و سد ذوالقرنین کہاں واقع ہے؟ اور یاجوج ماجوج کون لوگ ہیں؟ اس وقت کہاں رہتے ہیں؟ اس پر نہ تو قرآن حدیث کا سمجھنا موقوف ہے اور نہ کسی اسلامی عقیدے کی بنیاد ہے اس لئے جتنا قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے اس پر اکتفا کرنا چاہیے اور اس پر بغیر کسی تاویلِ بعید اور تحریف کے ایمان و یقین رکھنا چاہیے۔

(۲) مشہور مورخ ابن خلدون کے مطابق ساتویں اقلیم کے نویں حصے میں بجانبِ

مشرق یاجوج ماجوج کی آبادیاں ہیں اور بجانب مغرب تُرک کے وہ تمام قبائل آباد ہیں جن کو قنجاق اور چرکس کہا جاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان کوہِ قاف حدِّ فاصل بنا ہوا ہے اور کوہِ قاف ہی وہ طویل المسافت پہاڑ ہے جو ایک طرف چوتھی اقلیم کی جانبِ مشرق واقع بحرِ محیط سے شروع ہو کر اپنی دور دراز مسافت طے کرتے ہوئے دوسری طرف ساتویں اقلیم کے نوے حصے میں آکر داخل ہو جاتا ہے جس میں یاجوج ماجوج آباد ہیں (اس طرح سے گویا کوہِ قاف انہیں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے) اور اسی سلسلۂ کوہ کے وَسط میں سدِ سکندری بھی واقع ہے (۔ کما ہو مستفاد من مقدمۃ ابن خلدون)

(۳) ہمیں نہیں معلوم اس کا صحیح علم اللہ کو ہے اللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔

سوال: فتنۂ تاتار وترک کو فتنۂ خروج یاجوج ماجوج قرار دینا یا باشند گانِ روس و چین اور اہل یورپ کو یاجوج وماجوج کا مصداق ٹھہرانا کیسا ہے؟

جواب: بالکل صحیح نہیں ایسا سمجھنا کھلی گمراہی اور احادیث صحیحہ کا انکار ہے کیونکہ جس خروجِ یاجوج ماجوج کو نصوص میں بطور علامت قیامت بیان کیا گیا ہے اس کا وقت تو احادیثِ رسول میں نزولِ عیسیٰ مسیح اور قتلِ دجال کے بعد بتایا گیا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ اور یہ کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی بد دعا سے ہلاک ہوں گے اور لمبی لمبی گردنوں والے پرندے اور ہوائیں ان کو سمندر وغیرہ میں پھینکیں گی یہ سب باتیں تاتار اور ترکیوں کے ساتھ کہاں پیش آئیں، ان کی جیسی یورش وتباہ کاری نصوص میں مذکور ہے ویسی ابھی تک دنیا نے نہیں دیکھی تو ان کو یاجوج وماجوج کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے ہاں البتہ ان مذکورہ فتنوں کو فتنۂ یاجوج ماجوج کے مشابہ یا انکا مقدمہ و تمہید قرار دینے میں کچھ حرج نہیں۔ (روح المعانی)

چند ایسی باتیں جو یاجوج وماجوج کے تعلق سے مشہور ہیں لیکن وہ صحیح نہیں ہیں۔

(۱) یہ کہ یاجوج وماجوج حوّاء رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کے ایسے نطفے سے ہوئی ہے جو کہ احتلام کی حالت میں نکل کر مٹی میں رَلْ مل گیا تھا جیسا کہ کعب احبار سے منقول ہے:

ان یاجوج وماجوج من ولد ادم غیر حواء وذلك انه علیه السلام نام فاحتلم فامتزجت نطفته في التراب فخلق منها یاجوج وماجوج'

قول مذکور کے متعلق صاحبِ روح المعانی اور حافظ ابن حجر کی رائے ملاحظہ فرمایئے" قال السید محمود الالوسي و انا اری هذا القول حدیث خرافة۔ وقال الحافظ بن حجر لم یرو ذلك عن احد من السلف الا کعب الاحبار ویرده الحدیث المرفوع انهم من ذریة نوح ونوح من ذریة حواء قطعاً" (روح المعاني۔ ص ۳۶۰) سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو اس قول کو باطل سمجھتا ہوں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات کعب احبار کو چھوڑ کر کسی بھی سلف سے منقول نہیں ہے اور اس قول کی یہ حدیث مرفوع تردید کرتی ہے کہ یقیناً یاجوج ماجوج تو نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور نوح علیہ السلام یقینی طور سے حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسل سے ہیں۔

نیز علماء کرام کی تحقیق یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام تو احتلام سے محفوظ ہوتے ہیں، تو پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ یاجوج ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کے احتلام کی حالت میں نکلے ہوئے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں؟

(۲) یہ کہ وہ انتہائی پستہ قد ہوتے ہیں ان کا قد بالشت، ڈیڑھ بالشت یا زیادہ سے

زیادہ ایک ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔ اور بعض غیر معمولی طویل القامت ہوتے ہیں۔

(۳) ان کے کان اتنے بڑے ہیں کہ ایک کو اوڑھتے اور ایک کو بچھاتے ہیں۔

(۴) ان کی غذا کے لئے قدرت سال بھر میں دو مرتبہ سمندر سے ایسی مچھلیاں پھینک دیتی ہے کہ جن کے سر اور دم کا فاصلہ اس قدر طویل ہوتا ہے کہ دس رات و دن اگر کوئی شخص اس پر چلتا رہے تب جا کر اس فاصلے کو طے کر پائے وغیرہ اس قسم کی تمام باتیں قطعاً بے دلیل ہیں، اسلامی روایات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ (ھدایۃ القران۔)

سوال: یاجوج ماجوج کے متعلق اس قدر بے سروپا روایتیں کیوں مشہور ہوئیں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا تذکرہ یہودیوں کی کتابوں میں بھی ہے پس یہودیوں نے حسبِ فطرت کہ تحریف و تبدیل ان کی عادت ہے یاجوج ماجوج کے بارے میں بعید از عقل کہانیاں تصنیف کرلیں، اور کعب احبار کے ذریعے جو یہودی النسل تھے اور ان کی کتابوں کے بڑے عالم تھے وہ سب کہانیاں مسلمانوں میں پھیل گئیں۔

مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کعب احبار اسلام لانے کے بعد یا تو تفریح کے طور پر ان کو سنایا کرتے تھے یا اس لئے کہ اس رطب و یابس میں سے جو دور از کار اور بعید از عقل باتیں ہوں وہ رد کر دی جائیں اور جن کی قرآن اور احادیث نبوی سے تائید ہوتی ہو ان کو ایک تاریخی حیثیت میں لے لیا جائے، مگر نقل کرنے والوں نے اس حقیقت پر نظر نہ رکھتے ہوئے اس پورے طومار کو اور ان بے سروپا باتوں کو اسی طرح نقل کرنا شروع کر دیا جس طرح حدیثی روایات کو نقل کیا جاتا ہے پس اس طرح یہ بے سروپا باتیں لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ (قصص القرآن جلد ۳/ ص ۱۹۵

(۷) دخان (دھواں)

قیامت کی علامات کبری و قریبہ میں سے ایک علامت دخان ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۔ يَغْشَى النَّاسَ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ (الدخان ۱۱) لہذا اس دن کا انتظار کرو جب آسمان سے ایک واضح دھواں نمودار ہو گا جو لوگوں پر چھا جائے گا یہ ایک دردناک سزا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا:... الدُّخَانَ، أَوِ الدَّجَّالَ..." (مسلم:) کہ چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے نیکی کرنے میں جلدی کرو ان میں سے دجال اور دخان ہے۔

یہ ایک خاص قسم کا دھواں ہے جو بالکل قیامت کے قریب اٹھے گا اور مسلسل چالیس روز تک پوری دنیا پر چھایا رہے گا - آسمان و زمین کی درمیانی فضا اس سے بھر جائے گی - تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا، کوئی بھی شخص اس کی زد سے نہ بچ سکے گا البتہ مومن کو تو اس کا اثرِ خفیف پہنچے گا کہ اس کی وجہ سے انھیں صرف ایک زکامی کیفیت لاحق ہو گی لیکن کفار و مشرکین کا تو سخت برا حال ہو گا کہ ان کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں مدہوش بنادیگا اور ان کے تمام منافذ و مسام یعنی کانوں وغیرہ سوراخوں میں گھس کر اسے چیر کر رکھ دے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول الله ماالدخان ؟ یہ دخان کیا چیز ہے ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ" اور آپ نے ارشاد فرمایا "يملأُ ما بين المشرقِ والمغربِ، يمكثُ أربعينَ يومًا وليلةً، أمّا المؤمنُ فيصيبُهُ منه

كهيئةِ الزُّكامِ، وأمّا الكافرُ فيكونُ بمنزلةِ السَّكرانِ يخرجُ من منخرَيهِ وأذُنيهِ ودبُرهِ (تفسير الطبري) کہ وہ دھواں مشرق و مغرب کے خلا کو بھر دے گا، چالیس دن ورات رہے گا، مومن کو تو اس سے صرف زکامی کیفیت لاحق ہوگی اور بہر حال کافر تو وہ مدہوش ہوں گے اور وہ دھواں داخل ہو کر ان کے ناکوں، کانوں اور سرینوں سے نکلے گا۔

اور جیسا کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" وربُّكُمْ أنْذَرَكُمْ ثَلَاثًا: الدُّخَانَ، يَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ مِنْهُ كَالزَّكْمَةِ، وَيَأْخُذُ الْكَافِرَ فَيَنْتَفِخُ وَيَخْرُجُ مِنْ كُلِّ مَسْمَعٍ مِنْهُ والثانية الدابة، والثالثة الدجال (المعجم الكبير للطبراني: ۳۴۴۰)

کہ بے شک تمہارے رب نے تمہیں تین چیزوں سے ڈرایا ہے دخان یعنی دھواں سے جو مؤمنین کو تو زکام کی طرح محسوس ہوگا اور کافروں کو پکڑے گا پس اس کے جسم میں بھر جائے گا اور اس کے تمام مسامات سے نکلے گا اور دوسری چیز جانور اور تیسری چیز دجال ہے۔

ضروری تنبیہ: اس مذکورہ دخان کے علامتِ قیامت ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن آیت کریمہ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ میں ذکر کردہ دخان ہی علامت قیامت والا دخان ہے یا کوئی اور؟ تو اس بابت سلف میں اختلاف ہے۔ چنانچہ سلف کی ایک جماعت مثلاً حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا قول یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں بیان کردہ دھواں ہی علامت قیامت والا دھواں ہے جو قرب قیامت ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے: قالوا انه دخان ياتي من السماء قبل يوم القيامة۔ (ص۱۱۷ ج۱۴) علماء فرماتے ہیں

کہ آیت میں مذکور دھواں سے وہ دھواں مراد ہے جو قیامت سے پہلے آسمان سے آئے گا۔

لیکن اسکے برعکس عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی رائے یہ ہیکہ آیت کریمہ میں جس دھویں کا ذکر ہے وہ قیامت کی علامت ونشانی والا دھواں نہیں ہے بلکہ وہ اس کے علاوہ ایک دوسرا دھواں تھا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں گزر چکا۔ جیسا کے روح المعانی میں ہے مجاہد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کرتے ہیں " انه كان يقول هما دخانان مضى واحد والذي بقي يملأ ما بين السماء و الارض۔ الخ اى يقول عبد الله بن مسعود۔" کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کہا کرتے تھے کہ یہ دو دھوئیں ہیں ایک تو گزر چکا اور جو باقی ہے وہ آسمان وزمین کے درمیانی حصے کو بھر دے گا۔

اور بقول عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ آیت کریمہ میں مذکور دھواں جو گزر چکا اس کی صورت اس طرح سے پیش آئی کہ قریش مکہ کے ایمان سے تمرُّد و سرکشی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بایں الفاظ بد دعا فرمائی "اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ"(بخاری:۴۷۷۴) اے اللہ! کفار مکہ پر میری مدد فرما ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا قحط مسلط فرما کر۔

پس آپکی بد دعا کے سبب ان پر مسلسل سات برس تک ایسا سخت قحط مسلط کر دیا گیا جسمیں وہ مردار اور ہڈیاں تک کھانے پر مجبور ہو گئے اور کثرتِ بھوک اور شدتِ بھوک کی وجہ سے مرنے لگے اور انہیں آسمان وزمین کے درمیان دھواں ہی دھواں نظر آنے لگا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے" فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا، وَأَكَلُوا المَيْتَةَ وَالعِظَامَ، وَيَرَى الرَّجُلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ "(بخاری:۴۷۷۴) کہ انکو قحط سالی نے پکڑ لیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوے اور مردار اور

ہڈیاں تک کھائی اور لوگوں کو آسمان اور زمین کے درمیان دھواں جیسا نظر آتا تھا، پھر آپ ﷺ ہی کی دعا کی بدولت یہ مصیبت ان سے دور بھی کر دی گئی جیسا کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فاصابهم تحتاج حدا حتى اكلوا العظام (وفي روايه الميتة والجلود) فجعل الرجل ينظر الى السماء وهي ما بينه وبينها كهيئة الدخان من الجوع فانزل الله تعالى' فارتقب يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا عذاب اليم' فاتى النبي عليه السلام فقيل يا رسول الله استسق الله تعالى لمضر فاستسقى لهم عليه الصلاة و السلام فسقوا فانزل الله تعالى انا كاشفوا العذاب قليلا انكم عائدون۔ (روح المعاني ص۱۱٦ ج۱۳) پس انہیں ایسے قحط کا سامنا کرنا پڑا کہ جس میں وہ ہڈیاں اور چمڑے تک کھانے پر مجبور ہو گئے پس آدمی آسمان کی طرف نظر اٹھاتا تھا تو اسے بھوک کے سبب دھواں جیسا نظر آتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ. پس مشرکین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ مضر کے لیے بارش طلب کیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بارش کی دعا کی پس بارش برسائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ (سورۂ دخان:۱۵) (اچھا) ہم عذاب کو کچھ عرصے تک ہٹا دیتے ہیں۔ یقین ہے کہ تم پھر اسی حالت پر لوٹ آؤ گے۔

(۸) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

فناءِ دنیا اور موجودہ نظامِ عالم کے درہم و برہم ہونے کے قریب جہاں موجودہ قوانین و نظامِ طبعیہ کے خلاف بہت سے عظیم الشان محیر العقول اور عجیب و غریب

خوارق وقوع پذیر ہوں گے انہیں میں سے ایک عجیب وغریب خارق، سورج کا مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنا بھی ہے۔ جسے دیکھتے ہی اضطراری وغیر اختیاری طور پر سارے جہان کے کُفّار کلمۂ ایمان پڑھنے لگ جائیں گے اور گنہگار توبہ کریں گے۔ لیکن اس وقت نہ کسی کا ایمان قبول ہو گا اور نہ کسی کی توبہ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔ فَإِذَا طَلَعَتْ مِنْ مَغْرِبِهَا آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ، فَيَوْمَئِذٍ لاَ يَنْفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرا۔ (أخرجه مسلم : ۱۵۷)، کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو پس جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو سارے لوگ ایمان لائیں گے پس اس دن کسی شخص کا ایمان لانا مفید نہ ہو گا جو اس دن سے پہلے ایمان نہ لایا ہو گا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا: طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، (مسلم:۲۹۴۷) کہ چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو ان میں ایک سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، اور مسلم شریف کی روایت میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا، طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا، فَالْأُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبًا (مسلم:۲۹۴۱) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو ابھی تک میں بھولا نہیں ہوں میں نے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے شروعاتی علامات میں سے یعنی ظاہر ہونے کے اعتبار سے سب سے پہلی علامت سورج کا مغرب سے طلوع

ہونا ہے اور بوقت چاشت لوگوں کے سامنے جانور کا نکلنا ہے اور ان دونشانیوں میں سے جو نشانی پہلے ظاہر ہو گی متصلاً اس کے بعد دوسری ظاہر ہو گی۔

نیز مسلم شریف کی ایک طویل حدیث ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے جہاں اس کا مستقر اور اس کا آخری ٹھکانہ ہے وہاں پہنچتا ہے پس سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور سجدہ ہی کی حالت میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے حکم ہوتا ہے کہ اٹھ جس جگہ سے آیا تھا وہیں واپس لوٹ جا پس وہ واپس ہوتا ہے اور صبح اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے... یہی صورت ہوتی رہے گی کہ ہر روز سجدے کے بعد مشرق سے طلوع ہونے کی اجازت ملتی رہے گی یہاں تک کہ ایک مرتبہ اس سے کہا جائے گا اِرْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِكِ" کہ سر سجدے سے اٹھا اور اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہو "فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِهَا" پس وہ اپنے ڈوبنے کی جگہ سے طلوع ہو گا، آپ ﷺ نے فرمایا: أَتَدْرُونَ مَتَى ذَاكُمْ؟ تم جانتے ہو کہ ایسا کب ہو گا؟ ایسا اس وقت ہو گا، حِين " لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا "(مسلم:۱۵۹) کہ جس وقت کسی شخص کو ایمان لانا مفید نہ ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو گا یا اپنے ایمان کی حالت میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو گا۔

سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی کیفیت وعلامت

سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی صورت یہ ہو گی کہ ایک رات خلافِ معمول انتہائی دراز تقریباً دو یا تین راتوں کے برابر ہو جائی گی آيَةُ تِلكَ الليلةِ اَنْ

تَطُولَ قدرَ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثلاثٍ۔ اللہ سے ڈرنے والے بندے حسب معمول اٹھیں گے نمازیں ادا کریں گے اور اپنے کام کاج میں مشغول ہو جائیں گے لیکن دیکھیں گے کہ رات توجوں کی توں باقی ہے ستارے آسمان پر چمک دمک رہے ہیں اسلئے اپنے بستروں پر لوٹ کر دوبارہ سو جائیں گے اور پھر بیدار ہوں گے اور اپنی نمازیں پڑھیں گے لیکن رات ابھی بھی جوں کی توں برقرار ہو گی" فیستیقظ الذین یخشون ربھم فیصلون ویعملون کما کانوا وقد قامت النجوم مکانھا ثم یرقدون ثم یقومون ثم یقضون صلاتھم واللیل کانه لم ینقص فیضطجعون حتی یتطاول علیھم اللیل۔"(ذکرہ الطبري:۸/۱۰۰) یہاں تک کہ جب دیکھیں گے کہ رات انتہائی دراز ہوتی جارہی ہے اور ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے تو مارے ڈر وخوف کے کہیں گے کہ یہ درازئ شب کہیں کسی بڑے حادثے کا پیش خیمہ تو نہیں اور اسی اضطراب و بے چینی اور سراسیمگی کی حالت میں مسجدوں کی طرف دوڑیں گے۔" فاذا رای ذلك خافوا ان یکون ذلك بین یدي امر عظیم فیفزع الناس وھاج بعضھم في بعض فقالوا ما ھذا فیفزعون الی المساجد۔" (ذکرہ الطبري:۸/۱۰۰) حتیٰ کہ صبح صادق طلوع ہو جائے گی لیکن سورج نکلنے میں بہت دیر لگے گی اور تمام لوگ ٹکٹکی باندھ کر بڑی بیتابی کے ساتھ مشرق سے سورج نکلنے کے منتظر ہوں گے کہ یکایک بالکل خلاف توقع و خلاف معمول بحکمِ الٰہی سورج بجائے مشرق کے مغرب سے نکلنے لگے گا۔" فاذا اصبحوا اطال علیھم طلوع الشمس فبیناھم ینتظرون طلوعھا من المشرق اذا ھي طلعت علیھم من مغربھا"(ذکرہ الطبري:۸/۱۰۰)۔

یہ مُحیّرُ العُقُول خدائی کرشمہ دیکھ کر لوگوں کی چیخیں نکل پڑیں گی اور تمام لوگوں کی زبانوں سے بے اختیار کلمۂ شہادت اور توبہ کا ایک شور برپا ہو جائیگا۔ 'فَضَجَّ النَّاسُ ضَجَّةً

وَّاحِدَةً۔ یہاں تک کہ سورج وسطِ سماء پر پہنچ کر پھر واپس بجانب مغرب لوٹ پڑیگا اور پھر اس کے بعد حسب معمول دوبارہ وقوع قیامت تک مشرق ہی سے طلوع ہوتا رہیگا۔ ' حتى اذا صارت في وسط السماء رجعت وطلعت عليهم من مطلعها۔ (التعليق الصبيح على المشكوة) (ذكره الطبري:۸/۱۰۰)

سوال: مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد توبہ اور ایمان کیوں مقبول نہ ہو گا؟

جواب(۱): خدا تعالی کی طرف سے بندوں کو ملی ہوئی قبولیتِ ایمان و توبہ کی مہلت ختم ہو جانے اور باب توبہ بند ہو جانے کے سبب نہ ایمان قبول ہو گا اور نہ توبہ قبول ہو گی۔

کیونکہ اللہ رب العزت نے طلوع الشمس من المغرب کو اپنے بندوں کی طرف سے ان کے ایمان اور توبہ قبول کرنے کی آخری حد مقرر فرمائی ہے جس کا اعلان وہ کتاب اور رسول کے ذریعے کر چکے ہیں۔" كما قال الله تعالى(يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا) سورۂ انعام ۱۵۸، فقال النبي صلى الله عليه وسلم فَإِذَا طَلَعَتْ فَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ، فَذَلِكَ حِينَ: {لاَ يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا} لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا طَلَعَتْ آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ، فَيَوْمَئِذٍ {لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ} (بخاری:۶۵۰۶، مسند احمد:۸۸۵۰) (کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو پس جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو سارے لوگ ایمان لائیں گے پس اس دن کسی شخص کا ایمان لانا مفید نہ ہو گا جو اس دن سے پہلے ایمان نہ لایا ہو گا۔) اور مسلم شریف میں

ہے "مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، تَابَ اللهُ عَلَيْهِ۔ (مسلم:۲۷۰۳) (کہ جس نے سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے) وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا (مسلم:۲۷۵۹) کہ بے شک اللہ تعالی (توبہ قبول کرنے کے واسطے) اپنا ہاتھ رات میں پھیلاتے ہیں تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور اپنا ہاتھ دن میں پھیلاتے ہیں تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرلے (اور قبولیت توبہ کا یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا) جب تک کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہ ہو۔

جواب (۲): بار گاہ خدا تعالی میں ایمان بالغیب اور اختیاری توبہ اور اختیاری ایمان مقبول ہے، نہ کہ ایمان اضطراری جو عذاب الٰہی اترنے اور مشاہدۂ آخرت و برزخ کے بعد ہو۔ اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد تو غیب، مشاہدہ میں اور اختیار، اضطرار میں تبدیل ہو گیا تو پھر اب ایمان و توبہ کیسے مقبول و معتبر ہو سکتے ہیں۔

اور بقول علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان، اسکے شخصی و انفرادی طور پر سکرات الموت و جان کنی کی حالت میں پہنچنے کے بعد اس پر احوالِ آخرت و برزخ منکشف ہو جاتے ہیں اور احوالِ آخرت و برزخ منکشف ہونے کے سبب اس کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں ہوتے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ، مَا لَمْ يُغَرْغِرْ (ابن ماجہ:۴۲۵۳) کہ اللہ بندے کی توبہ قبول فرماتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ جاں کنی کی حالت میں نہ پہنچے، و من مات فقد قامت قيامته (کہ جو مر گیا اس کی تو قیامت قائم ہو گئی) اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ (توبہ کی قبولیت ان کے لیے

نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت کا وقت آکھڑا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کرلی اور نہ ان کے لئے ہے جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے تو ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے، سورۂ نساء:۱۸) پس اسی طرح سمجھئیے کہ طلوع الشمس من المغرب کے بعد گویا عالم کبیر یعنی پوری دنیا اپنی نزاعی و جاں کنی کی حالت میں پہنچ گئی کہ عالم علوی اور سفلی، عالمِ سماوی و ارضی میں تغیرات ہونے لگے آخرت کا پردہ چاک ہو گیا دارالعمل کے ختم اور دارالجزاء کے شروع ہونے کا بِگُل بج گیا۔ عالم غیب اب غیب نہ رہا خدا اور رسول کی خبر حقیقت بن کر آشکارا ہو گئی اور آخرت بالکل سامنے آکر کھڑی ہو گئی اب مانا تو کیا مانا آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوگے 'آلآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ' اب تو ماننا ہی پڑیگا۔ اس لیے اب اس وقت مجموعۂ عالم کے حق میں بھی یہی حکم ہو گا کہ کسی کا ایمان و توبہ مقبول و معتبر نہ ہو گا۔

كما في روح المعاني (ص۳۰۵ج۴) وسبب عدم نفع الايمان عند ذلك انه اذا شوهد تغير العالم العلوی يحصل العلم الضروري ويرفع الايمان بالغيب وهو المكلف به فيكون الايمان حينئذ كالايمان عند الغرغرة۔ کہ اس وقت ایمان کے مفید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب عالم بالا کے تغیر کا مشاہدہ ہونے لگا تو اب علم ضروری حاصل ہو گیا اور علم غیب جس کا بندہ مکلف تھا اس کا وقت ختم ہو گیا پس اس وقت کا ایمان غرغرہ کی حالت کا سا ایمان ہو گا۔

سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی حکمت

سورج کے ایک مرتبہ مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہونے کی حکمت اللہ کی قدرت کا اظہار ہے کہ جھوٹی خدائی کا دعوی کرنے والا نمرود تو ایسا نہ کر سکا لیکن معبودِ

بر حق خدا تعالی کو اس پر قدرت حاصل ہے اور تاکہ منکرین وملحدین جو اس چیز کو ناممکن اور محال تصور کرتے ہیں وہ جان لیں کہ سورج اللہ کی قدرت کے تحت اور اس کے حکم کا پابند ہے وہ جب چاہے مشرق سے نکالے اور جب چاہے مغرب سے (التذکرہ للقرطبی / ص ۵۵۴)

(۹) ایک عجیبُ الخِلقت جانور کا زمین سے نکلنا

محیر العقول کرشمۂ خداوندی میں سے ایک عجیب و غریب کرشمہ، ایک عجیب الخلقت جانور کا زمین سے نکلنا بھی ہے جو بالکل قیامت کے قریب ظاہر ہو گا اور اس کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔' اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ '(اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان لوگوں پر آپہنچے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے،(سورۂ نمل: ۸۲) قیامت کی یہ علامت سورج کے مغرب سے طلوع ہونے ہی کے دن بوقت چاشت لوگوں پر ظاہر ہو گی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا، طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا ،فَالْأُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبٌ (مسلم: ۲۹۴۱)(کہ سب سے پہلی نشانی سورج کا اس کے مغرب سے طلوع ہونا ہے اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے جانور کا نکلنا ہے ان میں سے جو بھی علامت پہلے ظاہر ہو گی اسی کے پیچھے دوسری ظاہر ہو گی) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ

مَغْرِبِهَا، وَالدَّجَّالُ، وَدَابَّةُ الْأَرْضِ "(مسلم ۳۹۸) کہ تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں تو اس وقت ایمان لانا کسی ایسے شخص کے حق میں میں مفید نہ ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے نکلنا۔

اور نیز آپ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ "بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا:...(وذکر منها) دابة الأرض"(مسلم:۷۲۹۴) کہ چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو ان میں ایک چیز آپ ﷺ نے دابۃ الأرض یعنی زمین سے نکلنے والے جانور کو بیان فرمایا۔

یہ ایک عجیب الخلقت اور مخصوص صفات کا حامل جانور ہو گا۔ جو عام جانوروں کی طرح توالُد و تناسُل کے طریق پر پیدا نہ ہو گا بلکہ اچانک مکۃ المکرمہ کی صفا پہاڑی پھٹے گی اور یہ اس سے نکلے گا۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مِنْ صَدْعٍ فِي الصَّفَا (مجمع الزوائد:۱۲۵۷۸) صفا پہاڑی کے شگاف سے نکلے گا اور عبد اللہ بن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انها دابة عظيمة ذات قوائم ليست من نوع الانسان اصلا يخرجها الله تعالى اخر الزمان من الارض۔ (روح المعانی ص ۲۳۴ ج ۳) (کہ یہ ایک چار پیر والا بڑا جانور ہے جو انسان کی جنس سے بالکل نہیں ہے اللہ تعالی اسے آخر زمانے میں زمین سے نکالیں گے) اور یہ جانور نکلنے کے بعد سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے مسجد حرام میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان جا پہنچے گا لوگ اسے دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے ۔ تدنو بين الركن والمقام تنفض عن راسها التراب فرفض الناس عنها شتى ۔ ایک جماعت رہ جائے گی یہ ان کے چہروں کو ستاروں کی طرح روشن کر دے گا۔ وبقيت عصابة من المؤمنين و عرفوا انهم لا يعجزوا الله فبدأت بهم فجلت وجوههم حتى جعلتها كانها الكوكب الدري۔ (ابن کثیر: ج۳ ص ۴۹۴، سورۃ نمل:۸۲)

حرم محترم سے نکل کر دوسری طرف رخ کرے گا یہ ایسا تیز رو ہو گا کہ پوری دنیا چھان مارے گا نہ کوئی چپہ و خطہ اسکی چاپ قدم سے بچے گا اور نہ کوئی شخص اس کی دسترس سے بھاگ پائے گا۔ وولت في الارض لا يدركها طالب ولا ينجو منها هارب۔ (ابن كثير)يعرف المؤمن من الكافر۔ (روح المعانی) اپنی خدا داد بصیرت سے مؤمن و کافر دونوں کو پہچانے گا اور نشان لگا کر ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دے گا۔ تخرجُ الدابّۃُ فتَسِمُ الناسَ علی خراطیمِهم۔(مسند احمد:۲۲۳۶۲)، خدا تعالی کی عطا کردہ گویائی سے یہ لوگوں سے مثل انسان کلام کرے گا اور گھوم گھوم کر منکرین قیامت کو یہ خدائی پیغام سنائے گا کہ اے کافرو! جس قیامت کے تم منکر تھے وہ تمہارے سروں پر کھڑی ہے اب یقین کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اس وقت کا یقین و تصدیق ان منکرین کے کچھ کام نہ آئے گا کیونکہ یہ اضطراری ہو گا نہ کہ اختیاری اور معتبر اللہ کے نزدیک اختیاری تصدیق وایمان ہے۔

تنبیہ: مذکورہ جانور کا لوگوں سے کلام کرنا کچھ قابل تعجب نہیں کیونکہ یہ ایک خدائی کرشمہ ہے اور وہ قادرِ مطلق جسے چاہے قوتِ گویائی عطا فرما سکتا ہے اس کی صفت علیٰ کُلِّ شَيئٍ قَدِیر ہے۔

قُرب قیامت دابۃُالارض کے علاوہ بھی حدیث پاک میں درندوں حتیٰ کہ کوڑے جوتے کے تسمے اور آدمی کی ران تک کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے اور گواہی دینے کی پیشین گوئی مذکور ہے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُكَلِّمَ السِّبَاعُ الإِنْسَ، وَحَتَّى تُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهِ وَشِرَاكُ نَعْلِهِ وَتُخْبِرَهُ فَخِذُهُ بِمَا أَحْدَثَ أَهْلُهُ مِنْ بعده (ترمذی:۲۱۸۱)(قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ درندے انسانوں سے بات چیت کریں گے اور یہاں تک کہ آدمی

کے کوڑے کا کنارہ اور اس کے جوتے کا تسمہ اس سے کلام کرے گا اور اس کو اس کی ران بتا دے گی جو کچھ اس کے گھر والوں نے اس کی عدم موجودگی میں کیا ہو گا) اور بروز قیامت خدا کی عدالت عالیہ میں انسان کی آنکھ کان اور اس کے جسم کی کھال تک کے بول اٹھنے کی صراحت خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُون ، وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (سورۂ فصلت ۲۰-۲۱) یہاں تک کہ جب وہ اس (آگ) کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں، وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی کہ ہمیں اسی ذات نے بولنے کی طاقت دے دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی عطا فرمائی۔

طُلُوعُ الشَّمس مِنَ الْمَغْرِب کے بعد خُرُوجِ دابّہ کی حکمت

سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد زمین سے عجیب الخلقت جانور نکلنے کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ طلوع الشمس من المغرب سے قبولِ ایمان و قبولِ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا پس یہ جانور نکل کر اُس مقصد کی تکمیل کرے گا جو باب توبہ کے بند ہونے سے مقصود و مطلوب ہے یعنی مومن اور کافر کے درمیان امتیاز پیدا کرنا، چنانچہ یہ جانور گھوم گھوم کر لوگوں پر ایمان اور کفر کی نشانی لگا کر ہر ایک کو دوسرے سے جدا کر دے گا۔

(۱۰) نارُ الیمن (یمن سے نکلنے والی بھیانک آگ)

احادیثِ رسول میں بطور پیشین گوئی دو آگ کے نکلنے کا ذکر موجود ہے۔ ایک نار الحجاز کا اور دوسرے نار الیمن کا اور یہ دونوں الگ الگ دو آگ ہیں اور دونوں ہی علامت قیامت میں سے ہیں۔

(۱) نارُ الحجاز

البتہ نار الحجاز تو اپنی اس شان و بان کے ساتھ ظاہر ہو کر گزر بھی گئی جس طرح سے حدیث پاک میں مذکور تھی۔

اور اس کی کیفیت حدیث رسول میں اسطرح مذکور ہے ۔ کہ قبل از قیامت سرزمین حجاز سے ضرور ایک ایسی آگ نکلے گی یا حجاز کی وادیوں میں سے ایک وادی آگ بن کر بہہ پڑے گی کہ جس کی روشنی سے بُصریٰ شہر میں موجود اونٹوں کی گردنیں تک نظر آنے لگیں گی۔ چنانچہ مذکورہ پیشن گوئی کے مطابق یہ عظیم الشان آگ فتنۂ تاتار سے تقریبا ایک سال قبل ۶۵۴ ھ میں اطراف ونواحی مدینہ طیبہ سے نکلی اور ایک طوفانی شکل اختیار کرتے ہوئے میلوں پھیل گئی اتنی تیز اور دور رس تھی کہ جو پہاڑ بھی اس کی زد میں آیا وہ راکھ کا ڈھیر بن گیا اور اس کی روشنی مکۃ المکرمہ، ینبوع، تیما حتیٰ کہ حدیث کی پیشن گوئی کے مطابق بصری جیسے دور دراز مقامات پر بھی دیکھی گئی اور مسلسل ۵۲ دن تک بھڑکتی رہی اور اس کے ٹھنڈی ہونے اور بجھنے میں تقریبا تین ماہ لگے اور اس آگ کی خبر تواتر کے ساتھ عالم اسلام میں پھیل گئی چنانچہ اس زمانے کے محدثین مورخین اور شعرا نے اپنے کلاموں میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے کمافی حاشیۃ مسلم۔

۲)نارُ الیمن (یمن کی آگ)

یہ آگ ابھی تک نہیں نکلی اور نہیں گذری بلکہ قیامت کے بالکل قریب نکلے گی اور یہ قیامت کی بڑی علامتوں میں سے سب سے آخری علامت ہے جو سب سے آخر میں ظاہر ہو گی، جیسا کہ حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں ہے وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ (مسلم:۲۹۰۱) کہ آخری علامت ایک آگ ہے جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو انکے جائے حشر کی طرف ہنکا کر لے جائے گی، ہاں البتہ قیامت واقع ہونے کی خبر دینے کے اعتبار سے اس آگ کو پہلی علامت بھی کہا گیا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ المَشْرِقِ إِلَى المَغْرِبِ (بخاری:۳۳۲۹) کہ بہر حال قیامت کی یعنی وقوعِ قیامت کی خبر دینے والی سب سے پہلی علامت آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے لا کر مغرب میں جمع کر دے گی، پس اس کا اول و آخر علامت ہونا الگ الگ حیثیت سے ہے۔

یہ ایک خوفناک قسم کی آگ ہو گی جو یمن کے مشہور شہر عدن کے نشیبی علاقے یعنی سمندر کی جانب سے نکلے گی اور وقوعِ قیامت اور صور پھوکنے سے کچھ پہلے تمام لوگوں کو سرزمین حشر یعنی ملک شام کی طرف کوچ کرنے پر مجبور کرے گی۔ اور لوگوں سے اس وقت تک جدا نہ ہو گی جب تک کہ انہیں ملک شام میں لا کر جمع نہ کر دے چنانچہ وہ عام لوگوں کے ساتھ جُزءِ لَا ینفک (نہ جدا ہونے والے جز کی طرح) ایسی لگی رہے گی کہ سوتے جاگتے کسی بھی حالت میں جدا نہ ہو گی۔تَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا، وَتَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا، وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ أَصْبَحُوا، وَتُمْسِي مَعَهُمْ حَيْثُ أَمْسَوْا (بخاری:

۶۵۲۲) کہ وہ ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے اور ان کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ صبح کرے گی جہاں وہ صبح کریں گے اور ان کے ساتھ شام کرے گی جہاں وہ شام کریں گے۔ اور اس آگ کے ساتھ ایک تیز ہوا بھی ہوگی جو پیچھے رہ جانے والوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دے گی۔ سرزمین شام صور پھونکنے اور قیامت واقع ہونے سے پہلے لوگوں کے لئے جائے حشر، اور جائے اجتماع ہے۔ جس میں سارے لوگ بمطابق حدیث شریف تین طرح سے اور تین گروپ میں جمع ہوں گے۔

کچھ لوگ رَغَبًا و رَهَبًا برضا و رغبت اپنے ملک کے حالات سے خوفزدہ ہو کر اس کی طرف کوچ کریں گے کیوں کہ اس وقت حالاتِ دنیا بڑے سنگین ہوں گے لیکن اس کے باوجود سرزمینِ شام امن و امان اور چین و سکون کا گہوارہ ہوگی جیسا کہ حدیث پاک میں اس کی پیشن گوئی کی گئی ہے کہ آخری وقت میں ملک شام بہترین ہجرت گاہ اور روئے زمین کا سب سے بہتر خطہ ہوگا اور آپ ﷺ نے اس میں جائے سکونت اختیار کرنے کا حکم بھی فرمایا ہے جیسا کہ ابو داود شریف میں ہے عبد اللہ بن حوالہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سَيَصِيرُ الْأَمْرُ إِلَى أَنْ تَكُونُوا جُنُودًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ، قَالَ ابْنُ حَوَالَةَ خِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِالشَّامِ فَإِنَّهَا خِيرَةُ اللَّهِ مِنْ أَرْضِهِ يَجْتَبِي إِلَيْهَا خِيرَتَهُ مِنْ عِبَادِهِ فَأَمَّا إِنْ أَبَيْتُمْ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ وَاسْقُوا مِنْ غُدُرِكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَأَهْلِهِ. (ابو داود: ۲۴۸۳) کہ عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ تم الگ الگ ٹکڑیوں میں بٹ جاؤ گے، ایک ٹکڑی شام میں، ایک یمن میں اور ایک عراق میں۔ ابن حوالہ نے کہا اللہ کے رسول! مجھے بتایئے اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو کس ٹکڑی میں رہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اوپر شام کو

لازم کرلو، کیونکہ شام کا ملک اللہ کی بہترین سر زمین ہے، اللہ اس ملک میں اپنے نیک بندوں کو جمع کرے گا، اگر شام میں نہ رہنا چاہو تو اپنے یمن کو لازم پکڑنا اور اپنے تالابوں سے پانی پلانا، کیونکہ اللہ نے مجھ سے شام اور اس کے باشندوں کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ اسلئے نیکیوں میں سبقت کرنے والے نیک لوگ پہلی فرصت میں اسکی طرف کوچ کر جائیں گے۔

اور دوسرے سست و کاہل لوگ ہوں گے جو اس وقت کوچ کریں گے جب کہ ان کے علاقوں کے حالات انتہائی خراب ہو جائیں گے اور سواریوں کی شدید قلت ہو گی کہ ایک ایک اونٹ پر متعدد افراد باری باری سوار ہو کر جائیں گے۔

اور تیسرا گروہ وہ ہو گا کہ جن کے لئے یمن کی یہ خوفناک آگ ہے جو انہیں زبردستی گھسیٹ کر محشر میں جمع کر دیگی جیسا کہ مسلم شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى ثَلَاثِ طَرَائِقَ رَاغِبِينَ رَاهِبِينَ وَاثْنَانِ عَلَى بَعِيرٍ وَثَلَاثَةٌ عَلَى بَعِيرٍ وَأَرْبَعَةٌ عَلَى بَعِيرٍ وَعَشَرَةٌ عَلَى بَعِيرٍ وَيَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا وَتَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ أَصْبَحُوا وَتُمْسِي مَعَهُمْ حَيْثُ أَمْسَوْا۔ (بخاری: ۶۵۲۲) کہ لوگوں کا حشر تین فرقوں اور تین جماعتوں میں ہو گا (ایک فرقہ والے) لوگ رغبت کرنے نیز ڈرنے والے ہوں گے۔ (دوسرا فرقہ ایسے لوگوں کا ہو گا کہ) ایک اونٹ پر دو آدمی سوار ہوں گے کسی اونٹ پر تین ہوں گے، کسی اونٹ پر چار ہوں گے اور کسی پر دس ہوں گے۔ اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی (یہ اہلِ شرک کا تیسرا فرقہ ہو گا) جب وہ قیلولہ کریں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی، جب وہ رات گزاریں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ وہاں رات گزارے گی جب وہ صبح کریں گے تو آگ بھی صبح کے وقت وہاں موجود ہو گی اور جب

وہ شام کریں گے تو آگ بھی شام کے وقت ان کے ساتھ موجود رہے گی۔

سوال: خروجِ نار کے بابت حدیث پاک میں تو چار جگہوں کا ذکر آیا ہے (۱)حضر موت (۲)بحرِ حضر موت)(۳)یمن (۴)عدن۔

جواب: یہ چاروں ایک ہی جگہ ہیں وہ اس طرح سے کہ عدن یمن کا معروف و مشہور شہر ہے جو حضر موت ہی کے علاقہ میں واقع ہے اور یہ آگ اسی شہر عدن کے نشیبی علاقے یعنی سمندر کی جانب سے نمودار ہوگی اسلئے کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

سوال: آخری علامت کے بارے میں تو احادیث باہم متعارض ہیں کیونکہ بعض احادیث میں آگ کا آخری علامت ہونا مذکور ہے اور بعض دیگر میں ہوا کا جو لوگوں کو سمندر میں پھینک دی گی۔

جواب: احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ وہ آگ صرف آگ ہی نہ ہوگی بلکہ اس کے ساتھ ایک شدید قسم کی ہوا بھی ہوگی۔

سوال: قیامت کی علاماتِ کُبریٰ میں سب سے پہلی علامت کیا ہے ؟ اسکے تعلق سے بھی تو حدیث میں تعارض پایا جاتا ہے، چنانچہ بعض روایات میں خروج دجال کو پہلی علامت کہا گیا ہے تو بعض میں طلوع الشمس من المغرب (یعنی سورج کے مغرب سے طلوع ہونے) کو اور بعض حدیث میں خروج دابہ (یعنی جانور کا نکلنا) پہلی علامت مذکور ہے تو دوسری بعض میں نارِ یمن کو پہلی علامت قرار دیا گیا ہے اب پہلی علامت کیا ہے اس کا کیا جواب ہوگا؟

جواب: یہ اَوّلیت اضافی و نسبتی ہے حقیقی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے احادیث میں تعارض لازم آئے (یعنی ہر ایک کا اول علامت ہونا الگ الگ حیثیت سے ہے جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خروج دجال کا اول علامت ہونا عالمِ ارضی وِ سفلی میں احوالِ عامہ کے متغیر ہونے کی خبر دینے کے اعتبار سے ہے۔

اور طلوع الشمس من المغرب کا اول علامت ہونا عالمِ سماوی وعلوی میں تغیرِ احوال کی خبر دینے کے اعتبار سے ہے اور خروج دابہ کا بھی یہی مقصد ہے تو گویا طلوع الشمس اور خروج دابہ ایک ہی ہے اور نار یمن کا پہلی علامت ہونا قیامت واقع ہونے کی خبر دینے کے اعتبار سے ہے۔

تنبیہ: خیال رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نار یمن کے ذریعے لوگوں کا جو حشر اور اجتماع ملک شام کے اندر ہوگا وہ قیامت واقع ہونے سے پہلے ہوگا یہ وہ حشر اور اجتماع نہیں ہے جو قبروں سے اٹھنے کے بعد ہوگا جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَهَذَا الْحَشْرُ فِي آخِرِ الدُّنْيَا قُبَيْلَ الْقِيَامَةِ وَقُبَيْلَ النَّفْخِ فِي الصُّورِ (کہ یہ حشر دنیا کے آخر میں قیامت قائم ہونے اور صور پھونکنے سے ذرا پہلے ہوگا) کیوں کہ حدیث پاک میں دونوں کے حشر کی کیفیت الگ الگ بیان کی گئی ہے۔

قبروں سے اٹھنے کے بعد اور آخرت کا جو حشر ہے اس کی کیفیت حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے: إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا، ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ (بخاری: ۳۳۴۹) کہ لوگ ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں جمع کئے جائیں گے جیسا کہ پیدائش کے وقت کی حالت تھی اسی حالت کے ساتھ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔

حشر چار ہیں

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حشر چار ہیں، دو دنیا میں اور دو آخرت میں، پہلا حشر تو وہ حشرِ یہود ہے جو ملک شام کی طرف ہوا جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ (سورۂ حشر: ۲) (وہی ہے جس نے اہل کتاب میں

سے کافر لوگوں کو ان کے گھروں سے پہلے اجتماع کے موقع پر نکال دیا)، دوسرا حشر علامات قیامت والا حشر ہے جو بذریعۂ آگ ملک شام میں صور پھونکنے سے پہلے ہوگا اور تیسرا مُردوں کا حشر ہے جو قبروں سے زندہ کرنے کے بعد ہوگا جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے "...وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا (سورۂ کہف:۴۷) (اور ہم ان سب کو گھیر کر اکٹھا کر دیں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے)، چوتھا جنت یا دوزخ کی طرف حشر ہے۔

یمن کی خوشگوار ہوا

حدیث پاک میں سرزمین یمن اور شام سے ایک ٹھنڈی و خوشگوار ہوا چلنے کی پیشین گوئی وارد ہوئی ہے۔ جو تمام بڑی علامتوں کے ظاہر ہونے کے بعد وقوع قیامت سے کچھ پہلے اللہ رب العزت چلائیں گے، جس کی کیفیت و خاصیت یہ ہوگی کہ وہ بڑی روح افزا اور فرحت بخش ہوگی وَاَلْيَن مِنَ الْحَرِيْر اور ریشم سے زیادہ نرم وملائم ہوگی اور ہر صاحب ایمان و صاحب خیر تک پہنچ کر رہے گی حتیٰ کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے جگر میں بھی ہوگا یہ وہاں بھی داخل ہوگی اور جس کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان یا خیر ہوگا یہ اس کی روح قبض کرلے گی جیساکہ مسلم شریف میں ہے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ. (مسلم:۲۹۴۰) کہ پھر یعنی قتل دجال اور نزول عیسی علیہ السلام اور طلوع الشمس من المغرب وغیرہ جیسی بڑی علامتوں کے بعد اللہ تعالی ملک شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے پس زمین پر کوئی ایسا شخص نہ بچے گا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر نیکی یا ایمان ہو اور وہ ہوا اس کی

روح قبض نہ کرلے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے جگر میں داخل ہو گا تو یہ ہوا وہاں بھی داخل ہو کر اس کی روح قبض کرلے گی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ رِيحًا مِنَ الْيَمَنِ أَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيرِ، فَلَا تَدَعُ أَحَدًا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ (مسلم:۱۱۷) کہ یقیناً یمن کی جانب سے اللہ رب العزت ایک ہوا چلائیں گے جو ریشم سے زیادہ ملائم ہو گی پس وہ ہوا کسی ایسے شخص کی روح قبض کیے بغیر نہ رہے گی جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو گا۔

سوال: دونوں حدیثوں میں تو تعارض ہے کیونکہ ایک حدیث میں شام کی طرف سے ہوا چلنے کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث میں یمن کی جانب سے؟

جواب: ممکن ہے یہ دو ہوائیں ہوں ایک شام کی طرف سے چلے اور دوسری یمن کی طرف سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ملکوں میں سے کسی ایک کی طرف سے شروع ہو کر دوسری طرف پہنچ جائے۔

پس اس ہوا کے چلنے کے بعد یہ ہو گا کہیں روئے زمین پر ایک بھی کلمہ گو اور اللہ اللہ کہنے والا اور صاحب خیر نہ بچے گا بلکہ ان کی جگہ "وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ" (مسلم:) صرف بدترین خلائق کفار و فجار ظالم و جابر اور شہوت پرست ہی باقی رہیں گے لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا (مسلم:۲۹۴۰) جو نیکی و بدی تک کو نہ پہچانیں گے۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کریں گے "يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ" (مسلم:) کتوں و گدھوں کی طرح راستوں پر شہوت رانی اور زنا و بدکاری کریں گے۔ اور جب صاحب ایمان اور صاحبِ قرآن نہ بچیں گے تو پھر کاغذوں سے قرآن بھی اٹھالیا جائے گا۔ علوم بھی اٹھ جائیں گے اور اسلام ایسا مٹ جائے گا جیسا کہ کپڑوں سے نقش و نگار مٹ جاتا ہے، آسمان سے جہالت برسے گی، دنیا پر جہالت کا راج ہو گا،

نیکی و بدی کا امتیاز ختم ہو جائیگا لوگ نماز روزہ اور حج و زکوۃ جیسی بڑی عبادتوں تک سے نا واقف ہو جائیں گے۔ لوگ اپنے آباء و اجداد کے دین و دھرم کی طرف لوٹ جائیں گے۔ شیاطین انسانوں کی شکل میں ظاہر ہو کر بت پرستی کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے۔ پس سارے لوگ بت پرستی میں مبتلا ہو جائیں گے حتی کہ جزیرۃُ العرب جیسی مقدس سرزمین پر دوبارہ لات اور عزیٰ کی پرستش شروع ہو جائے گی، دنیا میں نہ نیک لوگ رہ جائیں گے اور نہ نیکی رہ جائے گی صرف بدی و بدکار ہی باقی بچیں گے تو پھر ایسے ہی بدترین حالات میں ایسے ہی بدترین خلائق پر قیامت قائم ہو گی اور نظام عالم درہم برہم کر دیا جائے گا۔

یمن کی خوشگوار ہوا چلنے کی حکمت

ایسی نرم، ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا چلا کر مومنین کی روح قبض کرنے کی حکمت علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس زمانے میں چونکہ مومنین شر و رفتن سے بہت زیادہ دوچار ہوں گے تو ایسی ہوا کے ذریعے ان کی روح قبض کر کے ان کا اعزاز و اکرام کیا جائے گا۔

قرآن کریم و احادیث رسول میں قیامت کی جتنی نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ سب برحق ہیں اور اپنے اپنے وقت پر ضرور ظاہر ہو کر رہیں گی جب تمام نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی اور دنیا میں کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ بچے گا تو دنیا فنا کر دی جائے گی۔ صرف ایک اللہ بزرگ و برتر کی ذات باقی رہے گی كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (٢٦) وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو ٱلْجَلَٰلِ وَٱلْإِكْرَامِ (٢٧) ("سورۃ الرحمن)

امان احمد قاسمی
سنہرا (بلرام پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی
۱۹ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ

فہرستِ مآخذ

(۱)قرآن کریم، (۲)آسان ترجمۂ قرآن، (۳)روحُ المعانی،(۴)جامعُ البیان، (۵)معارفُ القرآن،(۶)انوارُ القرآن،(۷)ہدایتُ القرآن،(۸) جَمالین،(۹) تفسیرِ طبری، (۱۰)تفسیرِ عثمانی، (۱۱)ایسرِ التفاسیر،(۱۲)فتح القدیر، (۱۳)صِحاحِ ستّہ، (۱۴)مسندِ احمد، (۱۵)بیہقی، (۱۶)مجمعُ الزوائد،(۱۷)طَبرانی ، (۱۸)ابن حِبَّان ، (۱۹)شعب الایمان ، (۲۰)مُصَنَّف ابن ابی شَیْبَۃ ،(۲۱)مُسْنَدُ البزّار ، (۲۲)اَلمُعْجَمُ الْاَوْسَط ، (۲۳)سُنَنِ دَارِمی ، (۲۴)مُسْتَدْرَکُ لِلْحاکم ، (۲۵)کَنزُ العُمَّال ،(۲۶)میزان الاعتدال، (۲۷)بلوغ المرام، (۲۸)الجَامِع الصَغِیر ،(۲۹)مِشْکٰوۃ ، (۳۰)حلیۃ الأولیاء لأبي نُعَیم، (۳۱)فتح الباری، (۳۲)شرح مسلم ،(۳۳)مرقات المفاتیح، (۳۴)التعلیق الصبیح ، (۳۵)الدر المنضود ، (۳۶)بذل المجہود ،(۳۷)البدایۃ والنہایۃ، (۳۸)شرح المہذب، (۳۹)الاشاعۃ لاشراط الساعۃ، (۴۰)اشراط الساعۃ،(۴۱)التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ، (۴۲)قیامت کے ہولناک مناظر ،(۴۳)قیامت کب آئے گی، (۴۴)مہدیٔ موعود،(۴۵)دجال اکبر،(۴۶) مسیح ہدایت عیسیٰ ابن مریم
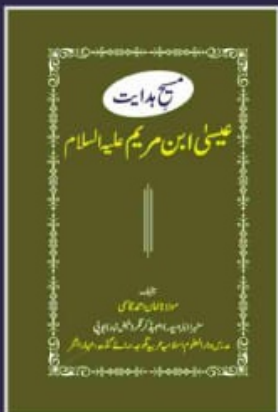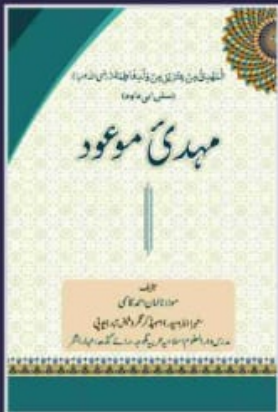
اہلِ ایمان کے لیے ایک بہترین تحفہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں قیامت اور اس کی علامات پر مشتمل یہ ایک ایسا مستند وشاندار رسالہ ہے جس کے ذریعے قیامت اور وقوعِ قیامت سے پہلے ایسی بہت ساری باتوں سے واقفیت حاصل ہو کہ جن سے واقف ہونا ہر صاحب ایمان کے لئے وقت کی اہم ضرورت ہے، جسے پڑھ اور سن کر اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں سچی ثابت ہوتی دیکھ کر اپنے نبی اور آخرت کی تمام باتوں پر ایمان پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے۔ بہت سے فتنوں وبرائیوں سے بچنے کی تدبیر وتوفیق نصیب ہو۔ دل دنیا سے اچاٹ اور آخرت کا مشتاق بن جائے موت، قبر، حشر اور حساب وکتاب کا استحضار نصیب ہو اور زیادہ سے زیادہ توشۂ آخرت جمع کرنے کی دھن پیدا ہو۔

مسیح ہدایت

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام